تحریکِ ختمِ نبوّت 1974

(قومی اخبارات و رسائل کے اداریے / شذرات)

تحقیق وتالیف

محمد ثاقب رضا قادری

دارالنعمان پبلشرز
DARUN NOMAN PUBLISHERS

Marfat.com

Marfat.com

تحریک ختم نبوت 1974ء

(قومی اخبارات ورسائل کے اداریے/شذرات)

تحقیق وتالیف

محمد ثاقب رضا قادری

دارالنعمان پبلشرز

DARUN NOMAN PUBLISHERS

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریک ختم نبوت 1974ء (اخبارات ورسائل کے اداریے/شذرات)
تحقیق وتالیف، محمد ثاقب رضا قادری (پ: یکم جولائی ۱۹۸۴ء)
لاہور، دار النعمان، اگست/ستمبر ۲۰۱۷ء ۳۵۲ صفحات
۱-ختم نبوت/ردقادیانیت
۲-صحافت
۳-تاریخ ۴-پاکستان
۵-تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

TEHREEK-E-KHATM-E-NUBUWWAT 1974 (Akhbarat k idariye)
/TAHQEEQ O TALEEF : MUHAMMAD SAQIB RAZA QADRI
Dar-ul-Noman, August/September 2017 , PP.352

297.44
141449

طبع اول: ستمبر ۲۰۱۷ء/ذوالحجۃ الحرام ۱۴۳۸ھ
ناشر: دار النعمان، لاہور، طابع: مقصود احمد، لاہور
قیمت:.........روپے

دست یابی کا پتا:
دار النعمان، دکان نمبر 4، ہادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
فون: 042-37228075 صوتی رابطہ: 1206301-333-92+
برقی پتا: saqib1126@gmail.com
کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
مکتبہ اعلیٰ حضرت، نزد ستا ہوٹل، دربار مارکیٹ، لاہور
مسلم کتابوی، دربار مارکیٹ، لاہور
ضیاء القرآن، لاہور/کراچی

Marfat.com

الاھدا

تحریکِ ختم نبوت وناموس رسالت

کے اوّلین مجاہد

امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی خدمت میں

بہ صد خلوص

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس
(اقبال)

Marfat.com

انتساب

قائد ملت اسلامیہ

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جنھوں نے ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو پارلیمنٹ

میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی

قرارداد پیش کی

Marfat.com

فہرست

پیش لفظ		**11**
مقدمہ		**16**
تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء		17
سانحۂ ربوہ		18
پنجاب حکومت کا ردعمل-18 ،صمدانی ٹریبونل کی کارروائی		19
مجلس عمل کی تشکیل		20
وفاقی حکومت کا طرزعمل-21 ،حکومتی تحریک-22 ،قرارداد ختم نبوت		23
خصوصی کمیٹی برائے قادیانی مسئلہ-26 ،رہبر کمیٹی کی سفارشات		29
آئین پاکستان میں ترمیم دوم کے لیے بل		31
شخصیات-مولانا محمد ذاکر-33 ،مولانا شاہ احمد نورانی-34 ،مفتی محمود،		36
علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری-37 ،مفتی محمود رضوی-39 ،		
مولانا غلام غوث ہزاروی-39 ،مولانا عبدالستار خان نیازی،		40
سید ابوالاعلیٰ مودودی-41 ،وزیراعظم بھٹو		42

روزنامہ جنگ، کراچی (مدیر: میر خلیل الرحمٰن)

وزیراعظم کا مشورہ	۶رجون ۱۹۷۴ء	48
وزیراعظم کا صحیح فیصلہ	۱۶رجون ۱۹۷۴ء	51
قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی	۳رجولائی ۱۹۷۴ء	53
ایسا مت کیجیے	۱۵رجولائی ۱۹۷۴ء	56
جرات مندانہ اور صحیح فیصلہ	۱۰رستمبر ۱۹۷۴ء	59

روزنامہ مشرق، کراچی (مدیر: ضیاء الاسلام انصاری)

افسوس ناک اور قابل مذمت	۳۱رمئی ۱۹۷۴ء	63
اپنے گھر کو خود آگ نہ لگایئے	یکم جون ۱۹۷۴ء	65
نئے مسائل نہ پیدا کیجیے	۵رجون ۱۹۷۴ء	68

Marfat.com

فضا کو پُرسکون رکھیے	۱۴؍جون ۱۹۷۴ء	70
اک ذرا صبر	۱۵؍جون ۱۹۷۴ء	72
اصغر خان کی منطق	۱۶؍جون ۱۹۷۴ء	75
سوشل بائیکاٹ سے گریز کیا جائے	۱۹؍جولائی ۱۹۷۴ء	76
خون خرابے کی بے جواز دھمکیاں	۴؍ستمبر ۱۹۷۴ء	77
ایک عظیم تاریخی فیصلہ	۸؍ستمبر ۱۹۷۴ء	79
قوم کا جمہوری کارنامہ	۹؍ستمبر ۱۹۷۴ء	82
فوری رہائی کا حکم	۱۹؍ستمبر ۱۹۷۴ء	85

روزنامہ امروز، ملتان

افسوس ناک	۳۱؍مئی ۱۹۷۴ء	88
داخلی انتشار کو روکیے	یکم جون ۱۹۷۴ء	89
صبر وتحمل کی ضرورت	۵؍جون ۱۹۷۴ء	93
سنجیدگی اور تدبر کی ضرورت	۱۴؍جون ۱۹۷۴ء	96
صحیح راہِ عمل	۱۵؍جون ۱۹۷۴ء	99
سیاسی طالع آزمائی	۱۶؍جون ۱۹۷۴ء	102
بے بنیاد اور گم راہ کن پراپیگنڈہ	۲۴؍جون ۱۹۷۴ء	105
خاص کمیٹی کا قیام	۲؍جولائی ۱۹۷۴ء	108
تاریخی فیصلہ	۹؍ستمبر ۱۹۷۴ء	110

روزنامہ حریت، کراچی

خبردار!!!	۳؍جون ۱۹۷۴ء	114
ہوش مندی کی ضرورت	۶؍جون ۱۹۷۴ء	117
وزیراعظم ٹھیک کہتے ہیں	۱۶؍جون ۱۹۷۴ء	119
قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں	۳؍جولائی ۱۹۷۴ء	121
سوشل بائیکاٹ نہ کیجیے	۲۰؍جولائی ۱۹۷۴ء	124
اخبارات پر پابندی	۲۵؍جولائی ۱۹۷۴ء	125
بے جا اضطراب	۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء	127
تاریخی فیصلہ	۱۰؍ستمبر ۱۹۷۴ء	129

Marfat.com

روزنامہ مساوات، لاہور

فرقہ وارانہ فساد کیوں؟	یکم جون ۱۹۷۴ء	133
بُردباری کی ضرورت	۴رجون ۱۹۷۴ء	135
لاہور میں امن شکنی کی کوششیں	۶رجون ۱۹۷۴ء	137
حزب اختلاف کی جمہوریت پسندی کا امتحان	۷رجون ۱۹۷۴ء	140
سنسرشپ کا خاتمہ	۱۰رجون ۱۹۷۴ء	143
امن عامہ کے تقاضے	۱۴رجون ۱۹۷۴ء	144
پاکستان کے دشمن اور بیرونی سازشیں	۱۵رجون ۱۹۷۴ء	146
عوام کا قابل تحسین کردار	۱۶رجون ۱۹۷۴ء	150
قادیانی مسئلہ اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈہ	۲۴رجون ۱۹۷۴ء	153
سوشل بائیکاٹ	۱۳رجولائی ۱۹۷۴ء	156
سوشل بائیکاٹ- جمہوریت کش سازش	۱۵رجولائی ۱۹۷۴ء	157
جمہوریت کی تاریخی فتح	۹رستمبر ۱۹۷۴ء	161

روزنامہ نوائے وقت، لاہور (مدیر: مجید نظامی)

ربوہ کا خطرناک حادثہ	۳۱رمئی ۱۹۷۴ء	165
نظرثانی کی ضرورت	۲رجون ۱۹۷۴ء	168
مسٹر بھٹو کے تدبر کی آزمائش	۶رجون ۱۹۷۴ء	170
قادیانی مسئلہ کو بھی ہمیشہ کے لیے ختم کیجیے	۹رجون ۱۹۷۴ء	174
وزیراعظم بھٹو آخرت کمائیں	۱۰رجون ۱۹۷۴ء	176
مرزا صاحب بھی بولے	۱۱رجون ۱۹۷۴ء	178
اخباری نمائندوں کے خلاف مقدمات کیوں	۱۲رجون ۱۹۷۴ء	180
اصل مقصد آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیں	۱۴رجون ۱۹۷۴ء	182
قادیانیوں کا مسئلہ- وزیراعظم کی یقین دہانی	۱۵رجون ۱۹۷۴ء	184
علماء کرام کی گرفتاریاں	۱۷رجون ۱۹۷۴ء	187
دَورِ غلامی کی یادگار- قادیانی مسئلہ	۱۹رجون ۱۹۷۴ء	190
پنجاب اسمبلی- خاموش کیوں؟	۲۳رجون ۱۹۷۴ء	193
بے بنیاد پروپیگنڈہ- قابل توجہ پہلو	۲۴رجون ۱۹۷۴ء	194
اشتعال کے باوجود پُرامن رہیے	۲۹رجون ۱۹۷۴ء	196

Marfat.com

بھٹو اپنے وعدے پر قائم ہیں	۲رجولائی ۱۹۷۴ء	200
......پھر پابندی	۴رجولائی ۱۹۷۴ء	203
شورش اور چٹان	۸رجولائی ۱۹۷۴ء	206
قادیانی مقاطعہ	۱۳رجولائی ۱۹۷۴ء	208
تو پھر پکڑ دھکڑ کیوں!	۴راگست ۱۹۷۴ء	210
۷ ستمبر دُور نہیں	۷راگست ۱۹۷۴ء	211
اشتعال انگیزی کیوں!	۱۰راگست ۱۹۷۴ء	213
انتہائی معقول اور مناسب	۴رستمبر ۱۹۷۴ء	215
قادیانی مسئلہ-باعث اطمینان وامتنان	۸رستمبر ۱۹۷۴ء	216
کی محمد ﷺ سے وفا تُو نے	۹رستمبر ۱۹۷۴ء	219
افہام وتفہیم-ایک خوش آیند جذبہ	۱۰رستمبر ۱۹۷۴ء	222
ختم نبوت-اسیران تحریک رہا کیے جائیں	۱۴رستمبر ۱۹۷۴ء	223
سر ظفر اللہ-نیا شوشہ	۲۱رستمبر ۱۹۷۴ء	225
مجلس عمل توجہ کرے	۲۶رستمبر ۱۹۷۴ء	228
قادیانیت-آئینی ترمیم پر عمل درآمد	۷رستمبر ۱۹۷۵ء	229

ہفت روزہ لیل ونہار، لاہور (مدیر: مجیب الرحمٰن شامی)

ربوے کے آدمی	۲ تا ۸رجون ۱۹۷۴ء	233
بلاعنوان	۹ تا ۱۵رجون ۱۹۷۴ء	237
سب سے اہم بات	۱۶ تا ۲۲رجون ۱۹۷۴ء	239
صاحب! ذرا سوچ سمجھ کر	۲۳ تا ۲۹رجون ۱۹۷۴ء	241
سرحد اسمبلی کا فیصلہ	=	244
سیاہ گھڑی	۳۰ جون تا ۶ جولائی	246
اور اب 'چٹان' بھی	۱۴ تا ۲۰رجولائی ۱۹۷۴ء	248
سب کچھ بہہ جائے گا	۱۸ تا ۲۴راگست ۱۹۷۴ء	250
حضراتِ اقتدار!!!	۱۵ تا ۲۱رستمبر ۱۹۷۴ء	251
بہت بڑی رحمت	۲۲ تا ۲۸رستمبر ۱۹۷۴ء	253

ہفت روزہ الفتح، کراچی

درست فیصلہ، منظم حکمت عملی	۱۳ تا ۲۰رستمبر ۱۹۷۴ء	255

Marfat.com

ہفت روزہ نصرت، کراچی

سات ستمبر	۱۰ر ستمبر ۱۹۷۴ء	257

ہفت روزہ اخبار جہاں، کراچی

قومی اسمبلی کی بالادستی مسلّم ہوگئی	۲۵ر ستمبر ۱۹۷۴ء	259

The Pakistan Times

Fair and Correct Process	۲ر جولائی ۱۹۷۴ء	263
A Duty to Islam	۱۴ر جولائی ۱۹۷۴ء	266
Verdict on Ahmadis	۹ر ستمبر ۱۹۷۴ء	269

Dawn, Karachi

An Historic Decision	۱۰ر ستمبر ۱۹۷۴ء	275

☆

ضمیمہ (الف)

امتناع قادیانیت آرڈی ننس ۱۹۸۴ء

(اخبارات کے اِداریوں کی روشنی میں)

روزنامہ جنگ، کراچی (مدیر: میر خلیل الرحمٰن)

بروقت اقدام	۲۸ر اپریل ۱۹۸۴ء	292

روزنامہ نوائے وقت، لاہور (مدیر: مجید نظامی)

دیر آید درست آید	۲۸ر اپریل ۱۹۸۴ء	293
قادیانیت دوسرے ممالک میں	۲۹ر اپریل ۱۹۸۴ء	294

روزنامہ مشرق، لاہور

ایک یادگار کارنامہ	۲۸ر اپریل ۹۸۴:	

روزنامہ امروز، ملتان

اسلام کی بے بہا خدمت	۲۸ر اپر[illegible]	

Marfat.com

روزنامہ جسارت، کراچی

اس سرطان کو اُکھاڑ پھینکیں ۲۸/اپریل ۱۹۸۴ء 298

The Muslim (مدیر: مشاہد حسین سیّد)

A Positive Step ۲۹/اپریل ۱۹۸۴ء 302

ضمیمہ (ب)

متفرق اداریے

روزنامہ جسارت، کراچی

یہ معاملہ بھی عدالت میں لے جائیے ۱۳/ستمبر ۱۹۸۲ء 305

روزنامہ جنگ، کراچی

اس فیصلہ کو منطقی انجام تک پہنچایئے ۱۰/مئی ۱۹۸۴ء 307

ہائی کورٹ کا تاریخی فیصلہ ۱۹/ستمبر ۱۹۹۱ء 308

رُوداد

جب قادیانیوں کو قادیانی قرار دیا گیا مختار حق 310

انٹرویو

سپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی (انٹرویو) اختر کاشمیری 326

عکسیات

قرارداد کشمیر اسمبلی ۱۹۷۳ء 333-332

قرارداد ختم نبوت (پیش کردہ: مولانا شاہ احمد نورانی) 339-334

دستوری ترمیم ثانی ایکٹ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء 346-340

لیل ونہار (سرورق) -347

ماخذ ومراجع 348

☆

Marfat.com

پیش لفظ

اِداریہ نویسی ایک کٹھن کام ہے، اداریہ کسی بھی اخبار یا رسالے کی جان ہوتا ہے۔ اداریہ ایسا ہو کہ قاری اس سے صرف نظر کرتے ہوئے صفحہ اُلٹ کر آگے نہ نکل جائے بل کہ اداریہ اس کے دل و دماغ میں سما جائے۔ پروفیسر سید اسرار بخاری اپنے ایک کالم میں لکھتے ہیں:

''اداریہ کا جزو اعظم اُسلوب لفظی ہے جس کے لیے لغت ہائے حجازی کا قارون ہونا ضروری ہے، دوسری بات جو اداریے کو سونے کے جھمکے پہنا دیتی ہے وہ اداریہ نویس کا خلاق ہونا ہے، تیسری بات معلومات و افکار کا گنج گراں مایہ رکھنا ہے، اور آخری بات یہ ہے کہ اداریہ لکھنے والا عصمت قلم کا امین ہو، کیوں کہ اللہ نے قلم کی اور اس سے نکلنے والی سطروں کی قسم کھائی ہے۔''

آپ مزید لکھتے ہیں:

''اداریہ نویس اگر تخلیقی ذہانت رکھتا ہے تو اسے قلم اٹھانے سے پہلے مراقبہ کرنا چاہیے کہ کس خاکے میں اسے کیا کیا کس کس انداز سے رنگ بھرنا ہے، اس کا علمی پس منظر بھاری بھر کم اور دل کشی و دل آویزی پیدا کرنے کا ہنر رسا ہو، اس کی تحریر میں یہ اعجاز ہو کہ مختلف لوگوں پر مختلف اثرات مرتب کرے اور جب کوئی اداریہ پڑھ چکے تو یہ سماں پیدا ہو کہ؛

بگوش گل چہ سخن گفتہ ای کہ خندان است
بہ عندلیب چہ فرمودۂ ای کہ نالان است

(تُو نے گل کے کان میں کیا بات کی ہے کہ ہنس پڑا ہے اور تُو نے بلبل سے کیا کہا ہے کہ رو پڑی ہے۔)

(روزنامہ نوائے وقت مورخہ ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء)

Marfat.com

الغرض یہ کہ اداریہ نویسی کوئی رسمی خانہ پُری کا نام نہیں۔ اداریہ مضبوط ہو تو قارئین کی نظروں میں رسالے کا معیار خود بہ خود بلند ہوتا جاتا ہے اور علمی و ادبی حلقوں میں رسالہ کی منفرد شناخت سامنے آتی ہے۔ آج کے دَور کا اَلمیہ یہ ہے کہ اَن گنت اخبارات و رسائل روزانہ، ہفتہ وار، پندرہ روزہ، ماہ وار، سہ ماہی یا سالانہ بنیادوں پر نکلتے ہیں لیکن اداریہ نویسی پر کچھ خاص توجہ نہیں دی جاتی، بعض رسائل ایسے بھی ہیں کہ جو بغیر اِداریے کے شائع ہو رہے ہیں۔

اور جب اداریے خاص ختم نبوت جیسے اہم مسئلہ سے متعلق ہوں تو مدیر کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے کیوں کہ ایک مذہبی مسئلہ ہونے کی حیثیت سے یہ حد درجہ حساس معاملہ ہے کہ اس کے ساتھ لاکھوں مسلمانوں کے جذبات وابستہ ہیں۔ سانحہ ربوہ نے جس طرح مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کیا کہ شہر شہر قریہ قریہ احتجاج، ہنگامے، جلسے اور جلوس وغیرہ سے منکرین ختم نبوت قادیانیوں کے خلاف اظہارِ برہمی ہونے لگا۔ ان مشکل لمحات میں علماء و مشائخ اور بعض سیاسی تنظیموں نے حالات کے سدھار اور مسلمانوں کے مطالبات کو درست انداز میں آگے بڑھانے کے لیے ''مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' قائم کی، لیکن حکومتی طرزِ عمل نے بار بار اشتعال کو یوں ہوا دینے کی کوشش کی کہ نام وَر علماء و مشائخ و طلبا رہنماؤں اور کارکنوں کی گرفتاری کا سلسلہ شروع کر دیا، اخبارات پر سنسر اور پھر مرزائیت کے متعلق خبروں کی اشاعت پر مکمل پابندی عاید کر دی، کراچی کا روزنامہ جسارت دو ماہ کے لیے بند کر دیا گیا اور اس کے مدیر کو قید کر لیا گیا ہفت روزہ چٹان کا ڈیکلریشن منسوخ کر کے پریس کو ضبط کیا گیا نیز مدیر رسالہ آغا شورش کاشمیری کو گرفتار کر لیا گیا اور بعض اخبارات کو اظہارِ وجوہ کے نوٹس بھی جاری کیے گئے۔ ان حالات میں اخبار نویسوں کے پاس دو ہی طریق باقی بچتے ہیں؛

۱۔ راہِ عزیمت اختیار کرتے ہوئے سرکاری پالیسیوں پر ڈٹ کر تنقید اور اس اہم مذہبی مسئلہ بارے عوامی جذبات کی درست ترجمانی کرتے ہوئے حکمرانوں تک ان کی آواز پہنچانا۔

۲۔ دوسرا یہ کہ سرکاری پالیسیوں سے خود کو مجبور محض گردانتے ہوئے اس اہم مسئلہ پر عوامی بیانیہ کی ترجمانی کی بجائے سرکار کی ہاں میں ہاں ملاتے رہنا۔

اول الذکر طریق ہمیں نوائے وقت کے اِداریوں میں بھرپور اور کسی حد تک ہفت روزہ لیل و نہار کے اِداریوں میں نظر آتا ہے جب کہ دیگر اخبارات نے سرکاری پالیسیوں پر امنا و

Marfat.com

صد قنا کہنے میں ہی عافیت جانی۔ اسی حوالہ سے معروف صحافی آغا شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

''نوائے وقت واحد روزنامہ ہے جو ختم نبوت کی تحریک میں مسلمانوں سے ہم آواز ہے اور ان کے جذبات واحساسات کی ترجمانی کر رہا ہے۔ نوائے وقت نے سنسر شپ پر نکتہ چینی کی اور لکھا ہے کہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ باقی تمام اخبارات نیشنل پریس ٹرسٹ کے آغوش میں ہونے کے باعث منقارِ زیر پر ہیں۔ اکثر ایڈیٹر ہمارے ساتھ ہیں لیکن ملازمت کے ہاتھوں مجبور ومحصور ہیں۔'' (تحریک ختم نبوت از شورش کاشمیری، ص ۲۴۴)

آپ مزید لکھتے ہیں:

''(نوائے وقت) نے قادیانی مسئلہ میں مسلمانوں کا ہم آواز ہو کر سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشنودی کو مقدم رکھا اور قرنِ اوّل کی اُس جواں مردی کا ثبوت بہم پہنچایا جو فدایانِ رسالت کا طغریٰ امتیاز تھا۔ اس کے ایڈیٹر مجید نظامی اس تحریک میں قلم کی شہ سُرخی تھے۔ (ایضاً ص ۲۵۶)

جب حکومت پنجاب نے مرزائیت کے متعلق خبروں کی اشاعت پر پابندی عاید کی تو نوائے وقت نے بہ طور احتجاج اپنے اِدارتی صفحہ کے دو کالم خالی چھوڑے۔ نوائے وقت نے اخباری نمائندوں کے خلاف مقدمات کے اندراج پر صدائے احتجاج بلند کی، علماء کرام کی گرفتاریوں کی بھرپور مذمت کی اور تحریک کے بعد بھی اسیران تحریک ختم نبوت کی رہائی کے متعلق اِداریے لکھے۔ واحد نوائے وقت ایسا اخبار تھا جس نے تحریک کے ایام میں سب سے زیادہ ۲۸ اِداریے شائع کیے، حکومت کی جانب سے پابندی کے باوجود نوائے وقت نے اگست ۱۹۷۴ء میں بھی قادیانی مسئلہ پر اداریے تحریر کیے جب کہ دیگر اخبارات نے اس ماہ میں ایک اداریہ بھی نہ لکھا۔ اداریوں کے علاوہ مسئلہ ختم نبوت کی تفہیم اور قادیانی نظریات کے ابطال کے لیے نوائے وقت نے انتہائی اہم مقالات کی اشاعت بھی کی۔

مولانا سید یوسف بنوری کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا صدر منتخب کیا گیا تو مرزائیوں نے ان کے خلاف مختلف انگریزی/اردو اخباروں میں اشتہارات شائع کروائے جن میں تحریک پاکستان

Marfat.com

میں ان کی عدم شمولیت بل کہ مخالفت بیان کر کے عوام میں مجلس عمل کی ساکھ متاثر کرنا چاہی، نیز ان اشتہاروں میں شائع کنندہ کا نام ''انجمن فدایان رسول، لاہور'' لکھ کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ اشتہار اہل سنت بریلوی مکتب فکر کی جانب سے شائع ہوا ہے اور یوں مجلس عمل میں شامل ہر دو مسالک کی تنظیموں و رہنماؤں میں باہمی خلفشار پیدا کر کے تحریک کو کمزور کرنے کی سازش کی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء تحریک پاکستان و نظریۂ پاکستان کے مخالف تھے بل کہ مولوی مظہر علی اظہر دیوبندی نے قائداعظم کو ''کافر اعظم'' بھی کہا، سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا کہ کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی ''پ'' بھی بنا سکے، اور مفتی محمود کا مشہور قول ہے کہ وہ پاکستان بننے کے گناہ میں شامل نہ تھے --- لیکن اس وقت چوں کہ مقابلہ منکرین ختم نبوت سے تھا لہٰذا مرزائیوں نے ان باتوں کو اُچھال کر تحریک کو ناکام کرنا چاہا۔ تمام اخبارات میں واحد نوائے وقت ایسا اخبار تھا جس نے یہ اشتہار شائع کرنے سے انکار کر دیا۔

نوائے وقت کے علاوہ ہفت روزہ لیل و نہار (لاہور) کے اِداریے بھی بہت جرات مندانہ رہے۔ ایام تحریک میں اس ہفت روزہ کے مدیر معروف صحافی مجیب الرحمٰن شامی تھے۔ اداریوں کے ساتھ ساتھ اس ہفت روزہ کا سرورق بھی بہت عمدہ ڈیزائن ہوتا تھا، ایام تحریک کے چند اہم سرورق کے عکوس بھی شامل کتاب ہیں۔

دیگر اخبارات نے بھی قابل قدر اِداریے تحریر کیے لیکن ان میں زیادہ تر حکومتی موقف کی تائید ہوتی تھی تاہم مجموعی طور پر تحریک ختم نبوت میں ملکی صحافت کا کردار مثبت اور سوادِ اعظم کی خواہشات کا عکاس رہا، آج کے مادی دَور میں بھی سماجی، معاشی اور مذہبی مسائل کے حل میں اگر میڈیا مثبت کردار ادا کرے تو ملک ترقی وخوش حالی کی جانب گامزن ہو سکتا ہے۔

پیش نظر کتاب میں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے متعلق روزنامہ جنگ (کراچی)، روزنامہ مشرق (کراچی)، روزنامہ امروز (ملتان)، روزنامہ حریّت (کراچی)، روزنامہ مساوات (لاہور)، روزنامہ نوائے وقت (لاہور)، ڈیلی پاکستان ٹائمز (انگلش)، ڈیلی ڈان (انگلش)، ہفت روزہ لیل ونہار (لاہور) ہفت روزہ الفتح (کراچی) اور ہفت روزہ نصرت (کراچی) کے کل نوّے (۹۰) اِداریے/شذرات شامل ہیں۔ جب کہ ضمیمہ میں صدر جنرل ضیاء الحق کا جاری کردہ ''امتناع قادیانیت آرڈی ننس ۱۹۸۴ء'' کے متعلق مختلف اخبارات کے سات

Marfat.com

اِداریے بھی شامل ہیں۔ نیز قادیانی مسئلہ بارے ہی تین متفرق اِداریے الگ ضمیمہ کے طور پر شامل کیے گئے ہیں، یوں کل تعداد ایک سو تک پہنچ جاتی ہے۔ نیز کتاب کے آخر میں سات ستمبر کو ہونے والی قومی اسمبلی اور سینٹ کی مکمل کارروائی کی رُوداد اور اسپیکر قومی اسمبلی صاحب زادہ فاروق علی خان کا انٹرویو بھی شامل کیا گیا ہے۔

پیش نظر کتاب اس لحاظ سے اہم ہے کہ اخبارات ورسائل کے اداریے کسی بھی معاملہ میں اس اخبار یا رسالے کے موقف کا اظہار کرتے ہیں جب کہ دیگر مقالات، کالم وغیرہ کی اشاعت کرتے ہوئے اکثر اخبارات لکھ دیتے ہیں کہ مضمون نگار یا کالم نویس کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔ لہٰذا پیش نظر کتاب میں جو اِداریے جمع کیے گئے ہیں ان سے قادیانی مسئلہ بارے ملک کے ان اہم اخبارات ورسائل کا مسلک واضح ہوتا ہے۔

اس سے قبل راقم کی کتاب **"تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت"** شائع ہو چکی ہے جس میں روزنامہ نوائے وقت کی فائلوں سے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تاریخ پیش کی گئی تھی۔ دورانِ ترتیب دیگر اخبارات کی فائلیں دیکھنے کا موقع بھی ملتا رہا تو راقم نے ارادہ کیا کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے حوالہ سے ملکی سطح کے چند اہم اخبارات ورسائل کے اِداریوں کو الگ کتاب میں یک جا کر دیا جائے تا کہ تحریک ختم نبوت میں دیگر اخبارات کا کردار بھی سامنے آئے۔

یہ اَمر باعث مسرت ہے کہ پیش نظر کتاب مورخہ ۲۵ راگست ۲۰۱۷ء بروز جمعۃ المبارک مکمل ہوئی۔ آج سے ایک سو سترہ (۱۱۷) سال قبل لاہور کی تاریخی شاہی مسجد میں مرزا غلام قادیانی کی دعوت مناظرہ پر پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمۃ مع دو صد علماء ومشائخ تشریف لائے لیکن مرزا قادیانی کو مقابلہ کی جرات نہ ہوئی۔

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ راقم کی اس ادنیٰ کاوش کو قبول فرمائے اور عوام وخواص کے حق میں اسے نافع کرے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

محمد ثاقب رضا قادری

۲۵ راگست ۲۰۱۷ء بروز جمعۃ المبارک

☆

Marfat.com

مقدمہ

Marfat.com

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء سے ہماری مراد دستورِ پاکستان ۱۹۷۳ء میں دوسری ترمیم کی پارلیمنٹ سے متفقہ منظوری کے لیے مسلمانانِ پاکستان کی مشترکہ جدوجہد ہے۔اس ترمیم کی منظوری سے انگریزوں کا پروردہ نوّے سالہ قدیم قادیانی فتنہ اپنے منطقی انجام تک پہنچا، یعنی دستوری طور پر نبوت کے جھوٹے دعوی دار مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین دونوں گروہوں (قادیانی ولاہوری) کواسلام کے مسلّمہ عقیدے ختم نبوت کے انکار کے سبب غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

قادیانی فتنہ اسلام کے لبادہ میں مسلمانوں کو مرتد بنانے کی تحریک تھی جس کا اجراء انگریز کے ایماء پر مرزا غلام احمد قادیانی نے انیسویں صدی کے آخری ربع میں کیا۔مرزا قادیانی نے درجہ بہ درجہ متعدد دعاوی کیے جن میں مصلح موعود، مامور من اللہ، مجدد، مثیل مسیح/مسیح موعود، اور نبوت کے دعاوی شامل ہیں۔مرزا قادیانی نے اپنی تحریروں کے ذریعے مسلمانوں کے مسلّمہ نظریات پر وار کیے نیز برگزیدہ شخصیات کی توہین اور قرآنی آیات میں تحریف لفظی ومعنوی کا مرتکب بھی ہوا۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی جہنم واصل ہوا تو اس کے متبعین نے خلافت کے نام پر اپنے مذموم نظریات کا پرچار جاری رکھا، برطانوی اقتدار کے زیر اثر تقریباً پون صدی تک یہ فتنہ پرورش پاتا رہا۔

قیام پاکستان کے بعد مرزائیوں نے پاکستان کا رُخ کیا اور جھنگ کے قریب ایک وسیع قطعۂ اراضی اونے پونے دام حاصل کر کے ریاست در ریاست قائم کر لی، اس ریاست کا نام ''ربوہ'' رکھا گیا۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ ظفر اللہ خاں چوہدری -جو کہ مرزائی تھے- نے مرزائیوں کو مختلف اداروں خاص کر فوج اور وزارت خارجہ میں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا۔اقتدار کے نشے میں مخمور مرزائیوں نے مسلمانوں کے حقوق سلبی کا سلسلہ شروع کیا تو علماء ومشائخ نے

Marfat.com

مرزائیوں کے خلاف ۱۹۵۳ء میں بھرپور تحریک چلائی لیکن اس کو طاقت کے زور سے دبا دیا گیا۔ ۱۹۷۴ء میں اس تحریک کو دوبارہ سر اُٹھانے کا موقع خود قادیانیوں نے فراہم کیا جب انھوں نے ۲۹ رمئی کو چناب ایکسپریس میں سوار نشتر میڈیکل کالج ملتان کے 160 طلباء پر ربوہ سٹیشن پر ڈنڈے، لاٹھیوں، چاقوؤں، ہتھوڑوں، آہنی مکّوں و دیگر اسلحہ سے حملہ کیا اور 30 طلبا کو شدید زخمی کر دیا، طلبا کے سروں پر ہتھوڑے مارے گئے۔ اس واقعہ میں ربوہ کی مرزائی انتظامیہ، ربوہ ریلوے سٹیشن کا سٹیشن ماسٹر سمیع اللہ (مرزائی) ملوث تھے۔ اس سانحہ کا ردعمل اس قدر شدید تھا کہ پورے ملک میں ہنگاموں اور احتجاجی تحریک کا سلسلہ شروع ہو گیا، اور ہر طبقۂ فکر اور شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد اور تنظیموں نے جلوس اور ریلیوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ربوہ کے اس افسوس ناک سانحہ نے مختلف مسالک و مکاتب میں بٹے ہوئے مسلمانوں کو متحد کر دیا اور سب بہ یک آواز ہو کر مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے، ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے، کلیدی اسامیوں سے مرزائیوں کو ہٹانے اور سانحہ ربوہ کے ذمہ دار مرزائیوں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کرنے لگے۔ مسلمانانِ پاکستان کے اس ردعمل کو دیکھتے ہوئے حکومتِ وقت کو احساس ہو گیا کہ اب ماضی کی طرح اس تحریک کو طاقت کے زور پر دبانا ممکن نہیں، لہٰذا حکومت اس مسئلہ کے حل کے لیے سنجیدگی سے غور و فکر کرنے پر مجبور ہو گئی۔

حکومت پنجاب کا ردعمل

چوں کہ یہ سانحہ پنجاب میں واقع ہوا تھا اس لیے اگلے ہی روز ۳۰ رمئی ۱۹۷۴ء کو پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں اپوزیشن اراکین (علامہ رحمت اللہ ارشد، سید تابش الوری، میاں خورشید انور، ملک خالق داد بندیال، چودھری امان اللہ لک، حافظ علی اسد اللہ، سید حسن محمود) نے واقعہ ربوہ کو صوبائی اسمبلی میں زیر بحث لانے اور مرزائیوں بارے اپنے متذکرہ بالا مطالبات منظوری کے لیے پیش کر دیے۔ لیکن سپیکر پنجاب اسمبلی نے التوا کی تحریکوں پر بحث کی اجازت نہ دی۔ البتہ حکومت پنجاب نے سانحہ ربوہ کی تحقیقات کے لیے لاہور ہائی کورٹ کے ایک جج جسٹس خواجہ محمود احمد صمدانی کو ذمہ داری سونپ دی۔ نیز پنجاب پولیس نے سانحہ ربوہ میں مبینہ طور پر ملوث مرزائیوں کی گرفتاریاں شروع کر دیں۔

یکم جون کو حکومت پنجاب نے ہر طرح کے فرقہ وارانہ مواد کی نشر و اشاعت پر ایک ماہ کے

Marfat.com

لیے پابندی عاید کردی۔ ۱۲رجون کو پنجاب اسمبلی میں اپوزیشن نے قادیانیوں کواقلیت قرار دینے کے لیے ایک قرارداد کا نوٹس دیا لیکن اسپیکر نے قرارداد پیش کرنے کی اجازت نہ دی۔ ۲۷رجون کو ایک بار پھر اپوزیشن اراکین نے 70 اراکین اسمبلی کی حمایت سے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے لیے قرارداد پیش کرنے کی کوشش کی لیکن اسپیکر پنجاب اسمبلی نے قرارداد کو پیش کرنے کی منظوری نہ دی جس پر اپوزیشن اراکین نے واک آؤٹ کیا اور ختم نبوت کے حق میں نعرے لگائے۔ بلاشبہ یہ پنجاب اسمبلی کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے جس کی براہِ راست ذمہ داری پنجاب کی حکمران جماعت پیپلز پارٹی پر عاید ہوتی ہے کہ ان کے دَورِ حکومت میں قرارداد ختم نبوت پیش کرنے کی اجازت نہ دی گئی جب کہ ۱۹رجون کو سرحد (خیبر پختونخواہ) کی صوبائی اسمبلی قادیانیوں کواقلیت قرار دینے کی قرارداد متفقہ طور پر منظور کر چکی تھی۔

۲رجولائی کوحکومت پنجاب نے ڈیفنس آف پاکستان رُولز (DPR) کے تحت ہر طرح کے فرقہ وارانہ مواد، خبریں، تبصرے، کارٹون، بیانات وغیرہ کی اشاعت پر پابندی عاید کردی۔ اس پابندی کا پہلا شکار آغا شورش کاشمیری مدیر **چٹان** بنے جن کوممنوعہ مواد کی اشاعت پر چھ جولائی کوگرفتار کرلیا گیا اور ہفت روزہ **چٹان** کا ڈیکلریشن منسوخ اور پریس ضبط کرلیا گیا۔

حکومت پنجاب نے مختلف شہروں کے ممتاز علماء وطلبا رہنماؤں کوگرفتار کر کے تشدد کا نشانہ بھی بنایا، یوں مجموعی طور پر اس تحریک میں حکومت پنجاب کا طرزِ عمل انتہائی مایوس کن رہا۔

صمدانی ٹربیونل کی کارروائی

سانحہ ربوہ کی عدالتی تحقیقات کے لیے پنجاب کے وزیرِاعلیٰ حنیف رامے نے جسٹس خواجہ محمود احمد صمدانی کو ۳۰رمئی ۱۹۷۴ء کومقرر کیا، جسٹس صمدانی نے یکم جون سے تحقیقات کا آغاز کیا، اور ٹربیونل کے کوائف وضوابط اور شہادت کے طریقۂ کار پر مشتمل ایک اعلان ۲رجون کے اخبارات میں شائع کروادیا۔ اس ٹربیونل کی ذمہ داری میں دواُمور شامل تھے:

۱۔ ۲۹رمئی ۱۹۷۴ء کوربوہ ریلوے اسٹیشن پر رونما والے واقعہ کی انفرادی و اجتماعی ذمہ داری کا تعین کرنا۔

۲۔ سانحہ میں ملوث عناصر کے خلاف ضروری کارروائی بارے حکومت کو سفارشات پیش کرنا۔

Marfat.com

ٹریبونل نے ۵؍جون ۱۹۷۴ء کو صبح ۹ بجے سے لاہور ہائی کورٹ میں شہادتیں قلم بند کرنا شروع کیں۔ ۲۰؍جولائی کو ٹریبونل نے ربوہ ریلوے سٹیشن اور ربوہ میں مرزائیوں کی قائم کردہ نظارتوں اور شعبہ جات کا معائنہ کیا۔ فاضل ٹریبونل نے ایک ماہ ۲۵ دن میں کل 70 شہادتیں مکمل کیں۔ ٹریبونل نے جماعت احمدیہ کے امیر مرزا ناصر احمد، قومی اسمبلی کے رکن مولانا غوث ہزاروی، مدیر **چٹان** آغا شورش کاشمیری، نشتر میڈیکل کالج کے زخمی ہونے والے طالب علم اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے طلباء، ڈی سی لائل پور، ایس پی لائل پور، ربوہ سٹیشن کے عملہ اور ربوہ شہر میں جماعت احمدیہ کی طرف سے مقررہ کردہ عہدیداران کے بیانات قلم بند کیے۔ فاضل ٹریبونل نے ربوہ سٹیشن اور ربوہ کے دیگر دفاتر کا معائنہ بھی کیا۔ مختلف سیاسی جماعتوں اور تنظیموں کے وکلاء نے ٹریبونل میں نمائندگی کی۔ ان میں مسٹر ایم انور بار ایٹ لاء، ملک محمد قاسم، مسٹر رفیق احمد باجوہ، مسٹر ایس رحمٰن، مسٹر شیر عالم، مسٹر کرم الٰہی بھٹی، مسٹر ایم ڈی طاہر، چوہدری عبداللطیف راں وغیرہ شامل ہیں۔ جب کہ جماعت احمدیہ کی جانب سے مسٹر اعجاز بٹالوی، مسٹر مبشر لطیف، چوہدری عبدالعزیز پیش ہوئے۔ مسٹر کمال مصطفیٰ بخاری اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے حکومت کی نمائندگی کی۔

۱۸؍جولائی کے بعد ۱۲ دن ٹریبونل کی کارروائی بند کمرے میں ہوئی اور ۳۰ جولائی کو فاضل ٹریبونل نے شہادتوں کا عمل مکمل کیا، اس کے بعد وکلاء کو تحریری بیانات جمع کروانے کا کہا گیا۔

جسٹس صمدانی نے اپنی تحقیقاتی رپورٹ ۲۰؍اگست ۱۹۷۴ء کو وزیر اعلیٰ حنیف رامے کو جمع کروا دی۔ یہ تحقیقاتی رپورٹ 112 ٹائپ شدہ فل سکیپ صفحات اور 6 جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ رپورٹ پنجاب حکومت کی جانب سے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی برائے قادیانی مسئلہ کو بھی پیش کی گئی۔

مجلس عمل کی تشکیل

۹؍جون کو مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء و مشائخ، سیاسی جماعتوں اور طلبا تنظیموں نے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت قائم کی۔ اس مجلس عمل میں جمعیت علماء پاکستان، جماعت اسلامی، جمعیت علمائے اسلام، تنظیم اہل سنت والجماعت، تبلیغی جماعت، مرکزی جماعت اہل سنت، جمعیت اہل حدیث، ادارہ تحفظ حقوق شیعہ، قادیانی محاسبہ کمیٹی، مجلس احرار اسلام، نیشنل

Marfat.com

عوامی پارٹی، جمہوری پارٹی، ودیگر تنظیمات وآزاداراکین اسمبلی بھی شامل ہوئے۔

مجلس عمل کا صدر مولانا محمد یوسف بنوری (کراچی)، نائب صدر مولانا عبدالستار خان نیازی جب کہ جنرل سیکرٹری مفتی سید محمود احمد رضوی (دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور) کو مقرر کیا گیا۔

۱۰ر جون کو مجلس عمل نے حکومت کو ۱۴ر جون کو ملک گیر ہڑتال کرنے کا الٹی میٹم دیا۔ ۱۱ر جون کو وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو اور مجلس عمل کے نمائندہ آغا شورش کاشمیری کے درمیان قادیانی مسئلہ بارے طویل ملاقات ہوئی۔ ۱۴جون کو ملک گیر کامیاب ہڑتال کی گئی اور مختلف شہروں میں مجلس عمل کے مطالبات کے حق میں ریلیاں اور جلوس نکالے گئے۔ مجلس عمل کی مرکزی قیادت نے لاہور کی تاریخی جامع مسجد وزیرخان میں اجتماع کیا جس میں مجلس عمل میں شریک مختلف سیاسی، سماجی رہنماؤں اور علماء نے تقریریں کیں۔ اس اجتماع میں حکومت کو مجلس عمل کے مطالبات کی منظوری کے لیے 30 جون تک مہلت دی گئی۔ ۱۷ر جون کو علماء کے ایک وفد نے قادیانی مسئلہ بارے گفت وشنید کے لیے وزیراطلاعات مولانا کوثر نیازی سے ملاقات کی۔ ۲۳ر جون کو مجلس عمل نے قادیانیوں کے بارے مطالبات کی منظوری کے لیے ملک بھر میں جلسے منعقد کرنے کا اعلان کر دیا۔ یکم ستمبر کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے لاہور کی بادشاہی مسجد میں تاریخی جلسہ کا انعقاد کیا جس میں مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی، خواجہ قمرالدین سیالوی، مفتی محمود، شورش کاشمیری، سید مودودی و دیگر سیاسی قائدین کی تقریریں ہوئیں۔

وفاقی حکومت کا ردعمل

سانحہ ربوہ کے فوراً بعد قومی اسمبلی کے اجلاس مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۷۴ء کو چودھری ظہور الٰہی نے اس بارے تحریک التوا پیش کی جو کہ منظور کر لی گئی۔ وزیراعظم بھٹو نے اپنی تقریر میں عوام سے کہا کہ وہ امن وامان قائم رکھنے میں حکومت سے تعاون کریں، سانحہ ربوہ کی تحقیقات کے لیے عدالتی کمیشن مقرر کر دیا گیا ہے لہٰذا اس کمیشن کی رپورٹ کا انتظار کریں، انھوں نے یہ بھی کہا کہ اس رپورٹ کو شائع کیا جائے گا۔

۳ جون کے اجلاس میں وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ حکومت ختم نبوت پر مکمل ایمان رکھتی ہے

Marfat.com

اور یہ مسئلہ آئینی طور پر پہلے ہی طے کیا جاچکا ہے، انھوں نے جو حلف اٹھایا تھا اس میں واضح طور پر موجود تھا کہ پاکستان ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہے۔ انھوں نے واقعہ ربوہ کو سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ قرار دیا۔ اس اجلاس کے بعد وفاقی حکومت نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبہ پر سنجیدگی سے غور شروع کر دیا۔ ۱۳رجون کو وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے قوم سے خطاب کیا اور قادیانی مسئلہ کو جولائی کے پہلے ہفتہ میں قومی اسمبلی میں پیش کرنے کا اعلان کیا۔ انھوں نے مزید کہا کہ ہم قادیانیوں کے محتاج نہیں اور قادیانی مسئلہ حل کرنے کا شرف بھی ان کو ہی حاصل ہوگا، قادیانیوں کے بارے منصفانہ فیصلہ کیا جائے گا جو کہ قابل فخر ہوگا۔ ۲۲رجون کو مری میں وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی زیر صدارت ایک اعلیٰ سطحی اجلاس منعقد ہوا جس میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے لیے مختلف قانونی پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا۔

۳۰رجون کو قومی اسمبلی کے بجٹ اجلاس میں بجٹ کی منظوری کے بعد قادیانی مسئلہ بارے غور کے لیے حکومت کی جانب سے ایک تحریک اور اپوزیشن رہنما مولانا شاہ احمد نورانی کی جانب سے قرارداد پیش کی گئی جسے متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا اور تمام اراکین قومی اسمبلی پر مشتمل خصوصی کمیٹی اسپیکر قومی اسمبلی کی سربراہی میں تشکیل دے دی گئی۔ وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ کی پیش کی جانب سے پیش کردہ تحریک کا متن حسب ذیل ہے:

> ''یہ ایوان سارے ایوان پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی قائم کرتا ہے جس میں تقریریں کرنے کا حق رکھنے والے اور دوسرے ارکان بھی شامل ہیں اور جس کے چیئرمین اس ایوان کے سپیکر ہوں گے اور یہ خصوصی کمیٹی حسب ذیل فرائض سرانجام دے گی:
>
> ۱۔ ان لوگوں کی حیثیت متعین کی جائے جو آں حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ختم نبوت کے مسئلے پر ایمان نہیں رکھتے۔
>
> ۲۔ اس سلسلے میں کمیٹی کی پیش کردہ تجاویز مشوروں اور قراردادوں پر اس معینہ مدت کے اندر غور وخوض مکمل کر لیا جائے جس کا تعین کمیٹی کرے گی۔
>
> ۳۔ اس غور وخوض کے نتیجہ میں شہادتیں قلم بند کرنے اور دستاویزات کا

١٤١٤٧٩

Marfat.com

مطالعہ کرنے کے بعد کمیٹی اپنی سفارشات ایوان میں پیش کرے گی۔

اس کے بعد جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی قائد مولانا شاہ احمد نورانی نے 22 اراکین اسمبلی کی طرف سے قرارداد پیش کی۔ 15 اراکین قومی اسمبلی بعد میں اس قرارداد کے محرکین میں شامل ہو گئے۔ یہ قرارداد حسب ذیل ہے:

''چوں کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو اللہ کے آخری نبی ہیں۔ نبوت کا دعویٰ کیا اور

چوں کہ اس کا جھوٹا دعویٰ نبوت قرآن کریم کی بعض آیات میں تحریف کی سازش اور جہاد کو ساقط کر دینے کی کوشش، اسلام کے مسلمات سے بغاوت کے مترادف ہے۔ اور

چوں کہ وہ سامراج کی پیداوار ہے جس کا مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ہے۔

چوں کہ پوری امت مسلمہ کا اس بات پر کامل اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار خواہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہوں یا اسے کسی اور شکل میں اپنا مذہبی پیشوا یا مصلح مانتے ہوں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

چوں کہ اس کے پیروکار خواہ انہیں کسی نام سے پکارا جاتا ہو۔ وہ دھوکہ دہی سے مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ بن کر اور اس طرح ان سے گل مل کر اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔

چوں کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو ۶ تا ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی جس میں دنیا بھر کی 140 مسلم تنظیموں اور انجمنوں نے شرکت کی، اس میں کامل اتفاق رائے سے یہ فیصلہ صادر کر دیا گیا کہ قادیانیت جس کے پیروکار دھوکہ دہی سے اپنے آپ کو اسلام کا ایک فرقہ کہتے ہیں۔ دراصل اس فرقہ کا مقصد اسلام اور مسلم دنیا کے خلاف تخریبی کارروائیاں کرنا ہے اس لیے اب یہ اسمبلی اعلان کرتی ہے کہ مرزا غلام احمد کے

Marfat.com

پیروکار خواہ انہیں کسی نام سے پکارا جاتا ہو مسلمان نہیں ہیں اور یہ کہ اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو دستور میں ضروری ترامیم کے ذریعے عملی جامہ پہنایا جاسکے اور یہ کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایک غیر مسلم اقلیت کی حیثیت سے ان کے جائز حقوق کا تحفظ کیا جاسکے۔''

اس قرارداد پر جن اراکین قومی اسمبلی نے دستخط کیے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی

۲۔ مولوی مفتی محمود

۳۔ مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری

۴۔ پروفیسر غفور احمد

۵۔ مولانا سید محمد علی رضوی

۶۔ مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)

۷۔ چوہدری ظہور الٰہی

۸۔ سردار شیر باز خان مزاری

۹۔ مولانا ظفر احمد انصاری

۱۰۔ جناب عبدالحمید جتوئی

۱۱۔ صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری

۱۲۔ جناب محمود اعظم فاروقی

۱۳۔ مولانا صدر الشہید

۱۴۔ مولوی نعمت اللہ

۱۵۔ جناب عمرہ خان

۱۶۔ مخدوم نور محمد

۱۷۔ جناب غلام فاروق

۱۸۔ سردار مولا بخش سومرو

۱۹۔ سردار شوکت حیات خان

Marfat.com

۲۰۔حاجی علی احمد تالپور

۲۱۔راؤ خورشید علی خان

۲۲۔رئیس عطامحمد مری

بعد میں حسب ذیل ارکان نے بھی قرارداد پر دستخط کر دیے:

۲۳۔نواب زادہ میاں محمد ذاکر قریشی

۲۴۔جناب کرم بخش اعوان

۲۵۔مہر غلام حیدر بھروانہ

۲۶۔صاحب زادہ صفی اللہ

۲۷۔ملک جہانگیر خان

۲۸۔جناب اکبر خان مہمند

۲۹۔حاجی صالح خان

۳۰۔خواجہ جمال محمد کوریجہ

۳۱۔جناب غلام حسن خان دھاندلہ

۳۲۔صاحب زادہ محمد نذیر سلطان

۳۳۔صاحب زادہ محمد ابراہیم برق

۳۴۔صاحب زادہ نعمت اللہ خان شنواری

۳۵۔جناب عبدالسبحان خان

۳۶۔میجر جنرل جمالدار

۳۷۔جناب عبدالمالک خان

۲۳رجولائی کو قومی اسمبلی کی خاص کمیٹی کے روبرو مرزا ناصر احمد سربراہ جماعت احمدیہ نے شہادت قلم بند کروائی۔۴راگست کو وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے قادیانی مسئلہ حل کرنے کے لیے 7 ستمبر کا اعلان کر دیا۔۲۴راگست کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد پر جرح مکمل کر لی۔۲۶راگست کو اپوزیشن اراکین نے خصوصی کمیٹی کی کارروائی پر اطمینان کا اظہار کیا۔۵رستمبر کو اپوزیشن اور حکومتی اراکین کے مابین قادیانی مسئلہ کے حل کے

Marfat.com

طریقۂ کار پر اتفاق ہو گیا۔ 7/ستمبر 1974ء کے تاریخی اجلاس میں پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے دستور پاکستان میں ترمیم کے لیے اپوزیشن کے پیش کردہ ترمیمی بل کی منظوری دے دی اور آئین پاکستان کی دفعات ۱۰۶ اور ۲۶۰ میں ترمیم کرتے ہوئے قادیانیوں کے دونوں گروہوں (لاہوری واحمدی گروپ) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

خصوصی کمیٹی برائے قادیانی مسئلہ

۳۰/جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں بجٹ کی منظوری کے بعد حکومت کی طرف سے قادیانی مسئلہ بارے غور وفکر کے لیے ایک تحریک (motion) پیش کی گئی جس میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ تمام اراکین قومی اسمبلی پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی قائم کی جائے جس کے چیئرمین اسپیکر قومی اسمبلی ہوں گے۔ اجلاس میں سرکاری تحریک اور مولانا شاہ احمد نورانی و دیگر اراکین کی جانب سے پیش کردہ قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔

قومی اسمبلی کی اس خصوصی کمیٹی برائے قادیانی مسئلہ نے یکم جولائی سے کام کا آغاز کیا۔ اس کمیٹی کے اجلاس کے لیے کم از کم کورم چالیس (40) اراکین کا مقرر کیا گیا۔ یکم جولائی کے اجلاس میں خصوصی کمیٹی نے ممبران کو ۵/جولائی تک قادیانی مسئلہ بارے قراردادیں، تجاویز اور مشورے طلب کیے۔ نیز یہ طے پایا کہ خصوصی کمیٹی کی تمام کارروائی خفیہ رکھی جائے گی۔ اجلاس ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ ۳/جولائی کو خصوصی کمیٹی کا اجلاس ایک گھنٹہ سے زاید وقت تک جاری رہا جس میں کمیٹی کی کارروائی کے متعلق قواعد طے کیے گئے اور ایک رہنما کمیٹی (Steering Committee) تشکیل دی گئی جو کہ ۵/جولائی تک پیش ہونے والی قراردادوں، تجاویز اور مشوروں پر غور کرے گی۔ اس کمیٹی کے کنوینیر وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ مقرر کیے گئے جب کہ اراکین میں درج ذیل اصحاب شامل تھے:

مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا کوثر نیازی، مفتی محمود، رانا محمد حنیف خان، پروفیسر غفور احمد، عبدالعزیز بھٹی، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا ظفر احمد انصاری، مسٹر نعمت اللہ خان شنواری، ملک محمد اختر اور بیگم شیریں وہاب

رہنما کمیٹی (Steering Committee) کا اجلاس چھ جولائی کو طلب کیا گیا۔ خصوصی کمیٹی کے طے کردہ قواعد کے مطابق کسی بھی شخص کو بیان یا شہادت کے لیے طلب

Marfat.com

کیا جاسکتا اور کمیٹی کی کارروائی کے متعلقہ دستاویزات طلب کی جاسکتی ہیں، کمیٹی کوسول عدالت کے تمام تر اختیارات حاصل ہوں گے اور یہ بھی طے پایا کہ کمیٹی کی کارروائی بند کمرے میں ہوا کرے گی۔

۶رجولائی کے اجلاس میں خصوصی کمیٹی برائے قادیانی مسئلہ نے رہنما کمیٹی کی جانب سے پیش کردہ تجاویز پرغور شروع کیا۔ اجلاس میں صدرانجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام لاہور کی طرف سے تحریری طور پر نقطۂ نظر پیش کرنے کی درخواست منظور کی گئی۔ نیز مذکورہ دونوں انجمنوں کے نمائندگان کو بیانات کے لیے بلانے اور سوالات کرنے پر بھی اتفاق کیا گیا۔ اس اجلاس میں رہنما کمیٹی کے اراکین میں درج ذیل ناموں کا اضافہ کیا گیا؛

شیخ محمد رشید، سردار عبدالحلیم، میاں عطاء اللہ، چودھری ظہور الٰہی، غلام فاروق

خصوصی کمیٹی کا اجلاس ۱۳رجولائی تک ملتوی کردیا گیا۔۱۲رجولائی کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی رہنما کمیٹی کا اجلاس تقریباً ساڑھے تین گھنٹے جاری رہا جس میں انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام لاہور کے تحریری بیانات پرغور کیا گیا۔ وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ کی سربراہی میں ہونے والے اجلاس میں قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی برائے قادیانی مسئلہ کے لیے کچھ سفارشات مرتب کی گئیں۔۱۳رجولائی کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں رہنما کمیٹی کی جانب سے پیش کردہ درج ذیل سفارشات اتفاق رائے سے منظور ہوئیں:

۱۔ ۲۲رجولائی تک انجمن احمدیہ ربوہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سربراہ جناب صدرالدین کے بیانات قلم بند کر لیے جائیں۔

۲۔ ان دونوں سربراہوں پر کیے جانے والے سوالات قومی اسمبلی کے سیکرٹری کو ۲۴جولائی تک دے دیے جائیں۔

۳۔ رہبر کمیٹی ان سوالات کو آخری شکل دے گی۔

۴۔ پاکستان کے اٹارنی جنرل کی معرفت ان سربراہوں سے سوالات پوچھے جائیں گے جو ۲۵رجولائی کے بعد خاص کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کرتے رہیں گے۔

Marfat.com

۵۔ جب ان سربراہوں کے بیانات اوران سے استفسارات مکمل ہو جائیں گے تو اگر کوئی رکن اسمبلی خود اپنا بیان ریکارڈ کرانا چاہے یا دستاویزات پیش کرنا چاہے تو اسے ایسا کرنے کی اجازت ہوگی۔

۶۔ پیشتر اس کے کہ ارکان اسمبلی خاص کمیٹی میں قراردادیں پیش کریں محرک کو رہبر کمیٹی کے سامنے اپنا نقطۂ نگاہ بیان کرنے کا موقع دیا جائے گا۔

۲۲ رجولائی کو خصوصی کمیٹی برائے قادیانی مسئلہ کے دو اجلاس ہوئے جو کہ چھ گھنٹے تک جاری رہے۔ اجلاس میں جماعت احمدیہ ربوہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد کا حلفی بیان قلم بند کیا گیا۔ ۲۳ رجولائی کے اجلاس میں مرزا ناصر احمد نے اپنا حلفیہ بیان مکمل کیا جس کے بعد کمیٹی کی کارروائی ملتوی کر دی گئی۔ ۲۷ رجولائی کو خصوصی کمیٹی کا مختصر اجلاس ہوا جس میں کمیٹی کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا اور آئندہ کا پروگرام مرتب کیا گیا۔ ۳ راگست کے اجلاس میں خصوصی کمیٹی نے انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام لاہور کے بیانات پر غور وخوض کیا اور رہبر کمیٹی کی سفارشات کو حتمی شکل دی گئی۔ ۵ راگست کے اجلاس میں انجمن احمدیہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد سے مزید تحقیق کی گئی اور قادیانی مسئلہ کے مختلف اُمور پر غور کیا گیا۔

خصوصی کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ۵ راگست تا ۱۰ راگست اور ۲۰ راگست تا ۲۴ راگست (کل گیارہ دن) قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد پر جرح کی گئی۔ جرح کے لیے طریقۂ کار رہبر کمیٹی کی سفارشات کے مطابق اختیار کیا گیا۔ تمام اراکین سوالات تحریری صورت میں اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار کو دیتے اور وہ مرزا ناصر سے جواب طلب کرتے۔ ان سوالات کے جواب میں مرزا ناصر احمد نے بہتیرے پینترے بدلنے کی کوشش کی لیکن اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے بھی بھرپور تیاری کر رکھی تھی انھوں نے مرزا ناصر کو ٹال مٹول کرنے اور موضوع سے ہٹنے کی کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیا۔

۲۷ تا ۲۸ راگست (کل دو دن) کے اجلاس میں مرزائیوں کی لاہوری پارٹی (انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام، لاہور) کے نمائندگان صدرالدین، عبدالمنان عمر اور مرزا مسعود بیگ پر جرح کی گئی۔ ۲۹ تا ۳۰ راگست (کل دو دن) کے اجلاس میں علماء اسلام کی مشترکہ کاوش سے تحریر کردہ **ملت اسلامیہ کا موقف** خصوصی کمیٹی کے اجلاس میں پیش کیا گیا جسے مفتی محمود نے پڑھ کر

Marfat.com

سنایا۔۳۰ تا ۳۱ راگست کے اجلاس میں مولوی غلام غوث ہزاروی نے اپنی جانب سے الگ **محضرنامہ** پڑھ کر سنایا۔۲ رستمبر کے اجلاس سے دیگر اراکین کی قادیانی مسئلہ بارے تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا، چناں چہ ۲ ستمبر کو درج ذیل اراکین نے تقاریر کیں:

مولانا شاہ احمد نورانی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازھری، سردار مولا بخش سومرو، شہزادہ سعید الرشید عباسی، صاحب زادہ صفی اللہ، ڈاکٹر ایس محمود عباس بخاری، سردار عنایت الرحمٰن عباسی، چودھری جہانگیر علی، کرنل حبیب احمد، مغل اورنگ زیب، راؤ خورشید علی خان، میاں عطاء اللہ، بیگم نسیم جہاں، پروفیسر غفور احمد، خواجہ غلام سلیمان تونسوی، سید عباس حسین گردیزی، جناب عبدالعزیز بھٹی، چودھری غلام رسول تارڑ، محمد افضل رندھاوا، چودھری ممتاز احمد، غلام نبی چوہدری، ملک کرم بخش اعوان، غلام حسن خان ڈھانڈلہ، مخدوم نور محمد ہاشمی

۳ رستمبر کے اجلاس میں درج ذیل اراکین کی تقاریر ہوئیں:

غلام رسول تارڑ، کرم بخش اعوان، غلام غوث ہزاروی، پروفیسر غفور احمد، ڈاکٹر محمد شفیع، چودھری جہانگیر علی، مولانا ظفر احمد انصاری، حنیف خان، خواجہ جمال کوریجہ، مولوی عبدالحق

۵ رستمبر کے اجلاس میں چودھری محمد حنیف خان، ارشاد احمد خان، ملک محمد سلیمان، عبدالحمید جتوئی، ملک محمد جعفر، ڈاکٹر غلام حسین، چودھری غلام حسین تارڑ، احمد رضا خان قصوری کی تقاریر ہوئیں۔ ۶ رستمبر کے اجلاس میں اٹارنی جنرل یحیٰی بختیار نے تمام بحث کو سمیٹا اور قومی اسمبلی کے اجلاس ۷ ستمبر کے لیے متفقہ بل (bill) پر غور وخوض کیا گیا۔

قومی اسمبلی کے تمام اراکین پر مشتمل جو خصوصی کمیٹی برائے قادیانی مسئلہ کے چھ اراکین پر مشتمل ایک رہبر کمیٹی نے وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ کے ساتھ مل کر سفارشات تیار کیں جو کہ ۷ رستمبر ۱۹۷۴ء کو منظوری کے لیے پیش کی گئی۔ رہبر کمیٹی کی سفارشات حسب ذیل ہیں:

''قومی اسمبلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسب ذیل سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لیے بھیجی جائیں۔

کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی رہنما کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی طرف سے اس کے سامنے پیش یا قومی اسمبلی کی طرف سے اس کو بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بہ شمول سربراہان انجمن احمدیہ ربوہ اور

Marfat.com

انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات کرتی ہے:

(الف) کہ پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے۔

اول: دفعہ 106 (3) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

دوم: دفعہ 260 میں ایک نئی شق کے ذریعے غیر مسلم کی تعریف کی جائے مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لیے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

(ب) کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے:

تشریح: کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ 260 کی شق (3) کی تصریحات کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

(ج) کہ متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ 1973ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد 1974ء میں منتخبہ قانونی اور ضابطہ کی ترمیمات کی جائیں۔

(د) کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔"

۱۔ عبدالحفیظ پیرزادہ	۲۔ مولانا مفتی محمود
۳۔ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی	۴۔ پروفیسر غفور احمد
۵۔ غلام فاروق	۶۔ چودھری ظہور الٰہی
۷۔ سردار مولا بخش سومرو	

۷ ستمبر کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی پیش کردہ سفارشات کے مطابق قادیانیوں کو اقلیت

Marfat.com

قرار دینے کے لیے آئین پاکستان کے آرٹیکل ۱۰۶ اور ۲۶۰ میں ترمیم کے لیے وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے بل پیش کیا جسے قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کیا اور بعدازاں سینٹ کے اجلاس میں بھی اس بل کو متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔ یوں پاکستان میں ختم نبوت کے منکرین کو آئینی طور پر بھی غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ قومی اسمبلی میں آئینی ترمیم کے لیے پیش کردہ بل کا متن حسب ذیل ہے:

''ہرگاہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعدازیں درج اغراض کے لیے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے، لہٰذا بذریعہ ہذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

۱۔ مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

۱) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔

۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۲۔ آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں جسے بعدازیں آئین کہا جائے گا دفعہ ۱۰۶ کی شق ۳ میں لفظ ''فرقوں'' کے بعد الفاظ اور قوسین ''اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں)'' درج کیے جائیں گے۔

۳۔ آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم

آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں شق (۲) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی، یعنی

(۳) جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ آخری نبی ہیں۔ کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔''

Marfat.com

بیان اغراض ووجوہ

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعوی کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

عبدالحفیظ پیرزادہ

وزیر انچارج

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے ۱۲۸ اجلاس میں مجموعی طور پر ۹۶ گھنٹے قادیانی مسئلہ پر غور وخوض کیا ان ۹۶ گھنٹوں میں سے ۴۱ گھنٹے ۵۰ منٹ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد کے بیان اور سوال و جواب میں صرف ہوئے جب کہ مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کے نمائندگان پر ۸ گھنٹے ۲۰ منٹ تک جرح ہوئی۔ یوں دستور میں مذکورہ ترمیم سے قبل مرزائیوں کی دونوں پارٹیوں کو تقریباً ۵۰ گھنٹے اپنا موقف پیش کرنے کے لیے دیے گئے لیکن مرزائیوں کی دونوں پارٹیاں خود کو ملت اسلامیہ کا رکن ثابت کرنے میں ناکام رہیں اور یوں ۹۰ سال سے زاید عرصہ سے جاری قادیانی مکر وفریب کا سلسلہ بے نقاب ہوا، اور اسلامیان پاکستان کو اپنے دیرینہ مطالبہ کے حصول میں کامیابی ہوئی۔

☆

Marfat.com

شخصیات

مولانا محمد ذاکر (جامعہ محمدیہ، جھنگ):

آپ اہل سنت کے جیّد عالم دین اور جمعیت علمائے پاکستان کی جانب سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ سانحۂ ربوہ کے بعد سب سے پہلے آپ نے ہی ۲۲ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے قرارداد پیش کرنے کا نوٹس دیا، آپ کی پیش کردہ قرارداد کا متن یہ ہے:

''چوں کہ قادیانی اپنے عقائد کے لحاظ سے آئین کے جدول سوم متعلقہ دفعہ ۴۳ سے متصادم ہیں۔ اس لیے مسلمان کی تعریف میں نہیں آتے لہذا وہ اسمبلی کی نظروں میں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

ان کے عقائد کا ثبوت ان کی طرف سے شائع ہونے والا لٹریچر ہے یہ فرقہ نہ صرف مذہبی اختلاف کے اعتبار سے الگ حیثیت رکھتا ہے بل کہ سیاسی اور سماجی اعتبار سے بھی یہ فرقہ خود کو سواد اعظم سے الگ تصور کرتا ہے اور واقعات کے لحاظ سے یہ انگریز اسرائیل اور بھارت کا ففتھ کالم (fifth column) ہے جو پاکستان میں سرگرم عمل ہے اور اس کی وفاداری بھی مشکوک ہے۔ انہوں نے تقسیم ہند کے بعد سے جان بوجھ کر اپنی جماعت کا ایک حصہ قادیان میں متعین کر رکھا ہے تا کہ ضرورت پڑنے پر اس سے کام لیا جا سکے۔

......حال ہی میں ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر جو واقعہ رونما ہوا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فرقہ دراصل پاکستان میں ریاست در ریاست قائم کرنا چاہتا ہے اور اس کا اظہار مختلف موقعوں پر اس فرقے کے سرگرم کارکن کر چکے ہیں۔

اس فرقے کو معمولی تصور نہ کیا جائے بیشتر اسلامی ممالک بھی اس فرقے پر عدم اعتماد کا اظہار کر چکے ہیں۔

Marfat.com

......ان حالات کی روشنی میں پاکستان اور ملکی سالمیت کا تحفظ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس مرزائی احمدی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور کلیدی اسامیوں سے انہیں الگ کیا جائے اور ربوہ کے دروازے ساری قوم کے لیے کھول دیے جائیں۔'' (تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص ۱۷۸)

مولانا شاہ احمد نورانی:

مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار تحریک ختم نبوت میں بہت مثالی رہا۔ آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھی شامل رہے اس کے بعد ایک عرصہ تک بیرون ملک تبلیغ میں مصروف عمل رہے اور تقریباً چھ سو قادیانیوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ پاکستان واپس آ کر آپ نے پہلے خطاب میں ہی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر دیا۔ اکتوبر ۱۹۷۲ء میں جب پاکستان کے آئین کے مسودہ پر تمام پارلیمانی جماعتوں کا اجلاس ہوا تو مولانا شاہ احمد نورانی نے آئین میں ''مسلمان'' کی تعریف شامل کرنے اور ریاست کا سرکاری مذہب اسلام قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے دوٹوک الفاظ میں پیغام دیا کہ وہ کسی غیر اسلامی آئین کی حمایت نہیں کریں گے۔ بالآخر آپ کے ان مطالبات کو تسلیم کیا گیا اور آئین کے آرٹیکل ۲۶۰ میں ''مسلمان'' کی تعریف شامل کی گئی جس میں ختم نبوت پر ایمان کو لازمی جزو قرار دیا گیا، یوں ہی صدر اور وزیراعظم کے حلف میں بھی ختم نبوت پر ایمان کو شرط قرار دیا گیا۔ (جمعیت علمائے پاکستان (انگلش)، ص ۹۵)

اپریل ۱۹۷۴ء میں مکہ مکرمہ میں موتمر عالم اسلامی کا اجلاس ہوا جس میں دنیا بھر کی ۱۴۰ سے زاید مسلم تنظیمات نے شرکت کی اور متفقہ طور پر مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ ۲۶ مئی کو مولانا شاہ احمد نورانی اس اجلاس کی کارروائی اور قرارداد لے کر پاکستان واپس آئے تو ۲۹ مئی کو سانحہ ربوہ وقوع پذیر ہو گیا۔ آپ نے اسی قرارداد کی روشنی میں ایک قرارداد ترتیب دی اور اراکین قومی اسمبلی کے تائیدی دستخط حاصل کرنے لگے۔ نیز آپ نے مرزائیت کے متعلق لٹریچر اراکین اسمبلی میں تقسیم کیا اور پارلیمنٹ میں اس مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ ۱۸ جون کو قومی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے کہا:

''ملک میں کوئی قانون نافذ نہیں ہے بل کہ کاروبار حکومت چلانے کے لیے

Marfat.com

دفعہ۱۴۴اور دوسرے ہنگامی قوانین کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ ملک میں پریس کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے۔ قادیانیوں کو فوری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے کر انہیں کلیدی عہدوں سے ہٹا دیا جائے کیوں کہ اس فرقہ کے لوگ پاکستان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔

چوہدری ظفر اللہ کا پاسپورٹ ضبط کر لیا جائے۔ (آپ نے فرمایا کہ) وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کس طرح ایک ایسے شخص کو سفارتی مراعات دی جا رہی ہیں جو لندن میں بیٹھ کر ملک کی سالمیت کے خلاف کارروائیوں میں مصروف ہے۔''

(تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص ۲۹۸)

۳۱ جولائی کو ایک بیان میں حکومت کو تنبیہ کرتے ہوئے آپ نے کہا:

''اگر قومی اسمبلی نے قادیانی مسئلہ کو حل کرنے میں تاخیری حربے استعمال کیے تو اپوزیشن ارکان اس کمیٹی کا بائیکاٹ کر دیں گے جو اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔'' (تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص ۳۸۶)

۸ اگست کو ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''قومی اسمبلی کے 95 فی صد ارکان منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے حق میں ہیں اور قوی امید ہے کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے گا۔ قومی اسمبلی کی خاص کمیٹی کے روبرو قادیانی لیڈروں پر جرح تسلی بخش طور پر جاری ہے اور اس کے اچھے نتائج نکلیں گے۔ دوسرے فریق کی طرف سے وزیراعظم بھٹو پر زبردست دباؤ ڈالا جا رہا ہے اس لیے وہ قومی اسمبلی کے فیصلے پر اثر انداز بھی ہو سکتے ہیں تاہم ایسی صورت میں عوامی نمائندوں اور عوام کا ردعمل بہت سخت ہوگا۔''

(تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص ۳۹۷)

۱۳ اگست ۱۹۷۴ء کو جب مولانا شاہ احمد نورانی سرگودھا پہنچے تو سرگودھا سے سات میل باہر ان کا شاندار استقبال کیا گیا اور ان کو ٹرکوں، بسوں اور سکوٹروں پر سوار سینکڑوں افراد کے جلوس کے ساتھ شہر لایا گیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے گکھڑ منڈی میں عوام سے خطاب کرتے ہوئے

Marfat.com

حکومت پر زور دیا:

قادیانی مسئلہ عوام کی خواہشات کے مطابق ۷ ستمبر کو حل کر دیا جائے ورنہ عوام مضطرب ہو کر میدان میں نکل آئیں گے۔'' (تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص ۴۱۰)

جامع مسجد پیر حضرت عبداللہ شاہ گکھڑ میں دارالعلوم سلطانیہ رضویہ کے چھٹے سالانہ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا:

''مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو ختم کرنے کے لیے انگریز نے یہ پودا کاشت کیا تھا جس کی پاکستان کے سابق حکمران بھی آبیاری کرتے رہے ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ اسے جڑ سے اُکھاڑ پھینکا جائے۔ اگر حکومت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دے تو مسلمانوں اور حکومت کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اقلیتی فرقہ کی حیثیت سے ان کے جان و مال کی حفاظت کرے۔'' (ایضاً)

رہبر کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے آپ نے دستوری ترمیم ثانی بل کا مسودہ تیار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ بالآخر سات ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

مفتی محمود:

۱۹۷۴ء میں آپ جمعیت علمائے اسلام کے پارلیمانی لیڈر تھے۔ یہ بات تاریخ کا حصہ ہے کہ ۱۹۴۹ء تا ۱۹۵۵ء مولوی شبیر احمد عثمانی اور ۱۹۶۲ء کے ایوبی آئین کی تشکیل اور اس کے زیر سایہ اسمبلی میں مفتی محمود اور مولانا غلام غوث ہزاروی رکن رہے مگر پاکستان کے کسی پارلیمانی فورم پر قادیانیت کا مسئلہ اٹھانے کی کسی کو سعادت حاصل نہیں ہوئی۔ (جے یو پی کا پارلیمانی کردار: ۳۵)

سانحہ ربوہ کے بعد جون ۱۹۷۴ء میں جب مولانا شاہ احمد نورانی نے قرارداد ختم نبوت تیار کی اور تائیدی دستخط کے لیے مفتی محمود کو کہا تو وہ کہنے لگے:

''ارے مولانا! آپ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے مصائب و مشکلات کو بھول چکے ہیں۔ کیوں آپ خون کی ندیاں بہانا چاہتے ہیں؟؟؟''

Marfat.com

اس موقع پر مولانا شاہ احمد نورانی نے مفتی محمود کو جواب دیا؛

''آپ خون کی ندیاں بہانے کی بات کرتے ہیں اور مشکلات کی بات کرتے ہیں- ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جو بھی مصائب اور مشکلات آئیں گے انھیں سینے سے لگائیں گے مگر ناموس مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کسی بھی طرح آنچ نہیں آنے دیں گے۔'' (تحریک ختم نبوت-سیدنا صدیق اکبر تا شاہ احمد نورانی از محمد احمد ترازی، ص ۵۰۸)

مولانا شاہ احمد نورانی کا یہ جواب سن کر مفتی محمود نے قرارداد پر دستخط کر دیے جو کہ ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔ اس کے بعد مفتی محمود تحریک ختم نبوت کا باقاعدہ حصہ بن گئے اور بالآخر مرزا ناصر احمد کے محضر نامہ کے جواب میں تمام مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کی مشترکہ کوشش سے تیار کردہ محضر نامہ بنام **'ملت اسلامیہ کا موقف'** قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں پڑھنے کی ذمہ داری مفتی محمود کو ہی دی گئی۔ اس کتابچہ کی تیاری میں مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا عبدالستار خان نیازی، مفتی جمیل احمد نعیمی، مولانا محمد علی رضوی، مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، پروفیسر شاہ فرید الحق قادری، ظہور الحسن بھوپالی، مفتی محمد حسین قادری و دیگر نے حوالہ جات کی تلاش و تحقیق میں دن رات کام کیا۔ (جے یو پی کا پارلیمانی کردار: ۳۹)

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری:

آپ فقہ حنفی کے عظیم عالم دین صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے ہیں۔ جمعیت علماء پاکستان کی ٹکٹ پر رکن پارلیمنٹ منتخب ہوئے۔ پاکستان کے آئین ۱۹۷۳ء میں ''مسلمان'' کی تعریف آپ ہی کی تحریر کردہ ہے جسے بعد میں کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ آئین کا حصہ بنا لیا گیا۔ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ مولانا شاہ احمد نورانی نے آئین میں اسلامی دستور اور بالخصوص مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مطالبہ کیا تو مولانا کوثر نیازی (وزیر اطلاعات و حج و اوقاف) نے چیلنج کیا کہ علماء ''مسلمان'' کی کوئی متفقہ تعریف پیش نہیں کر سکتے۔ مولانا کوثر نیازی کے اس چیلنج کو جمعیت علمائے پاکستان کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے قبول کیا اور وعدہ کیا کہ وہ تمام مکاتب فکر کے لیے قابل قبول تعریف پیش کریں گے۔ اس اجلاس کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا محمد علی رضوی،

Marfat.com

مولانا غلام علی اوکاڑوی اور علامہ عبدالمصطفیٰ الازھری نے مل کر ایک جامع تعریف تیار کی اور پارلیمنٹ میں پیش کرنے کے لیے مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) کو دی۔ مولانا عبدالمصطفیٰ الازھری کی تیار کردہ تعریف کے الفاظ یہ ہیں:

"to accept and acknowledge the unity of God, to believe in Holy Quran, Divine Books, Sunnah, the tradition of the Holy Prophet of Islam and in all about the Messenger of God, and also in the Prophet of Islam as being the last of all Prophets thereby meaning that Hazrat Muhammad (peace be upon Him) is "Nabi-e-Akhir-uz-Zaman", and to beleive in all that He has brought and not to believe in anybody as either 'Zilli' or 'Barozi' or 'Tabai' or permanent or any kind of Prophet after Him."

(جمعیت علمائے پاکستان (انگلش) از پروفیسر مجیب احمد، ص ۹۵)

۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو مولانا شاہ احمد نورانی کی پیش کردہ قرارداد کو تیار کرنے میں بھی آپ کا تعاون شامل رہا۔ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی کارروائی کے دوران جب قادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد کو جرح کے لیے طلب کیا گیا تو مختلف جماعتوں کے علماء نے ایک سو ستر (۱۷۰) سے زاید سوالات کیے جب کہ پچھتر (۷۵) سے زاید سوالات علامہ عبدالمصطفیٰ الازھری، مولانا سید محمد علی رضوی اور مولانا محمد ذاکر نے کیے۔

(جمعیت علمائے پاکستان (انگلش) از پروفیسر مجیب احمد، ص ۱۰۸)

یکم ستمبر ۱۹۷۴ء کو بادشاہی مسجد میں خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"اگر حزب اختلاف کی طرف سے قادیانیوں کے بارے میں پیش کردہ قرارداد منظور نہ کی گئی تو حزب اختلاف قومی اسمبلی سے قطعی طور پر واک آؤٹ کر جائے گی۔ قادیانیوں کو پاکستان میں اقلیت قرار دینا ہوگا۔ انگریزوں نے مرزائیوں کو مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے کے لیے استعمال کیا اور یہ فرقہ انگریزوں کی پیداوار ہے۔...... حکومت کو آج بادشاہی مسجد کے اجتماع سے عوامی خواہشات کا اندازہ کر لینا چاہیے۔ آج اسلام کی کشتی کی ناخدائی مسلمان عوام کے ذمہ ہے۔"

(تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص ۴۱۲)

Marfat.com

اس موقع پر مولانا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے سامعین جلسہ نے ہاتھ اٹھا کر اس بات سے اتفاق کیا کہ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

مفتی سید محمود احمد رضوی:

آپ اہل سنت کے جیّد عالم دین علامہ سید ابوالبرکات قادری کے صاحب زادے اور انجمن حزب الاحناف کے صدر ہیں۔ آپ نے کئی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن میں شرح بخاری خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ متحدہ مجلس عمل کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے، آپ کی زیر قیادت تحریک پورے جوبن کے ساتھ آگے بڑھتی رہی اور مختلف شہروں وقصبوں میں اس کی ذیلی تنظیمیں قائم ہوئیں۔ ۱۴ جون ۱۹۷۴ء کو مسجد وزیر خان میں متحدہ مجلس عمل کا اجتماع جس میں تمام مکاتب فکر کے لوگوں نے شرکت کی۔ آپ کی محنت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس تاریخی اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا:

> ''جب تک مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیا جائے گا ہماری جدوجہد جاری رہے گی۔ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا دستور کے عین مطابق ہے کیوں کہ دستور میں ختم نبوت کو تحفظ دیا گیا ہے۔ جب بھی امت کا کوئی بنیادی مسئلہ زیر غور آیا ہے اس وقت علماء نے متحد ہو کر تحریک چلائی ہے۔'' (تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص ۲۷۹)

آپ نے مختلف شہروں میں مجلس عمل کے مطالبات کے حق میں اجتماعات کا انعقاد کیا اور خود خطاب بھی کیا، یوں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبے کی منظوری کے لیے پارلیمنٹ پر عوامی دباؤ کو بھرپور طریقے سے برقرار رکھا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی:

آپ جمعیت علمائے اسلام کے پارلیمانی رہنما تھے۔ ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو جب مولانا شاہ احمد نورانی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پارلیمنٹ میں پیش کی تو مولوی غلام غوث ہزاروی نے اس کی تائید نہ کی۔ بعد میں مجلس عمل کی شبانہ روز جدوجہد سے تحریک ختم نبوت جب کامیابی سے ہمکنار ہونے والی تھی تو مولانا صاحب کو فکر لاحق ہوئی کہ ان کا اس

Marfat.com

تحریک میں کوئی کردار نہیں رہا تو انھوں نے صمدانی ٹریبونل کے روبرو بہ طور گواہ پیش ہونے کی درخواست دی اور مرزا ناصر احمد کے محضر نامے کے بعد جب تمام ملت اسلامیہ کی جانب سے متفقہ طور پر تیار کردہ محضر نامہ جمعیت علمائے اسلام کے پارلیمانی لیڈر مفتی محمود کو پیش کرنے کے لیے کہا گیا تو مولانا غلام غوث ہزاروی نے اپنی جانب سے ایک الگ محضر نامہ پیش کیا تا کہ اس پوری تاریخ میں ان کی انفرادیت نظر آئے۔

مولانا عبدالستار خان نیازی:

آپ تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی مرکزی قیادت کی گرفتاری کے بعد اس کی کمان سنبھالی۔ اسی جرم کی پاداش میں آپ کو سزائے موت سنائی گئی جو کہ بعد میں (تقریباً دو سال بعد) واپس لے لی گئی۔ ۱۹۷۴ء میں آپ جمعیت علمائے پاکستان کے جنرل سیکرٹری تھے۔ سانحہ ربوہ کے بعد مرکزی مجلس عمل تشکیل دی گئی تو آپ کو نائب صدر کا عہدہ دیا گیا۔ آپ نے اپنی ولولہ انگیز تقاریر سے تحریک میں جان پیدا کردی۔ ۱۴ جون کو مسجد وزیر خان میں منعقدہ مجلس عمل کے تاریخی اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا:

> "کل ملت منتشر تھی لیکن آج عشق رسول نے انہیں متحد کردیا ہے سارے ملک میں ہڑتال ہے اور علاقائی تعصب ختم ہو گیا ہے۔ ہماری قومیت کی اساس نسل، علاقہ، زبان اور معاشی مفادات پر نہیں ہے بل کہ امت کا تصور اسلام کے اُصول، عقیدہ اور نظریہ پر ہے اور عشق رسول ہماری اساس اور ہماری امت کی بنیاد ہے۔
>
> (وزیر اعظم بھٹو کی تقریر کا ذکر کرتے ہوئے کہا) سازش اگر ہو سکتی ہے تو وہ ربوہ اور برسر اقتدار طبقہ کے درمیان ہو سکتی ہے۔ ہم کسی سازش میں ملوث نہیں ہیں۔ مسئلہ ختم نبوت سیاسی یا غیر سیاسی بات نہیں یہ ہمارا ایمان وعقیدہ ہے۔
>
> قادیانی کافروں کے ایجنٹ ہیں انہوں نے اسرائیل میں مشن قائم کر رکھا ہے اور یہود جو عالم اسلام کا دشمن ہے ان کا دوست ہے وہ نظریۂ پاکستان اور اساس پاکستان کے بھی دشمن ہیں۔ خواجہ رفیق، ڈاکٹر نذیر اور جاوید نذیر کو اس لیے گولی ماری گئی کہ وہ وزیر اعظم پر نکتہ چینی کرتے تھے تو پھر ان لوگوں کو غیر مسلم اقلیت کیوں قرار

Marfat.com

نہیں دیا جاتا جو ختم نبوت کے باغی ہیں۔'' (تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص ۲۷۷)

۲۷ جون ۱۹۷۴ء کو آپ نے ایک بیان میں حکومت کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

''وہی حکومت اب پاکستان میں چل سکے گی جو قادیانیوں کا مسئلہ حل کرے گی۔ وقت مقررہ پر اگر اس مسئلہ کو حل نہ کیا گیا تو پیدا ہونے والے تمام سنگین حالات کی ذمہ داری حکومت پر عاید ہوگی۔'' (ایضاً ص ۳۳۹)

یکم ستمبر ۱۹۷۴ء کو بادشاہی مسجد میں تاریخی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نے کہا:

''یہ ختم المرسلین کا معجزہ ہے کہ قوم متحد ہو چکی ہے۔ ختم نبوت کا عقیدہ محض اُخروی نجات کا ذریعہ نہیں ہے بل کہ دنیا میں بھی مسلمان اس عقیدے کی بدولت خدا کے غضب سے بچ سکتے ہیں۔ آج کا اجتماع اندھوں کو آنکھیں دینے، بہروں کو کان دینے اور بے شعور لوگوں کو شعور دینے کے لیے کافی ہے۔

دنیا کی کوئی طاقت منکرین ختم نبوت کو پناہ نہیں دے سکتی۔ حکومت کی جانب سے یہ کہا جارہا ہے کہ قومی اسمبلی کا فیصلہ قومی اجتماع کی حیثیت رکھتا ہے، یہ کہنا صحیح نہیں۔ قوم نے ۱۴ جون کو ہڑتال کر کے ثابت کر دیا تھا کہ مسلمان منکرین ختم نبوت کو کسی صورت بھی اپنی صفوں میں شامل نہیں کرنا چاہتے۔ آج قوم عشق رسول کی بدولت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو چکی ہے۔ ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ بیچ میں سے ہٹ جائے تو ملت تباہ ہو جائے گی۔''

(تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص ۴۱۴)

سید ابوالاعلیٰ مودودی:

تحریک کے ایام میں سید مودودی علالت کے سبب ملک سے باہر تھے، اس لیے تحریک میں بہ ذات خود کردار ادا کرنے سے قاصر رہے تاہم جماعت اسلامی مجلس عمل کے پلیٹ فارم سے اس تحریک کا حصہ رہی۔ ایام تحریک میں مسئلہ ختم نبوت کے حوالے سے سید مودودی صاحب کا تحریر کردہ مقالہ روزنامہ نوائے وقت، لاہور نے دس اقساط میں شائع کیا۔ نیز یکم ستمبر ۱۹۷۴ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں مجلس عمل کے زیر انصرام منعقدہ اجتماع میں سید مودودی تقریر کے لیے سٹیج

Marfat.com

پر آئے تو ہنگامہ برپا ہو گیا، تاہم مودودی صاحب نے اپنی تحریر کردہ تقریر اخباری نمائندوں کے سپرد کر دی، اس تقریر میں آپ نے منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے، مرزائیوں کو کلیدی اسامیوں سے الگ کرنے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کا مطالبہ کیا۔

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو:

اگرچہ پیپلز پارٹی نے قادیانی مسئلہ کو ابتدائی طور پر دبانے کی بھرپور کوشش کی لیکن جب کامیابی نہ مل سکی تو وزیراعظم بھٹو نے اس مسئلہ کو حل کرنے کا عزم مصمم کر لیا اور ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو سرکاری تحریک کے ذریعے تمام قومی اسمبلی کے اراکین پر مشتمل خصوصی کمیٹی قائم کر دی۔ اس سے قبل ۱۳ جون کو وزیراعظم بھٹو نے پوری قوم سے وعدہ کیا کہ وہ قادیانی مسئلہ کا تسلی بخش حل ضرور نکالیں گے۔ اپنی تقریر میں بھٹو نے کہا:

"میں بڑے مضبوط اعصاب والا سیاست دان ہوں اور ناکام سیاست دانوں کے الٹی میٹم سے نہیں ڈرتا۔ اگر وہ میرے سینے پر بندوق رکھ کر فیصلہ کرانا چاہتے ہیں تو اس میں انہیں کبھی کامیابی نہ ہوگی۔ میں یہ فیصلہ دو منٹ کے اندر کر سکتا ہوں مگر دباؤ کے تحت کبھی نہیں کروں گا۔ میں قادیانیوں کے مسئلہ کا جمہوری منصفانہ اور صحیح فیصلہ کر دوں گا اور مجھے اپنے فیصلے پر فخر ہوگا۔ یہ فیصلہ کرانے کے لیے وقت کی قید نہیں لگائی جا سکتی۔

اس وقت صمدانی ٹریبونل ربوہ کے واقعہ کی تحقیقات کر رہا ہے، ہمیں اس کے فیصلے اور سفارشات کا بھی انتظار کرنا چاہیے۔ اس فیصلہ سے بھی ہمیں کچھ باتیں مل سکتی ہیں۔ بجٹ منظور ہونے کے فوراً بعد میں یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں لے جاؤں گا۔ ۳۰ جون سے پہلے اسے قومی اسمبلی میں پیش کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیوں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ بجٹ پر بحث ادھوری چھوڑ کر کوئی اور مسئلہ چھیڑ دیا جائے۔ بجٹ منظور ہونے کے فوراً بعد جولائی کے پہلے ہفتے میں قومی اسمبلی سے کہوں گا کہ وہ اس بارے میں ایک قرارداد منظور کرے اس کے بعد قومی اسمبلی کو اختیار ہوگا کہ وہ یہ مسئلہ اسلامی مشاورتی کونسل کو پیش کر دے یا سپریم کورٹ کے کسی جج کے سپرد کر دے۔

Marfat.com

ختم نبوت کا مسئلہ ہرگز متنازعہ نہیں - فیصلہ تو ہو چکا ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جو شخص ختم نبوت کا قائل نہیں ہے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا - اب اسے ضابطے کے تحت لانا باقی ہے۔

گزشتہ عام انتخابات میں قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کو ووٹ دیے تھے لیکن انہوں نے ہمیں خرید تو نہیں لیا۔ ووٹ تو ہمیں شیعوں اور دوسرے فرقوں نے بھی دیے مگر ہم ان کے محتاج تو نہیں۔ میں صرف اللہ کا محتاج ہوں اور پاکستان اور اس کے عوام سے وفاداری میرا ایمان ہے۔ میں وہی کروں گا جو میرا ضمیر کہے گا۔......

......بعض سیاست دان مجھ سے قادیانیوں کے مسئلہ پر بات چیت کرنے آئے اور انہوں نے کہا کہ اگر آپ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیں تو پوری قوم آپ کو ہیرو مان لے گی لیکن میں ہیرو نہیں بننا چاہتا۔ یوں تو میں 1965ء کی جنگ سے لے کر عام انتخابات تک ہمیشہ ہی ہیرو رہا ہوں لیکن فی الحقیقت مجھے یہ خطاب حاصل کرنے کی آرزو نہیں۔'' (تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص ۱۷۲)

وزیر اعظم بھٹو نے مزید کہا:

''میں مسلمان ہوں، مجھے مسلمان ہونے پر فخر ہے۔ کلمہ کے ساتھ پیدا ہوا تھا اور کلمہ کے ساتھ مروں گا۔ ختم نبوت پر میرا ایمان کامل ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں نے ملک کو جو دستور دیا ہے اس میں ختم نبوت کی اتنی ٹھوس ضمانت نہ دی گئی ہوتی۔

یہ شرف اسی گنہ گار کو حاصل ہوا ہے اور ہم ہی نے اپنے دستور میں صدر مملکت اور وزیر اعظم کے لیے ختم نبوت پر کامل ایمان کو لازمی شرط قرار دیا ہے۔ ہم نے یہ ضمانت اس لیے دی ہے کہ ہمارے ایمان کی رُو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے آخری رسول تھے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ میں نے ملک کو نیا عوامی دستور دیا۔ صوبائی خودمختاری کے مسئلہ کو نمٹا ڈالا۔ شملہ کا معاہدہ کیا، لسانی جھگڑا طے کر دیا، بنگلہ دیش کو تسلیم کر کے تعلقات کی تجدید کی، بلوچستان کا سیاسی مسئلہ حل کر رہا ہوں اور ان شاء اللہ عوام کے تعاون سے قادیانیوں کا مسئلہ بھی مستقل طور پر حل کر دوں گا،

Marfat.com

اس بارے میں جو بھی فیصلہ ہوگا وہ منصفانہ ہوگا۔ یہ اعزاز بھی مجھے ہی حاصل ہوگا اور یوم حساب خدا کے سامنے میں اس کام کے لیے سرخ رُو ہوں گا۔" (ایضاً ص ۲۷۳)

۳۰ جون کو قرارداد کی متفقہ منظوری کے بعد وزیراعظم بھٹو نے خصوصی کمیٹی کی کارروائی جاری رہی اور وزیراعظم بھٹو دیگر ملکی مسائل کے حل میں مشغول رہے، اس دوران ۴ اگست ۱۹۷۴ء کو وزیراعظم نے اعلان کیا کہ سات ستمبر کو قادیانی مسئلہ حل کر دیا جائے گا، چناں چہ سات ستمبر کو پارلیمنٹ کے اجلاس میں دستوری ترمیم ثانی کا بل متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا۔ ان تاریخی لمحات میں وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے خطاب کرتے ہوئے کہا:

جناب اسپیکر! میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے تو اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لیے اس بات پر زور دے رہا ہوں۔ ہم نے اس مسئلہ پر ایوان کے تمام ممبروں سے تفصیلی طور پر تبادلۂ خیال کیا ہے جن میں تمام پارٹیوں کے اور ہر طبقۂ خیال کے نمائندے موجود تھے۔ آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے یہ ایک قومی فیصلہ ہے۔ یہ ایک پرانا مسئلہ ہے، نوّے (۹۰) سال پرانا مسئلہ ہے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ ۱۹۵۳ء میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے وحشیانہ طور پر طاقت کا استعمال کیا گیا تھا جو اس مسئلہ کے حل کے لیے نہیں، بل کہ اس مسئلہ کو دبا دینے کے لیے تھا۔ ہماری موجودہ مساعی کا مقصد یہ رہا ہے کہ اس مسئلہ کا مستقل حل تلاش کیا جائے۔ تمام قوم گذشتہ تین ماہ سے تشویش کے عالم میں رہی اور اس کشمکش اور بیم و رجا کے عالم میں رہی۔ میں یہاں اس وقت یہ دہرانا نہیں چاہتا کہ ۲۲ اور ۲۹ رمئی کو کیا ہوا تھا۔ میں موجودہ مسئلہ کی وجوہات کے بارے میں بھی کچھ نہیں سننا چاہتا کہ یہ مسئلہ کس طرح رونما ہوا اور کس طرح اس نے جنگل کی آگ کی طرح تمام ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

جناب اسپیکر! میں آپ کو یہ بتانا مناسب نہیں سمجھتا کہ اس مسئلہ کے باعث اکثر میں پریشان رہا اور راتوں کو مجھے نیند نہیں آئی۔ اس مسئلہ پر جو فیصلہ ہوا ہے میں

Marfat.com

اس کے نتائج سے بہ خوبی واقف ہوں۔ پاکستان وہ ملک ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کی اس خواہش پر وجود میں آیا کہ وہ اپنے لیے ایک علاحدہ مملکت چاہتے تھے۔ اس ملک کے باشندوں کی اکثریت کا مذہب اسلام ہے میں اس فیصلہ کو جمہوری طریقہ سے نافذ کرنے میں اپنے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا اُصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ اسلام کی خدمت ہماری پارٹی کے لیے اولین اہمیت رکھتی ہے۔ یہ فیصلہ مذہبی بھی ہے اور غیر مذہبی بھی۔ مذہبی اس لحاظ سے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے جو بل کہ ہم نے پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیے ہیں۔ ہر پاکستانی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ فخر و اعتماد سے بغیر کسی خوف کے اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کر سکے۔ پاکستان کے آئین میں پاکستانی شہریوں کو اس بات کی ضمانت دی گئی ہے۔

جناب اسپیکر! میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں اور اس ایوان کے باہر کے ہر شخص کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ فرض پوری طرح اور مکمل طور پر ادا کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں کسی شخص کے ذہن میں یہ شبہ نہیں رہنا چاہیے۔ ہم کسی قسم کی غارت گری اور تہذیب سوزی یا کسی پاکستانی طبقے یا شہری کی توہین اور بے عزتی برداشت نہیں کریں گے۔

جناب اسپیکر! کیا معلوم کہ مستقبل میں ہمیں زیادہ مشکل مسائل کا سامنا کرنا پڑے، لیکن میری ناچیز رائے میں جب سے پاکستان وجود میں آیا، یہ مسئلہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا۔ کل کو اس سے زیادہ پیچیدہ اور مشکل مسائل ہمارے سامنے آسکتے ہیں۔ ہم اس مسئلہ کو ہائی کورٹ یا اسلامی نظریاتی کونسل کے سپرد کر سکتے تھے یا اسلامی سیکرٹریٹ کے سامنے پیش کیا جا سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت اور حتی کہ افراد بھی مسائل کو ٹالنا جانتے ہیں اور انھیں جوں کا توں رکھ سکتے ہیں اور حاضرہ صورت حال سے نپٹنے کے لیے معمولی اقدامات کر سکتے ہیں لیکن ہم نے اس مسئلہ کو اس انداز سے نبٹانے کی کوشش نہیں کی ہم اس مسئلہ کو ہمیشہ کے لیے حل کرنے کا جذبہ رکھتے

Marfat.com

تھے۔

جناب اسپیکر! میں ایک بار پھر دہراتا ہوں کہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے، یہ ایک فیصلہ ہے جو ہمارے عقائد سے متعلق ہے اور یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے اور پوری قوم کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے۔ میرے خیال میں یہ انسانی طاقت سے باہر تھا کہ یہ ایوان اس سے بہتر کچھ فیصلہ کرسکتا اور میرے خیال میں یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ اس مسئلہ کو دوامی طور پر حل کرنے کے لیے موجودہ فیصلے سے کم کوئی اور فیصلہ ہوسکتا تھا۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوسکتے ہیں جو اس فیصلے سے خوش نہ ہوں۔ ہم یہ توقع بھی نہیں کرسکتے کہ اس مسئلہ کے فیصلے سے تمام لوگ خوش ہوسکیں گے جو گذشتہ نوّے (۹۰) سال سے حل نہیں ہوسکا۔ اب میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کروں لیکن میں یہ کہوں گا کہ یہ ان لوگوں کے طویل المیعاد مفاد کے حق میں ہے کہ یہ مسئلہ حل کرلیا گیا ہے۔ آج یہ لوگ ناخوش ہوں گے ان کو یہ فیصلہ پسند نہ ہوگا، ان کو یہ فیصلہ ناگوار ہوگا، لیکن حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اور مفروضہ کے طور پر اپنے آپ کو ان لوگوں میں شمار کرتے ہوئے -میں یہ کہوں گا کہ ان کو بھی اس بات پر خوش ہونا چاہیے کہ اس فیصلے سے یہ مسئلہ حل ہوا اور ان کو آئینی حقوق کی ضمانت حاصل ہوگئی۔ مجھے یاد ہے کہ جب حزب مخالف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے یہ تحریک پیش کی تو انھوں نے ان لوگوں کو مکمل تحفظ دینے کا ذکر کیا تھا جو اس فیصلے سے متاثر ہوں گے، ایوان اس یقین دہانی پر قائم ہے، یہ ہر پارٹی کا فرض ہے، حزب مخالف کا فرض ہے اور ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کی یکساں طور پر حفاظت کریں۔ اسلام کی تعلیم رواداری ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری مملکت اسلامی مملکت ہے، ہم مسلمان ہیں، ہم پاکستانی ہیں اور یہ ہمارا مقدس فرض ہے کہ ہم تمام فرقوں، تمام لوگوں اور پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں طور پر تحفظ دیں۔ (تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، ص۴۳۱-۴۳۴)

☆

Marfat.com

روزنامہ جنگ، کراچی

Marfat.com

وزیراعظم کا مشورہ

۶رجون ۱۹۷۴ء

ربوہ ریلوے اسٹیشن پر پیش آنے والا واقعہ ہر محبّ وطن کے لیے تشویش اور افسوس کا باعث ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ باعث تشویش اس واقعہ پر ردعمل کا وہ سلسلہ ہے جو ملکی ترقی میں بھی رخنہ ڈال سکتا ہے اور بیرون ملک پاکستان کی مزید ذلت ورُسوائی کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ اس وقت پاکستان جن داخلی اور بیرونی مسائل سے دوچار ہے نہ تو ان کی تعداد کم ہے اور نہ اس دوران ان کی سنگینی میں کوئی کمی آئی ہے۔ اس صورت حال کی موجودگی میں ربوہ کے واقعہ پر جذبات کو قابو میں رکھنا ازحد ضروری ہے۔ اسی بنا پر وزیراعظم مسٹر بھٹو نے قومی اسمبلی میں حزب اختلاف اور تمام محبان وطن کی توجہ اس مسئلہ کی طرف مبذول کراتے ہوئے ''حالات پر مہذب شہریوں کی طرح پوری سنجیدگی کے ساتھ غور'' کرنے اور جذبات سے اجتناب برتنے کا مشورہ دیا ہے۔

جہاں تک واقعہ ربوہ اور اس کے بعد پیش آنے والے دیگر واقعات کی سنگینی کا تعلق ہے کوئی فرد اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد غور طلب بات یہ ہے کہ اس پر ایک مہذب وغیور اور صدہا مشکلات میں گھری ہوئی قوم کی حیثیت سے ہمارا ردعمل کیا ہونا چاہیے کہ ہمارے پریشان حال ملک کو بھی نقصان نہ پہنچے اور صورت حال خراب کرنے کے ذمہ دار افراد کو قرار واقعی سزا بھی مل جائے؟

ہم سمجھتے ہیں کہ اس موقع پر ٹھنڈے دل کے ساتھ غور کرنا چاہیے اور ان بیرونی خطرات کو ہرگز نظرانداز نہیں کرنا چاہیے جن میں ہمارا ملک چاروں طرف سے گھرا ہوا ہے۔ وزیراعظم بھٹو نے حزب اختلاف سے یہ بات بڑی دل سوزی کے ساتھ کہی ہے کہ:

''اس وقت جب کہ آپ تحریک التوا کو بحث کے لیے قبول کرنے یا نہ کرنے

Marfat.com

کی بابت فیصلہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں...... پوری دنیا کے لوگ آپ کے بارے میں ایک فیصلہ دے چکے ہیں۔ دنیا کے لوگ اس پر حیرت کر رہے ہیں کہ پاکستان کے سماجی ڈھانچے میں کیا گڑ بڑ ہوگئی ہے۔''

سچی بات یہ ہے کہ اس وقت یہی سب سے بڑا مسئلہ ہے کہ پاکستان میں سماجی ڈھانچے کو کس طرح دوبارہ اُستوار کیا جائے؟ ترقی وخوش حالی کی منزلوں سے محرومی کس طرح دُور کی جائے؟ اور ان مقاصد کے لیے جمہوریت اور قانون کی عمل داری کی ضروری نشوونما کو خطرات سے کس طرح بچایا جائے؟ لہذا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وزیراعظم نے ربوہ کے واقعہ پر قوم کی توجہ جس مثبت اور پُر امن رویہ کی ضرورت کی طرف مبذول کرائی ہے، وہ داخلی امن وسکون کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

مسٹر بھٹو نے کھلے دل کے ساتھ موجودہ صورت حال کو ایک قومی مسئلہ تسلیم کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سلسلے میں ان کے اور حزب اختلاف کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ جب وہ اسے ایک قومی مسئلہ تسلیم کرتے ہیں تو اس کے حل کی طرف سے دوسروں کی طرح وہ بھی فکر مند ہیں لیکن اس طرح کے مسائل بحث مباحثہ سے یا سڑکوں پر کسی قسم کی کارروائی سے کبھی حل نہیں ہوا کرتے۔ ان کے حل کا ایک طریقہ ہوتا ہے اس طریقۂ کار کے مطابق ہائی کورٹ کے ایک جج کو پورے معاملے کی عدالتی تحقیقات پر مامور کیا گیا ہے اور ان سے کہا گیا ہے کہ وہ جلد از جلد اپنی رپورٹ اور سفارشات حکومت کے سامنے پیش کریں۔ تحقیقات کے مکمل ہونے تک قوم کو مہذب اور جمہوری طریقۂ کار پر یقین کی سخت آزمائش درپیش ہے۔ اگر خدانخواستہ اس دوران لوگوں نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیے رکھا تو ایک طرف تو عدالتی تحقیقات کا مقصد فوت ہو جائے گا اور دوسری طرف پاکستانی قوم کو یہ طعنہ بھی سننا پڑے گا کہ وہ ملک کے لیے خطرناک معاملات میں بھی صبر وتحمل کا مظاہرہ نہیں کرپاتی۔

یوں تو اس موقع پر پوری قوم کو بڑی ہوش مندی کا مظاہرہ کرنا ہے لیکن عام لوگوں کے مقابلے میں ہمارے سیاست دانوں کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں جیسا کہ وزیراعظم بھٹو نے حزب اختلاف کی پارٹیوں سے کہا ہے، انھیں پوری صورت حال پر بڑی سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیے جہاں تک مسئلہ کے مذہبی پہلوؤں کا تعلق ہے ان کے بارے میں اختلافات موجودہ

Marfat.com

حکومت کے پیدا کردہ نہیں ہیں۔ یہ اختلافات تقسیم سے پہلے سے موجود ہیں، ان پر طویل بحث و مباحثہ بھی ہوتا رہا ہے اور ۱۹۵۳ء میں ان کی وجہ سے ایک خطرناک صورت حال بھی پیدا ہو چکی ہے لیکن اس سب کا حاصل یہ ہے کہ اختلافات میں مزید شدت پیدا ہوتی۔ یہ سب کچھ خواہ کسی طرح بھی ہوا ہو لیکن اس سے موجودہ حکومت کا کوئی تعلق نہیں ہے لہذا ان حالات کی سزا بھی حکومت کو نہیں ملنی چاہیے۔ حب الوطنی اور سُوجھ بُوجھ کا تقاضا یہ ہے کہ حکومت کے واضح موقف کو سمجھا جائے اور اس مخصوص مسئلہ کو حکومت کے خلاف استعمال کرنے سے اجتناب برتا جائے۔ موجودہ حکومت آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ختمی مرتبت ہونے پر پورا یقین رکھتی ہے اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس سے قبل کسی اور حکومت نے ملک کے سب سے بڑے عہدیداروں کے حلف میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خاتم النبیین تسلیم کرنے کا عہد شامل نہیں کیا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ وزیر اعظم نے ربوہ کے واقعہ کے سلسلے میں جو موقف اختیار کیا ہے وہ ملک کے وسیع تر مفادات اور بیرون ملک پاکستان کے وقار کی حفاظت کے پیش نظر بالکل درست ہے۔ قوم کی ترقی کی دشوار منزلیں حاصل کرنے کے لیے بہر حال نظم وضبط اور قانون کے احترام کی شدید ضرورت ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا عوام کا کام ہے کہ وہ کوشش کر کے نظم وضبط اور قانون کے احترام کی روایت قائم کریں گے یا ایسے حالات پیدا کریں گے جو ہر حکومت کے لیے وبال جان بن جائیں۔

☆

Marfat.com

وزیر اعظم کا صحیح فیصلہ

۱۶رجون ۱۹۷۴ء

وزیر اعظم بھٹو کی نشری تقریر اس اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اس کا تعلق ایک ایسے انتہائی نازک مذہبی مسئلے سے ہے جو گذشتہ چند روز سے عوام میں بڑے اضطراب اور ہیجان کا سبب بنا رہا ہے لیکن اب وزیر اعظم کی اس تقریر کے بعد بجا طور پر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ عوام کے اضطراب میں کمی آجائے گی اور منفی سرگرمیوں کی جگہ مسئلے کو حل کرنے کے لیے ان کا مثبت تعاون حاصل ہو جائے گا۔ اس مسئلے میں وزیر اعظم بھٹو کو عوام، سیاسی جماعتوں اور علما کا تعاون حاصل نہ ہونے کی اب کوئی وجہ باقی نہیں رہی ہے۔ اس کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ اصولی طور پر اس بارے میں جمہور پاکستان اور وزیر اعظم کے درمیان نہ پہلے کبھی کوئی اختلاف تھا اور نہ اب ہے۔ وزیر اعظم نے تو اپنی تقریر میں صاف طور پر یہ کہہ دیا کہ جو ختم نبوت کو نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں۔

لیکن وزیر اعظم نے اپنی انفرادی حیثیت میں یہ اعلان کیا ہے۔ ظاہر ہے اس اعلان اور عامۃ المسلمین کے عقیدے کے مطابق پاکستان کے کسی ایسے فرد یا گروہ کو مسلمانوں کے زمرے میں شامل نہیں کیا جا سکتا جو ختم نبوت کو نہ مانتا ہو۔ وزیر اعظم بھٹو اگر چاہتے تو عوام کے جذبات اور عوام کے ہمہ گیر مطالبے کو سامنے رکھ کر اپنی نشری تقریر ہی میں ختم نبوت کا انکار کرنے والوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیتے لیکن وزیر اعظم نے اس طریقے کو پسند نہیں ں کیا، اس کی وجہ انھوں نے یہ بتائی کہ فی الاصل یہ ایک سیاسی نہیں بل کہ مذہبی مسئلہ ہے اور بڑی نزاکتوں کا حامل ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کا حق کسی ایک فرد کو خواہ وہ کتنے ہی بڑے منصب پر کیوں نہ فائز ہو، حاصل نہیں ہو سکتا۔ وزیر اعظم نے اس سلسلے میں تین اہم قومی اداروں قومی اسمبلی، اسلامی مشاورتی کونسل اور سپریم کورٹ کا بھی حوالہ دیا جن کی طرف اس مسئلے کا حل معلوم کرنے کے لیے

Marfat.com

رجوع کیا جا سکتا ہے، ساتھ ہی انھوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ بجٹ پر بحث ختم ہوتے ہی قومی اسمبلی میں احمدیوں کے مسئلے کو زیر بحث لایا جائے گا۔

اس بات سے کوئی شخص اختلاف نہیں کر سکتا کہ وزیر اعظم نے جس طریقے کی نشان دہی کی ہے وہ قطعی طور پر ایک نہایت معقول اور جمہوری طریقہ ہے۔ یہ طریقہ نہ صرف اسلامی اقدار و روایات کے مطابق ہے بل کہ آج ہر جمہوری ملک میں مسائل اسی طرح حل کیے جاتے ہیں تاہم سیاسی دائرے میں جمہوری ملکوں کے صدر اور وزرائے اعظم قوم و ملک کے مفاد میں اہم فیصلے کرنے کا بھی اختیار رکھتے ہیں۔ وہ وقت پر اہم فیصلے کرتے رہے ہیں اور ان فیصلوں کی توثیق کے لیے اسمبلی اور عوامی نمائندوں کی طرف بعد میں رجوع کرتے رہے ہیں چناں چہ وزیر اعظم نے اپنی نشری تقریر میں صاف طور پر یہ کہا کہ اگر یہ کوئی سیاسی فیصلہ ہوتا تو میں بے جھجک کر گزرتا لیکن اس فیصلے کا تعلق بنیادی طور پر مذہب سے ہے، اس لیے یہ بہتر ہے کہ اس نازک مسئلے پر اسمبلی میں سیر حاصل بحث کے بعد کوئی فیصلہ کیا جائے۔

قومی اسمبلی میں بحث کے بعد کسی فیصلے پر پہنچنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ بیرونی دنیا بھی اس مسئلے کی نوعیت اور اس کے تمام پہلوؤں سے واقف ہو جائے گی اور اسے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ جو فیصلہ کیا گیا ہے وہ ہماری قومی زندگی کے لیے کس قدر اہمیت رکھتا تھا۔ اس طرح ان لوگوں کی راہ میں بھی مشکلات پیدا ہوں گی جو اس مسئلے کی آڑ میں پاکستان کے خلاف شرانگیز پروپیگنڈہ کی مہم شروع کیے ہوئے ہیں اور آیندہ بھی وہ اس مہم کو جاری رکھنے کے ارادے اور منصوبے رکھتے ہیں۔

بہر حال وزیر اعظم کی اس یقین دہانی کے بعد کہ اس مسئلے کو جو گذشتہ اسّی نوے سال سے موجود ہے اور پاکستان میں ۲۶ سال سے ہمارے لیے دردِ سر کا سبب بنا ہوا ہے۔ جمہوری و دستوری طریقوں سے مستقل طور پر حل کر دیا جائے گا، اب عوام میں اضطراب اور ہیجان ختم ہو جانا چاہیے اور ہر شخص کو وزیر اعظم کی اس اپیل پر توجہ دینی چاہیے کہ انتشار پسند عناصر اور بیرونی ایجنٹ موجودہ صورت حال کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال نہ کر سکیں۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ سیاسی و مذہبی جماعتیں ان کے لیڈر اور علما وزیر اعظم بھٹو کے ساتھ بھرپور تعاون کریں اور قومی اسمبلی کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مسئلے کو اس عمدگی کے

Marfat.com

ساتھ حل کر دیں کہ آیندہ یہ مسئلہ پھر کبھی پاکستان میں انتشار پھیلانے اور ملک کی سالمیت کے لیے مسائل پیدا کرنے کا سبب نہ بن سکے۔

☆

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی

۳رجولائی ۱۹۷۴ء

قادیانیوں کے مسئلے پر قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کا قیام ایک بالکل صحیح اور جمہوری فیصلہ ہے۔ وزیراعظم بھٹو نے ۱۲جون کی اپنی نشری تقریر میں یہ وعدہ کیا تھا کہ بجٹ اجلاس کے ختم ہوتے ہی قادیانی مسئلے کو قومی اسمبلی میں پیش کر دیا جائے گا تاکہ عوام کے نمائندے اچھی طرح بحث وتمحیص کے بعد اس مسئلے کا کوئی موثر اور منصفانہ حل تلاش کر سکیں۔ اب وزیراعظم نے اپنے اس وعدے کو پورا کر دیا ہے۔

کمیٹی کے قیام کے لیے وفاقی وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے اراکین حزب اختلاف سے صلاح ومشورے کے بعد اسمبلی میں جو تحریک پیش کی تھی اسے اتفاق رائے سے منظور کر لیا گیا۔

کمیٹی سارے ایوان پر مشتمل ہو گی جس کے لیے 40 ارکان کا کورم (quorum) تجویز کیا گیا ہے، 30 ارکان سرکاری اور 10 ارکان حزب اختلاف کی نمائندگی کریں گے۔ اس کمیٹی پر آئین کے وہی قواعد وضوابط لاگو ہوں گے جو اس طرح کی کمیٹیوں کے لیے مقرر کیے گئے ہیں البتہ کمیٹی کو ضرورت پڑنے پر مزید قواعد وضع کرنے کا اختیار حاصل ہو گا۔ کمیٹی اس سوال پر بحث کرے گی کہ اسلام میں ان لوگوں کی حیثیت کیا ہے، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر یقین نہیں رکھتے۔ ایوان میں حزب اختلاف کی جانب سے ایک قرارداد پیش کی گئی ہے جسے اتفاق رائے سے خصوصی کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا۔ اس قرارداد میں قادیانیوں کو غیر

Marfat.com

مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

اس قرارداد کے بعد کمیٹی کے سامنے ایک اُصولی مسئلہ، ایک مخصوص طبقے کے عقائد و نظریات کو سامنے رکھ کر اس کی حیثیت کے تعین کا مسئلہ بھی آ گیا ہے اور وہ اپنے مفوضہ فرائض کے مطابق ضروری شہادتوں اور دستاویزوں کا جائزہ لینے اور تمام تجویزوں پر اچھی طرح بحث کے بعد مقررہ وقت میں اپنی سفارشات قومی اسمبلی کے سامنے پیش کر دے گی اور پھر یہ قومی اسمبلی کا کام ہوگا کہ کمیٹی کی سفارشات کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کرے۔

کسی مسئلے کے حل اور کسی تنازع کے تصفیے کا باوقار اور جمہوری طریقہ یہی ہوتا ہے۔ وزیر اعظم بھٹو نے اپنی نشری تقریر میں بھی یہی کہا تھا کہ اس مسئلے کو بڑے وقار کے ساتھ اور جمہوری طریقے پر اس طرح حل کر لیا جائے گا کہ ملک کے باہر بھی لوگ اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت جمہوری طرز عمل کا مظاہرہ کرنا ہمارے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ پاکستان کے دشمن پاکستان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں اور وہ دنیا کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ پاکستان میں جمہوریت برائے نام ہے دراصل یہاں شخصی اور گروہی آمریت کام کر رہی ہے اور وہ اپنی من مانی کر رہی ہے۔ اس پروپیگنڈے کا مقصد پاکستان کی سالمیت و آزادی کے خلاف اپنے منصوبوں کے لیے راہ ہموار کرنا ہے۔ ان سازشوں کو ناکام بنانے کی صرف یہی صورت ہے کہ ہم معروف جمہوری طریقوں کے مطابق فیصلے کریں۔ ان فیصلوں کے پیچھے ملک کے عوام کی رضامندی، ان کی آرزوؤں اور جذبات کا احترام ہونا چاہیے کیوں کہ ایسے فیصلے ہی پائیدار ہوتے ہیں۔ اس بنیاد کے حاصل ہو جانے کے بعد ہمیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہیے کہ دنیا کیا کہتی ہے اور کیا کرتی ہے اگر ہمارے فیصلے جمہوری ہوں گے اور ان کے پیچھے عوام کی طاقت ہوگی تو ہمارے دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

اب کمیٹی کو اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ اتفاق رائے سے اپنی سفارشات پیش کرے اور حتی الامکان کم از کم وقت میں اپنا کام مکمل کرنے کی کوشش کرے۔ دوسری طرف عوام اس کمیٹی کے ساتھ امن و قانون کو برقرار رکھ کر اور نظم و ضبط قائم رکھ کر تعاون کر سکتے ہیں۔ وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ کمیٹی کے قیام اور جمہوری طریق کار کے آغاز کے بعد اب مظاہروں کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں اب تک جو کچھ ہو چکا ہے، ٹربیونل میں واقعہ ربوہ پر کھلی بحث سے جو باتیں سامنے آئی ہیں اور ملک بھر میں اس مسئلے پر جو عام بحث ہوتی رہی ہے وہ سب اس مسئلے کی سنگین نوعیت اور اس مسئلے کے ساتھ عوام کی جذباتی وابستگی کو ظاہر کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔ ظاہر ہے ایک ایسے مسئلے کو نہ نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور نہ ٹالا جا سکتا ہے۔ یہ بات ملک اور قوم کے عین مفاد میں ہے کہ اس مسئلے کو جو بار بار بڑے سنگین قسم کے مسائل پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے، ایک بار قطعی طور پر حل کر لیا جائے۔ پاکستان کو اس وقت بڑے سیاسی اور اقتصادی مسائل درپیش ہیں جو عوام اور ان کے نمائندوں کی زیادہ سے زیادہ توجہ اور وقت کے طالب ہیں، ان مسائل کی موجودگی میں یہ اور اس طرح کے دوسرے مسائل کو باقی رکھنا اور ان میں بار بار اُلجھ کر اپنا قیمتی وقت اور صلاحیتیں ضائع کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ ایک طرف قومی اسمبلی کے ارکان اس مسئلے کو حل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے اور دوسری طرف عوام پورے صبر و تحمل کے ساتھ اور امن و قانون کو بحال رکھتے ہوئے اپنے نمائندوں کے فیصلوں کا انتظار کریں گے۔

☆

Marfat.com

ایسا مت کیجیے

۱۵ر جولائی ۱۹۷۴ء

وزیراعظم بھٹو نے اپنے دورۂ سرحد کی تقریروں میں دوسرے اہم مسائل کے ساتھ قادیانی مسئلے کا بھی ذکر کیا اور یقین دلایا کہ یہ مسئلہ بھی بڑے باوقار اور جمہوری طریقے پر حل کرلیا جائے گا۔ ایک طرف عدالتی ٹربیونل حادثۂ ربوہ کی تحقیقات میں مصروف ہے، دوسری طرف قومی اسمبلی نے اس مسئلے کی جانب پوری طرح اپنی توجہ مبذول کررکھی ہے۔ وزیراعظم نے یہ بھی کہا کہ وہ دورۂ بلوچستان کے بعد قومی اسمبلی کے اراکین سے ملاقات کریں گے اور ان سے اس مسئلے پر اپنی بحث کو تیزی سے آگے بڑھانے کے لیے کہیں گے۔ بہر حال اس سلسلے میں درست اور بروقت فیصلے کیے جائیں گے۔ وزیراعظم بھٹو نے اس یقین دہانی کے بعد ایک خاص طبقے کے بائیکاٹ پر صاف تنقید کی اور بجا طور پر یہ سوال کیا کہ کیا شہریوں کے ایک طبقے کو اس کی ضروریات زندگی سے محروم کرنا اسلام کی رُو سے جائز ہے؟ کیا انسانی اور اخلاقی بنیادوں پر اس کا کوئی جواز موجود ہے؟

یہ ایک بڑا اہم سوال ہے جو وزیراعظم نے اپنی قوم کے سامنے رکھا ہے اس بارے میں ہر شخص کا ذہن بالکل صاف ہونا چاہیے۔ خصوصاً ہمارے پڑھے لکھے افراد اور اہل علم کا فرض ہے کہ وہ اس بارے میں عوام کو ٹھیک رہنمائی کریں تاکہ وہ کوئی منفی طرزِ عمل اختیار نہ کریں جسے اسلامی کہنا تو درکنار رہا اسے اخلاق وانسانیت کے عام قانون کے مطابق بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسلامی تعلیمات اور اسلامی تاریخ سے تھوڑی بہت واقفیت رکھنے والا بھی ہر شخص اچھی طرح اس بات سے واقف ہے کہ اسلام نے کسی حال میں اس بات کی اجازت نہیں دی ہے جو۔۔۔ پر خواہ ان کا عقیدہ اور عمل کچھ ہی ہو۔ پانی، غذا اور دوسری ضروریاتِ زندگی کی۔۔۔ روک دی جائے اور انھیں ہلاکت سے۔۔۔ کردیا جائے۔ مسلمانوں کے سابقہ دَور میں ایسی کوئی مثال

Marfat.com

ملتی ہے اور نہ آج کے دَور میں۔ اس کے برعکس مسلمانوں نے عین حالت جنگ میں بھی انسانیت، شرافت اور ہمدردی ۔۔۔ دنیا کو حیرت میں ڈال دینے والے نمونے پیش کیے ہیں۔ مسلمانوں کے اس طرزِ عمل کا ۔۔۔۔۔ اسلام کی یہ مستقل ہدایت ہے کہ کسی حالت میں خواہ وہ حالت امن ہو یا حالت جنگ، اخلاق، انسانیت وشرافت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔

اسلام جو یہ ہدایت کرتا ہے جنگ میں عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور بیماروں پر ہاتھ نہ اُٹھاؤ، درخت نہ کاٹو، کھیتوں اور باغات کو برباد نہ کرو، مویشیوں کو ہلاک نہ کرو جو جنگی اَسیروں تک کے ساتھ بہترین سلوک کی ہدایت کرتا ہے کیا وہ اپنے پیروؤں کو کسی حال میں یہ اجازت دے سکتا ہے کہ وہ دوسرے شہریوں پر پانی، غذا اور دیگر ضروریاتِ زندگی کے دروازے بند کر دیں۔ ہماری تاریخ میں ایسی ایک بھی مثال نہیں ملتی اس کے برعکس مسلمانوں کی تاریخ میں برسر جنگ محصور فوجوں کے لیے پانی اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی رسد کو بحال رکھنے کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔

لیکن یہ کس قدر دُکھ اور افسوس کی بات ہے کہ اسلام کی ان واضح تعلیمات اور تمام اسلامی روایات کو نظر انداز کر کے بعض لوگ شہریوں کے ایک طبقے کے بائیکاٹ کی باتیں کر رہے ہیں۔ ایسے لوگ نہ صرف یہ کہ ملک کے بہی خواہ نہیں ہیں بل کہ وہ اسلام کی غلط نمائندگی کر کے دنیا کو اسلام سے برگشتہ اور مسلمانوں سے بدظن کرنے کے جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ پاکستان کو ہم نے آئینی طور پر ایک اسلامی مملکت قرار دیا ہے اور دنیا بھی اسے ایک اسلامی ملک سمجھتی ہے۔ اب اگر ہم نے اجتماعی طور پر ایک ایسے طرزِ عمل کا مظاہرہ کیا جو غیر انسانی اور غیر اخلاقی ہو تو بھلا سوچیے دنیا اسلام اور پاکستان کے بارے میں کیا رائے قائم کرے گی؟

کیا آپ پاکستان کو ایک ایسا ملک کہلانا پسند کریں گے جہاں لوگ انسانی اخلاقیات تک سے آشنا نہیں ہیں، جہاں عقیدے کے اختلاف کی بنا پر لوگوں کو بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم کر دیا گیا ہے؟؟؟

اگر ہم نے یہ غیر اخلاقی وغیر انسانی طرزِ عمل اختیار کیا تو دنیا کے سامنے ہم اپنے مذہب اور اپنے ملک کی غلط نمائندگی کریں گے حالاں کہ دنیا میں مسلمانوں ہی کو سب سے پہلے ایسی ریاست وحکومت قائم کرنے کا اعزاز حاصل ہوا تھا جس کے تحت ہر شخص اور ہر طبقے کو مساوی

Marfat.com

شہری حقوق حاصل تھے، خواہ وہ عیسائی ہو، آتش پرست ہو، بدھ مت کا ماننے والا ہو یا کسی اور مذہب کا پیرو ہو۔ مسلمان اقلیتوں کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کو اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ یہی وہ طرزِ عمل ہے جو ہمیں پاکستان میں اختیار کرنا چاہیے۔ اگر ہم نے ان تمام باتوں کو نظر انداز کر کے شہریوں کے ایک طبقے کا بائیکاٹ کیا تو ہمارے دشمنوں کو اسلام اور پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے لیے ایک شوشہ مل جائے گا۔ ملک وملت دونوں کا مفاد اسی میں ہے کہ ہمارے عوام اس طرح کے غلط طرزِ عمل کو ترک کر دیں۔ ہمیں توقع ہے کہ وزیراعظم بھٹو کی اپیل پر ہر شخص پوری توجہ دے گا اور کوئی ایسا رویہ اختیار نہیں کرے گا جو مسائل کو اُلجھا دینے والا اور ملک وملت کو نقصان پہنچانے والا ہو۔

☆

Marfat.com

جرات مندانہ اور صحیح فیصلہ

۱۰ ر ستمبر ۱۹۷۴ء

بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انعام ہے کہ پاکستانی قوم نوے (۹۰) سالہ پرانے قادیانی مسئلہ کو انتہائی خوش اُسلوبی کے ساتھ حل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ قوموں کی زندگی میں کبھی کبھی ایسے مشکل مواقع آتے ہیں جب انہیں اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے پورے اعتماد اور جرات مندی کے ساتھ قدم آگے بڑھا کر نہایت پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانا پڑتا ہے۔ دلی مسرت اور اطمینان کی بات ہے کہ خدا کی رہنمائی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سہارے عوام کے منتخب نمائندے ایک دُشوار مسئلہ کے حل کے لیے واضح دوٹوک اور دُور رَس فیصلہ کر کے سرخ رُو ہو گئے۔ یہ جرات مندانہ فیصلہ مکمل جمہوری انداز میں نہایت سلیقے اور قرینے کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس موقع پر قومی اسمبلی وسینٹ کے ارکان نے حزب اقتدار و حزب اختلاف کی تفریق کے بغیر جس اتحاد فکر و جذبۂ ایمانی کا ثبوت دیا ہے اسے نہ صرف پاکستان کی تاریخ میں بل کہ اسلام کی تاریخ میں بھی ایک یادگار حیثیت حاصل رہے گی۔ اس اتحاد اور جذبہ نے ۷ ستمبر کو ایک لافانی دن بنا دیا ہے۔ ان شاء اللہ یہ عظیم الشان دن پاکستانی مسلمانوں کے دینی شعور کی علامت کے طور پر ہمیشہ زندہ وتابندہ رہے گا۔

قادیانی مسئلہ کا صحیح طور پر حل ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ جب کسی مسئلے پر درست موقف اختیار کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود بھی اپنے بندوں کی رہنمائی اور ہمت افزائی فرماتے ہیں۔ یہ معاملہ اللہ کے دین اور اس کے محبوب ترین بندے خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو صحیح طور پر سمجھنے اور اختیار کرنے کا تھا۔ اس سلسلے میں پاکستان کے تقریباً تمام لوگ یہ دیکھنے کے لیے بے تاب تھے کہ ان کے منتخب نمائندے پوری جرات مندی اور قوت ایمانی کے ساتھ درست موقف اختیار کریں۔ چناں چہ قومی اسمبلی وسینٹ کے ارکان نے اس اعتماد کے عین

Marfat.com

مطابق جو ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے ان پر کیا تھا، اپنا تمام وزن حق وانصاف کے پلڑے میں ڈال دیا۔ انہوں نے جس ثابت قدمی کے ساتھ ایک پریشان کن دینی مسئلہ کا فیصلہ کرایا ہے، اس کی وجہ سے پاکستان کے اسلامی وقار میں اضافہ ہوگا اور پورے عالم اسلام کو بڑی تقویت ملے گی کیوں کہ عشق رسول کے انعام کے بارے میں یہ بات ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ

کی محمد سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

پاکستانی قوم کو ایک مستقل دردسر سے نجات دلانے کے سلسلے میں قومی اسمبلی وسینٹ کے ارکان، حکومت اور سب سے بڑھ کر وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے جو مثبت، جمہوری اور جرات مند کردار ادا کیا ہے اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے۔کم ہے۔ گذشتہ چند ماہ کے دوران قادیانی مسئلہ کی وجہ سے امن وامان کے مسائل پیدا ہو گئے تھے اور ایک ایسی فضا قائم ہوگئی تھی جس میں ہوش مندی کی بات منوانا آسان نہیں تھا۔ اس صورت حال میں وزیراعظم بھٹو نے بہترین تدبر اور دانش مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسئلہ کو سڑکوں اور بازاروں سے نکالا اور اسے ملک کے سب سے اہم جمہوری ادارے قومی اسمبلی کے سپرد کر کے ایسا مناسب اقدام کیا جس سے دین اور جمہوریت کے تقاضوں کی تکمیل ہوئی۔ اگر وہ چاہتے تو وہ بھی ۱۹۵۳ء کے حکمرانوں کی طرح مسئلہ کو طاقت کے بل پر چل سکتے تھے لیکن چوں کہ یہ بات جمہوری روایات کے منافی ہوتی اور اس سے جمہوریت کی نشوونما کو شدید نقصان پہنچتا۔ لہذا انہوں نے اس طرح مسئلہ کو دبانا اور اس کے حل کو محض ملتوی کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ مسٹر بھٹو قابل مبارک باد ہیں کہ ان کے اس پُرامن اور حقیقی طور پر جمہوری اقدام کی وجہ سے ہی قوم ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ ایک درست فیصلہ کرنے میں کامیاب ہوئی۔ قادیانی مسئلہ کوئی سیاسی مسئلہ نہیں تھا اور وزیراعظم کو بجا طور پر احساس تھا کہ اس نازک دینی مسئلہ کے حل کے لیے سب سے زیادہ ضرورت صبر وتحمل اور تدبر کی ہے تاہم اگر صبر وتحمل سے کام نہ لیا گیا تو نتائج سے پاکستان کی سیاست بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گی۔ ان کا یہ اندازِ فکر پاکستان اور قوم کے وسیع تر مفادات کے پیش نظر بالکل درست تھا چناں چہ اسی کا ثمرہ ہے کہ بہت کم وقت کے اندر نوّے (۹۰) سالہ پرانے مسئلہ کو ہمیشہ کے لیے

Marfat.com

حل کرلیا گیا۔

اب جب کہ یہ اہم اور ضروری فیصلہ ہوگیا ہے، پاکستانی قوم کو وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی ہدایت کے مطابق بڑی رواداری کا مظاہرہ کرنا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ قوم نے منکرین ختم نبوت کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر ایک فرض ادا کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک بھاری ذمہ داری بھی قبول کی ہے۔ یہ ذمہ داری ہے پاکستان کے تمام غیر مسلم شہریوں کو مکمل تحفظ عطا کرنے کی۔ جس طرح ہم کل تک یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے انکار کرنے والے حلقہ بگوش اسلام رہیں، اسی طرح اب ہمیں یہ بھی برداشت نہیں کرنا چاہیے کہ پاکستان کے کسی غیر مسلم شہری کی جان و مال کو اس کے عقیدے کی بنا پر خطرہ لاحق ہو۔ اب قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنے عمل سے دنیا پر ثابت کرے کہ ہم نے جو فیصلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں اور اسلام کی بقا کے لیے کیا ہے، اس کی روشنی میں ہم اسی طرح اقلیتوں کی حفاظت کریں گے اور ان کے مقررہ حقوق دیں گے جس طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیے تھے اور جو ہمیشہ سے اسلام کا طرۂ امتیاز رہے ہیں اگرچہ ہم عقیدے کے لحاظ سے منکرین ختم نبوت کے مخالف ہیں لیکن اس کے باوجود ہم نے انہیں اقلیت قرار دے کر ان کے حقوق کی مکمل ضمانت دی ہے۔ اب پاکستانی مسلمانوں کو اس ضمانت کے تقاضوں کے مطابق قادیانیوں کے ساتھ مکمل رواداری برتنی چاہیے اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر خدانخواستہ وہ کسی اقلیت کا تحفظ کرنے میں ناکام رہے تو اس سے پاکستان کا احترام بھی مجروح ہوگا اور اسلام کی مشہورِ زمانہ رواداری پر بھی حرف آئے گا۔

☆

Marfat.com

روزنامہ مشرق، کراچی

Marfat.com

افسوس ناک اور قابل مذمت

۳۱ر مئی ۱۹۷۴ء

ربوہ ریلوے سٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج کے طالب علموں پر مقامی لوگوں کا حملہ ایک انتہائی افسوس ناک واقعہ ہے، اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے، اس واقعے کی جو تفصیلات منظر عام پر آئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حملہ کسی وقتی اشتعال کا نتیجہ نہیں تھا بل کہ اس کی پہلے سے تیاریاں کی گئی تھیں، حملہ آور مسلح تھے اور کہا جاتا ہے کہ مقامی ریلوے سٹیشن اور کالج کے عملے کے بعض افراد نے بھی ان کی مدد کی، یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس پر کسی تاخیر کے بغیر سخت کارروائی کی ضرورت تھی اور بلا شبہ یہ ایک اطمینان بخش اَمر ہے کہ اس حملے کی اطلاع ملتے ہی اعلیٰ حکام پولیس کی معیّت میں موقع پر پہنچ گئے اور شر پسند عناصر کے خلاف کارروائی شروع کر دی گئی، بہت سے افراد کو گرفتار کر لیا گیا ہے جن میں ربوہ ریلوے سٹیشن کے بعض ارکان بھی شامل ہیں توقع ہے کہ اس سلسلہ میں ابھی مزید گرفتار کیے جائیں گے۔

شر پسندوں کو گرفتار کرنے کے ساتھ ہی حکومت نے یہ انتباہ بھی کیا ہے کہ امن عامہ میں خلل ڈالنے اور اشتعال انگیز کارروائیاں کرنے والے عناصر کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی، حکومت قانون کی خلاف ورزی کسی صورت میں برداشت نہیں کرے گی اور ملزم چاہے کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں، انھیں اپنے جرم کی سخت سزا بھگتنا ہو گی یہ ایک واضح اور دوٹوک اعلان ہے اور جس تیزی کے ساتھ گرفتاریاں عمل میں لائی گئی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت پوری سنجیدگی اور احساس فرض کے ساتھ اس اعلان پر عمل کرنے کا تہیہ کر چکی ہے، امن و امان کی حفاظت کے لیے وہ ہر ضروری قدم اٹھائے گی اور قانون شکنی کرنے والے کسی شخص کو اس کی حیثیت کا لحاظ کیے بغیر سخت ترین سزا دی جائے گی۔

حکومت کا نقطۂ نظر جب یہ ہے تو تمام محبِّ وطن اور امن دوست لوگوں کا یہ فرض ہو جاتا

Marfat.com

ہے کہ وہ حالات پر قابو پانے میں اس کے ساتھ پوری سرگرمی اور خوش دلی کے ساتھ تعاون کریں، ان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بھولے سے بھی کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس کی وجہ سے امن و قانون کے محافظوں کو اپنے فرائض کی انجام دہی میں دُشواری محسوس ہو، اس کے برعکس لوگ اپنے جذبات کی رَو میں بہہ گئے، عقل وخرد کا دامن ان کے ہاتھوں سے چھُوٹ گیا یا انھوں نے قانون خود اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش شروع کر دی تو حکومت اپنی ذمہ داریوں کو بہ طریق احسن سرانجام دینے سے قاصر رہے گی۔ ہم امید کرتے ہیں اور تمام باشعور افراد سے ہماری دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ وقت کی نزاکت کو محسوس کریں گے اور جذبات سے مغلوب ہو کر کوئی ایسی بات نہ کر گزریں گے جس سے اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کو فائدہ اٹھانے کا موقع مل سکے، انھیں حالات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے اور اچھی طرح سوچنے سمجھنے کے بعد کوئی قدم اٹھانا چاہیے، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ پاسبان عقل کو دل کے ساتھ رکھیں اور اپنی نمائندہ حکومت پر اعتماد کریں۔ وہ عوام کے جذبات واحساسات کو بہ خوبی سمجھتی ہے اور اپنے فرائض بہر صورت پوری دیانت داری کے ساتھ انجام دے گی۔

پنجاب کے وزیر اعلیٰ جناب حنیف رامے نے صوبائی اسمبلی میں اعلان کیا ہے کہ سانحۂ ربوہ کی تحقیقات ہائی کورٹ کے جج سے کرائی جائے گی، یہ ایک بہت مناسب اور اطمینان بخش اقدام ہے، اس کے بعد ہر طرح کا اضطراب اور احتجاج ختم ہو جانا چاہیے، یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ تحقیقات مناسب فضا میں کی جا سکے اور قانون کے تقاضے آسانی سے پورے ہو سکیں۔

☆

Marfat.com

اپنے گھر کو خود آگ نہ لگایئے

یکم جون ۱۹۷۴ء

پنجاب کے وزیر اعلیٰ جناب حنیف رامے نے ربوہ کے متعلق صوبائی اسمبلی میں تحریک التوا کا جواب دیتے ہوئے پاکستانی عوام کو تلقین کی ہے کہ وہ گھر پھونک کر تماشا دیکھنے کی نادانی نہ کریں کیوں کہ یہ تباہی کا راستہ ہے، خودکشی اور جنون کا راستہ ہے، یہ طریقہ ہے اپنے دشمنوں کے لیے خود راستہ ہموار کرنے کا، کیوں کہ ربوہ میں جو واقعہ پیش آیا ہے، وہ بلاشبہ انتہائی قابل مذمت ہے اور اس کی وجہ سے عوام میں غم و غصہ کی جو لہر دوڑ گئی ہے وہ بالکل فطری ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ہنگامہ آرائی کرنے، توڑ پھوڑ، تشدد اور آتش زنی سے کبھی کوئی مسئلہ حل بھی ہوا ہے، کیا اس طرح ہم اپنے وطن اور اپنی حکومت کے لیے بہت سے نئے اور مشکل مسائل پیدا نہیں کر دیں گے۔

یہ عین ممکن ہے کہ ہم محسوس کر رہے ہوں کہ آج ہمارے چاروں طرف آتشِ نمرود بھڑک رہی ہو لیکن جیسا کہ حکیم الامت نے فرمایا ہے بندۂ مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ ایسے آتشیں حالات میں بھی صبر و سکون اور ضبط و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا، وہ اپنی حدود سے تجاوز کرتا ہے نہ شدت جذبات کی وجہ سے اپنا توازن درہم برہم ہونے دیتا ہے۔ موجودہ حالات میں جب ہمارے بدخواہ، ہمارے مخالف اور ہمارے دشمن ملک کے اندر بھی اور ہماری سرحدوں کے پار بھی خاص طور پر بہت سرگرم ہو گئے ہیں- ہمارے لیے اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ ہم جذبات کے ہاتھوں مغلوب ہو کر اپنے وطن کو انتشار، افراتفری اور خانہ جنگی کے راستے پر چلنے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

پاکستان کو جن لوگوں نے دل سے قبول نہیں کیا وہ اس مملکت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازش میں آج بھی مصروف ہیں۔ پنجاب پاکستان کا دل ہے، اب انھوں نے ہمارے وطن عزیز

Marfat.com

کے قلب پر وار کیا ہے، ان کی کوشش ہے کہ اہل پنجاب کو فرقہ وارانہ فسادات کی آگ میں جھونک دیں تا کہ ۱۹۵۳ء کی طرح یہاں ایک بار پھر مارشل لاء نافذ کر دیا جائے اور ہماری تاریخ ۲۱ سال پیچھے واپس چلی جائے لیکن انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ موجودہ حکومت عوام کے براہِ راست ووٹ سے منتخب ہوئی ہے اور ایک مستقل آئین کے تحت اُمورِ مملکت چلا رہی ہے، یہ فسادات سے کسی طرح کا سیاسی فائدہ نہیں اُٹھانا چاہتی بل کہ اس نے آئین کے تحفظ اور قانون کی بالا دستی قائم کرنے کا عہد کیا ہے، ان حالات میں لوگوں کو مشتعل ہو کر سڑکوں پر نکل آنا اور توڑ پھوڑ یا آتش زنی شروع کر دینا نہ اسلام کی کوئی خدمت ہے نہ پاکستان کی، یہ کسی کی خدمت ہو سکتی ہے تو صرف ہمارے دشمنوں کی -- جن کی آنکھوں میں اسلام کے ایک قلعہ کی حیثیت سے پاکستان کا وجود ہمیشہ کھٹکتا رہا ہے۔

ربوہ کے ریلوے سٹیشن کا واقعہ یقیناً بڑا المناک تھا لیکن اس پر غصہ اور برہمی کے اظہار کے لیے جو طریقے اختیار کیے جا رہے ہیں اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ہوش مندی سے کام لینے کی بجائے ہم اپنے جذبات کے غلام بن گئے ہیں جیسا کہ جناب حنیف رامے نے کہا ہے آج کا یہ لمحہ کتنا ہی آتشیں ہو، کتنا ہی سنگین ہو، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ٹھنڈے دل سے سوچیں اور کسی صورت میں وطن عزیز کو آگ کے ان شعلوں کے سپرد نہ کریں جس میں یہ پچیس سال تک جلتا رہا ہے، اسلام اور پاکستان سے ہمیں اگر واقعی محبت ہے اور ہم اپنے دشمنوں کے ناپاک منصوبوں کو ناکام بنانا چاہتے ہیں تو ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ہوش مندی سے کام لیں اور کسی کو ملک میں ایسے حالات پیدا کرنے کی اجازت نہ دیں کہ جمہوری نظام درہم برہم ہو جائے اور فسادات کی آگ میں جمہوریت کا وہ پودا جھلس کر رہ جائے جس کی ہم نے اپنے خون سے آبیاری کی ہے۔

جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جنھوں نے ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر معصوم بچوں کو اپنے تشدد کا نشانہ بنایا تھا تو حکومت انھیں کیفرِ کردار تک پہنچانے میں پوری تندہی سے مصروف ہے، ملزموں کی گرفتاریاں کی جا رہی ہیں اور اس اعلان کو بڑی دیانت داری کے ساتھ عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے کہ ملزم چاہے کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں انھیں اپنے جرم کی سخت سزا بھگتنا ہوگی۔ لیکن جو لوگ اس کے باوجود قانون کو ہاتھ میں لینے سے باز نہیں آتے اور جو احترام آدمیت کے

Marfat.com

بنیادی تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھنے کے لیے تیار نہ ہوں ان کے خلاف اگر قانون حرکت میں آئے تو انھیں کوئی شکایت نہیں ہونی چاہیے، قانون شکنی کا یوں تو کبھی کوئی جواز نہیں ہوتا تاہم حکومت ربوہ کے واقعہ پر خاموش رہتی یا بروقت کارروائی سے گریز کرتی تو بھی ہنگامہ وفساد کو ایک حد تک قابل فہم قرار دیا جا سکتا تھا لیکن جب حکومت خود غیر معمولی مستعدی کا مظاہرہ کر رہی ہے اور اس نے ہائی کورٹ کے ایک فاضل جج کو تحقیقات کے لیے بھی مقرر کر دیا ہے تو قانون کو ہاتھ میں لینے کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے، ہمیں یقین ہے کہ پنجاب کے محب وطن عوام اس نازک موقع پر اپنے قومی مفادات کے تحفظ میں کوئی کوتاہی نہیں کریں گے۔

☆

Marfat.com

نئے مسائل نہ پیدا کیجیے

۵رجون ۱۹۷۴ء

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا ہے کہ ان کی حکومت احمدی نہیں ہے، یہ صحیح معنوں میں عوام کی منتخب حکومت ہے، ہمارا مذہب اسلام ہے، ہم نے ملک کا جو آئین اتفاق رائے سے منظور کیا ہے اس میں واضح طور پر درج ہے کہ ہم ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں، ملک کے دو بڑے عہدوں کے لیے حلف کا جو متن منظور کیا گیا ہے اس میں بھی اس اہم مسئلہ کی وضاحت موجود ہے، یعنی کوئی غیر مسلم پاکستان کا صدر یا وزیراعظم نہیں بن سکتا، ملک کا موجودہ آئین اتفاق رائے سے منظور کیا گیا ہے، اس پر جماعت اسلامی کے ارکان، مفتی محمود اور اپوزیشن کے دوسرے ارکان نے بھی دستخط کیے تھے، اس مسئلہ پر انھیں کوئی اعتراض تھا تو انھوں نے اس وقت اس کا اظہار کیوں نہیں کیا۔

وزیراعظم کے واضح طور غیر مبہم اعلان کے بعد حکومت کے نظریات اور نقطۂ نظر کے متعلق کسی بحث یا شک وشبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی، وزیراعظم نے جو کچھ کہا ہے اس کی مزید تصدیق اس اَمر سے بھی ہوتی ہے کہ حکومت پنجاب نے پولیس کے اعلیٰ حکام کو ہدایت کی ہے کہ جماعت احمدیہ کے امیر مرزا ناصر احمد کو بھی شامل تفتیش کرلیا جائے، اس کے علاوہ ربوہ میں تمام سرکاری اسامیوں پر صرف قادیانیوں کو متعین کرنے کی روایت ختم کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا ہے۔

حکومت کے یہ اعلانات اور اقدامات اس کی نیک نیتی کے مظہر ہیں جیسا کہ وزیراعظم نے کہا ہے قادیانیوں کا مسئلہ نیا نہیں ہے اس سے ان کی حکومت کا کوئی تعلق نہیں ہے اور مناسب وقت پر وہ اس پر بات چیت کرنے اور اس کو حل کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن اس پر فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے سے فائدہ تو کوئی نہیں پہنچے گا البتہ نقصانات بہت زیادہ ہوں گے، اس وقت ملک

Marfat.com

میں امن و آشتی قائم کرنا انتہائی ضروری ہے، ہم جن سنگین مسائل میں گھرے ہوئے ہیں انھیں حل کرنے میں اسی وقت کامیابی ہو سکتی ہے جب عوام تحمل اور رواداری کا مظاہرہ کریں اور ہر ایسا قدم اٹھانے سے سختی کے ساتھ گریز کریں جس کی وجہ سے ملک کے لیے نئے مسائل پیدا ہونے کا ذرا بھی اندیشہ ہو۔

مسٹر بھٹو کے اس سوال پر ہر محبِّ وطن اور ذی شعور پاکستانی کو اپنا دل ٹٹولنا اور اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہم میں کیا اتنی عدم رواداری پیدا ہو گئی ہے کہ ہم اپنے مسائل جمہوری اور شائستہ طور پر حل کرنے کے اہل ہی نہیں رہے۔ وزیر اعظم نے اس امکان کو بعید از قیاس نہیں قرار دیا کہ اس مسئلہ کو مخصوص مقاصد کے لیے سوچے سمجھے ہوئے منصوبے کے تحت ہوا دی گئی ہو لیکن اس مرحلے پر کوئی بات حتمی طور پر نہیں کہی جا سکتی، حکومت نے ایک عدالتی ٹربیونل مقرر کر دیا ہے جو تمام مسائل کا جائزہ لے گا۔ دانش مندی کا تقاضا ہے کہ ٹربیونل کے فیصلے کا انتظار کیا جائے اور کسی کو اس سلسلہ میں کچھ کہنا ہے تو وہ ٹربیونل کی طرف رجوع کرے۔ ہمیں اگر پاکستان کی بقا اور اس کا استحکام عزیز ہے تو ہمیں ہر قیمت پر ملک میں مکمل امن و امان قائم رکھنا ہو گا، اشتعال انگیزی اور تشدد سے کبھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا۔ ہمیں ان عناصر سے خبردار رہنا چاہیے جو اپنی مخصوص اغراض کے تحت ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر پاکستان کو نئے خطرات میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔

☆

Marfat.com

فضا کو پُرسکون رکھیے

۱۴ر جون ۱۹۷۴ء

پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے کہا ہے کہ بدنظمی اور لاقانونیت پھیلانے والوں کو پوری قوت سے ناکام بنا دیا جائے گا۔ انھوں نے علماء سے کہا کہ ایک نازک دینی مسئلے کو موقع پرستوں کے ہاتھ میں کھلونا نہ بننے دیں۔ مسئلے تشدد سے نہیں بل کہ پُرامن ماحول میں گفت وشنید سے بہتر طور پر حل کیے جاسکتے ہیں، وزیر اعلیٰ کا یہ بیان گہری توجہ کا مستحق ہے کیوں کہ جس مسئلے کی بنیاد پر پچھلے دنوں ہنگامے ہوئے حکومت نے اس کا سنجیدگی سے نوٹس لیا ہے، وزیر اعظم بہ ذات خود اس میں دل چسپی لے رہے ہیں اور اس کا پائیدار حل تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اس ضمن میں انھوں نے علمائے دین سے بھی تبادلہ خیال کیا اور مختلف تجاویز پر غور وخوض کیا۔ ان حالات میں ہنگاموں اور مظاہروں اور روز مرّہ زندگی میں رکاوٹ ڈالنے کی سرگرمیوں کا کسی طرح بھی جواز نہیں بنتا۔

قادیانیوں کا مسئلہ آج پیدا نہیں ہوا، یہ کم وبیش نصف صدی سے موجود ہے۔ پاکستان کی سابقہ حکومتوں کے سامنے بھی یہ سوال کئی بار شدت سے اُبھرا لیکن یہ پہلا موقع ہے کہ حکومت اس کے بارے میں ٹھوس قدم اُٹھا رہی ہے اور اسے مستقل طور پر حل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ وزیر اعظم بھٹو کا حالیہ اعلان بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ایسی صورت میں علماء کرام اور عوام سے وزیر اعلیٰ کی یہ اپیل کہ امن وامان میں خلل ڈالنے والی اور ملک میں انتشار اور بے اطمینانی کی کیفیت پیدا کرنے والی سرگرمیوں کو روکنے میں حکومت سے تعاون کیا جائے، ملک کے تمام شہریوں کے لیے قابل غور ہے۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ پاکستان میں کچھ عناصر قوم کی یک جہتی اور اتحاد کے خلاف ہیں، وہ اپنی مقصد برآری کے لیے کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، وہ ہر ایسے واقعے کو

Marfat.com

ہوا دیتے ہیں جو حکومت کے لیے پریشانی کا باعث بنے یا نظم ونسق کی ابتری پر منتج ہو۔ محبّ وطن شہریوں کا فرض ہے کہ جذبات کی رَو میں بہنے کی بجائے متوازن اندازِ فکر اپنائیں اور ان لوگوں کی قیادت قبول نہ کریں جو وسیع تر قومی مفاد کو عزیز نہیں رکھتے یا ذاتی اغراض سے بلند تر ہو کر سوچنے کی صلاحیت سے عاری ہیں۔

۱۹۷۱ء کے بعد برصغیر پاک و ہند میں جو نئی صورتِ حال پیدا ہوئی اور طاقت کا جو نیا نقشہ اُبھرا ہے اس میں پاکستان کو بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ گرد وپیش کے حالات روز بہ روز پیچیدہ صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں، ایسے میں پاکستانی قوم کو مکمل اتحاد کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور یہ تاثر نہیں دینا چاہیے کہ عوام اور حکومت میں تھوڑی سے بھی غیریت موجود ہے۔

☆

Marfat.com

اک ذرا صبر

۱۵ جون ۱۹۷۴ء

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے مطالبے کے متعلق اپنے نظریات واحساسات اور حکومت کے موقف کو قوم کے سامنے اس عمدگی کے ساتھ اور اتنے مدلل طور پر پیش کیا ہے کہ کوئی مخلص منصف مزاج اور معقول انسان اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، خاص طور پر جن لوگوں نے ان کی تقریر کو ٹیلی ویژن پر دیکھا اور سنا ہے ان کا بے ساختہ رد عمل یہی تھا کہ تقریر کا ایک ایک لفظ ان کے دل سے نکلا تھا اور جو بات دل سے نکلتی ہے وہ ضروری اثر رکھتی ہے۔

اپنی تقریر میں وزیر اعظم نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے مطالبے کو اس کے صحیح سیاق وسباق میں پیش کیا ہے، انھوں نے اصل مسئلہ سے پہلوتہی کرنے یا کوئی فراری طریق کار اختیار کرنے سے گریز کیا ہے، لیکن انھوں نے بلا وجہ جلد بازی سے کام لینے سے بھی انکار کر دیا ہے، اس کی ایک بدیہی وجہ تو یہ ہے کہ ہائی کورٹ کے ایک فاضل جج واقعہ ربوہ کی پہلے ہی تحقیقات کر رہے ہیں، امید ہے کہ صمدانی ٹریبونل کی رپورٹ سے بھی بہت سی گتھیاں سلجھ جائیں گی، اس کے علاوہ ۳۰ جون کو قومی بجٹ منظور ہو جانے کے بعد قادیانیوں کا مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کر دیا جائے گا جس میں پیپلز پارٹی کے تمام ارکان کو اپنی رائے ظاہر کرنے اور اپنی مرضی کے مطابق ووٹ دینے کی آزادی حاصل ہوگی، ایک جمہوری ملک میں کسی مسئلہ کو حل کرنے کا یہ موزوں ترین طریقہ ہے کیوں کہ قومی اسمبلی ایک بااختیار ادارہ ہے جو عوام کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہے اس لیے اس کے ارکان جو فیصلہ کریں گے وہ پوری قوم کا فیصلہ ہوگا اور کسی کو اس پر حرف گیری کی جرات نہیں ہوگی، جہاں تک خود وزیر اعظم کی نیت کا تعلق ہے ان کے اس قول کے بعد کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کو حل کر دیا جائے گا اور ان

Marfat.com

شاء اللہ یہ فخر بھی مجھے حاصل ہوگا کہ میرے دَور میں جہاں اور بہت سے اہم فیصلے ہوئے ہیں وہاں یہ مسئلہ بھی میرے ہی دَور میں حل کیا گیا۔

جہاں تک ختم نبوت کا تعلق ہے موجودہ حکومت اس پر غیر متزلزل عقیدہ رکھتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے عقیدۂ ختم نبوت کو تحفظ دیا ہے اور آئین میں کہہ دیا ہے کہ ختم نبوت پر عقیدہ نہ رکھنے والا شخص ملک کا صدر یا وزیر اعظم نہیں بن سکتا، ان دونوں عہدوں پر چوں کہ صرف کسی مسلمان کو مقرر کیا جاسکتا ہے اس لیے آئین میں یہ شرط شامل کرنے کا صاف مطلب یہ ہے کہ پاکستان کے موجودہ آئین کے تحت مسلمان صرف وہ ہے جو ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو اس کے برعکس ۱۹۵۶ء یا ۱۹۶۲ء کے آئین میں ایسی کوئی شق موجود نہیں تھی اس لیے حکومت کے نقطۂ نظر کے بارے میں کسی شک یا اس سے کسی بدگمانی کا سوال ہی نہیں پیدا ہونا چاہیے۔

قادیانی مسئلہ موجودہ حکومت کی کسی کوتاہی یا غلطی کا نتیجہ نہیں ہے، یہ راتوں رات پیدا نہیں ہوگیا، یہ اسّی (۸۰) سال پرانا مسئلہ ہے اور اب تک حل طلب چلا آرہا ہے، قیام پاکستان کے بعد بھی کسی حکومت کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ ختم نبوت کو آئینی تحفظ دیتی، یہی نہیں بل کہ عوامی حکومت نے اس سے بھی آگے جانے اور قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مسئلہ جمہوری اداروں کے ذریعہ حل کرانے کا فیصلہ کیا ہے، یہ مرحلہ طے کرنے میں زیادہ وقت صرف نہیں ہوگا، لیکن اس صورت میں تاخیر یقینی ہے کہ قومی اسمبلی یا ہائی کورٹ کے ٹریبونل کے فیصلہ کا انتظار نہ کیا جائے اور ملک میں ہنگامہ وفساد کی آگ بھڑکا دی جائے، اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ حکومت امن وامان کا اضافی مسئلہ حل کرنے میں مصروف ہو جائے گی اور اصل مسئلہ کی طرف سے اس کی توجہ ہٹ جائے گی۔

وزیر اعظم بھٹو کی اس رائے سے ہر محبّ وطن پاکستانی اتفاق کرے گا کہ قادیانی مسئلہ کوئی الگ تھلگ مسئلہ نہیں ہے، اس میں غیر ملکی ہاتھ کام کررہا ہے، یہ بھی کوئی راز نہیں ہے کہ بھارت کا ایٹمی دھماکہ، سردار داؤد کا دَورۂ روس، کابل میں ولی خاں کا قیام اور واقعہ ربوہ ایک ہی سازش کی کڑیاں ہیں۔ حکومت ایک طرف پاکستان کو ختم کرنے کی ان بین الاقوامی سازشوں کا مقابلہ کرنے اور اس ملک کو مزید شکست وریخت سے بچانے کی کوششوں میں مصروف ہے، دوسری جانب ملک کے اندر اس کے لیے نت نئی مشکلات پیدا کی جارہی ہیں، اس طرزِ عمل کو اسلام اور

Marfat.com

پاکستان کے ساتھ دوستی سے کہاں تک اور کیسے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ کیا جمہوری اداروں کو پس پشت ڈالنے اور جمہوری طریقِ کار سے انحراف کرنے سے پاکستان کو کبھی فائدہ پہنچ سکتا ہے، یہ رویّہ اختیار کر کے ہم مشرقی پاکستان سے پہلے ہی محروم ہو چکے ہیں، اب اگر ماضی کی غلطیوں کا اعادہ کیا گیا تو ہمیں نا قابل تلافی نقصان اُٹھانا پڑے گا اور ہمارے دشمنوں کے سوا اس سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔

مسٹر بھٹو نے عوام کو ان طالع آزماؤں اور موقع پرستوں سے خبردار کیا ہے جو قادیانی مسئلہ کو ایک سیاسی مسئلہ بنا کر اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، یہ بنیادی طور پر ایک دینی اور آئینی مسئلہ ہے جسے صرف انتقامی کارروائی سے حل نہیں کیا جا سکتا، یہ چوں کہ ایک آئینی مسئلہ ہے اس لیے اس پر فیصلہ دینے اور آئین میں ضروری ترمیم و تنسیخ کرنے کا اختیار صرف قومی اسمبلی کو حاصل ہے، محض حکومت یا پارٹی اسے طے نہیں کر سکتی، قومی اسمبلی چاہے تو وہ اپنی قرارداد کے ذریعہ اسے سپریم کورٹ اور اسلامی نظریاتی کونسل میں سے کسی ایک یا دونوں کو بھیج کر ان کی رائے طلب کر سکتی ہے جس کی روشنی میں آئین میں ترمیم کی جا سکتی ہے، اس میں کچھ وقت ضرور صَرف ہوگا لیکن اس میں اسّی یا ستائیس سال ہرگز نہیں لگیں، لوگوں کو چاہیے کہ وہ قومی اسمبلی کے فیصلے اور اس کے تحت ضروری کارروائی تک انتظار کریں، سیاست دانوں یا عام لوگوں کے خیال میں ان کا اس مسئلہ کے حل میں ۔۔۔ لینا ضروری ہے تو وہ قومی اسمبلی کے ذریعہ اس بااختیار ادارے تک اپنی رائے پہنچا سکتے، اسی طرح علماء کے لیے یہ زیادہ مناسب ہے کہ وہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان کی ہر ممکن امداد کریں تا کہ وہ کسی صحیح نتیجے پر پہنچ سکیں، بہرصورت یہ انتہائی ضروری ہے کہ آبادی کے تمام طبقے، چاہے وہ کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں۔ تشدد آمیز سرگرمیوں سے سختی کے ساتھ احتراز کریں کیوں کہ توڑ پھوڑ یا ہنگامہ وفساد سے ہرگز کوئی مقصد حاصل نہیں ۔۔۔ اسے حقیقی محبت ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم پاکستان کو ۔۔۔۔۔ مساعی میں تندہی سے مصروف ۔۔۔۔۔۔ ہاتھ میں لینے کی کوشش کی تو حکومت ۔۔۔۔۔۔ مکمل طور پر حق بجانب ہوگی۔

☆

Marfat.com

اصغر خان کی منطق

۱۶ر جون ۱۹۷۴ء

تحریک استقلال کے سربراہ ائیر مارشل اصغر خاں نے الزام لگایا ہے کہ قادیانیوں کے خلاف حالیہ ہنگامے حکومت نے خود کرائے ہیں تاکہ اس وقت ملک کو جو معاشی اور سیاسی مسائل درپیش ہیں ان کی طرف سے عوام کی توجہ ہٹائی جاسکے، اس کے ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں کیوں کہ وہ پہلے ہی اقلیت میں ہیں۔

ان بیانات سے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ تحریک استقلال کے سربراہ کس کی مخالفت کر رہے ہیں اور کس کی حمایت؟ کیوں کہ جو کچھ انھوں نے کہا ہے اس سے تو قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد کے سوا کسی کی تائید نہیں ہوتی، جنھوں نے چند روز قبل حکومت پاکستان پر الزام لگایا تھا کہ وہ تشدد کے رجحانات کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ یہ اتفاق رائے کسی طرح غیر شعوری نہیں قرار دیا جاسکتا اور عوام ریٹائرڈ ائیر مارشل سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ انھوں نے عوام پر یہ الزام کس نظریہ کے تحت لگایا ہے اور ان کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟ اسی طرح عامۃ المسلمین یہ بھی جاننا چاہیں گے کہ ریٹائرڈ ائیر مارشل صاحب اگر قادیانیوں کو باضابطہ اقلیت قرار دینے کے خلاف ہیں تو وہ اس مسئلہ کو کس طرح حل کرنا چاہتے ہیں؟ ان کے بیان سے تو یہی تاثر پیدا ہوتا ہے کہ وہ اسے کوئی مسئلہ ہی نہیں سمجھتے۔

تحریک استقلال کے سربراہ نے فوج کو یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ اسے حکومت کے غلط احکام ماننے سے انکار کر دینا چاہیے۔ اصغر خاں صاحب خود بھی طویل مدت تک فوج سے وابستہ رہے ہیں اور انھیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کا یہ مشورہ کیا معنی رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ فوج کو یہ حکم دینا کہ وہ امن وامان کی حفاظت کرے، کس طرح ایک غلط حکم قرار دیا جاسکتا ہے؟ بہ شرط یہ کہ اصغر خاں صاحب ملک میں امن وامان کی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے ہوں، پاکستان کی

Marfat.com

دلیر اور محبّ وطن فوج کو اس طرح کا مشورہ دینا اس کی صریح توہین ہے۔ یہ مشورہ اس قابل بھی نہیں ہے کہ اسے حقارت سے ٹھکرا دیا جائے۔

☆

سوشل بائیکاٹ سے گریز کیا جائے

۱۹؍ جولائی ۱۹۷۴ء

وفاقی وزیر قانون و پارلیمانی اُمور جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے عوام سے اپیل کی ہے کہ معاشرہ کے کسی طبقے کا سماجی بائیکاٹ نہ کیا جائے، اس قسم کی کارروائی قطعی غیر منصفانہ اور غیر ضروری ہوگی۔ کسی اُصول اور قاعدے کے تحت اس قسم کی کارروائی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ مذہب، قانون اور آئین میں اس کا کوئی جواز نہیں۔ کچھ لوگ سوشل بائیکاٹ کے متعلق آوازیں اٹھا رہے ہیں ان سے غیر ممالک میں ہمارے قومی مفاد کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

کل پاکستان ختم نبوت سُنّی کنونشن نے بھی سوادِ اعظم پر زور دیا ہے کہ معاشرے کے مختلف طبقات کے ساتھ تحمل اور بُردباری کا سلوک کیا جائے۔ مسلمانوں کو ہر ایسی حرکت سے گریز کرنا چاہیے جس سے کسی شہری کے جان و مال کو خطرہ لاحق ہو۔ صاحبزادہ فیض الحسن آلومہار شریف نے بھی سوشل بائیکاٹ کو نامناسب قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح بیرونی ممالک میں پاکستان کی ساکھ کو نقصان پہنچے گا۔

پاکستان ایک جمہوری ملک ہے اور اسلامی اُصولوں کا علم بردار بھی اس لیے یہاں ہر معاملے میں اسلامی اُصولوں اور جمہوریت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ پاکستان میں تمام اقلیتیں اکثریت کی ذمہ داری ہیں۔ پاکستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کی تمام اقلیتیں سکون و اطمینان سے مساویانہ زندگی بسر کر رہی ہیں۔ یہ ہمارا قومی امتیاز ہے جسے برقرار رکھنا ضروری ہے۔

☆

Marfat.com

خون خرابے کی بے جواز دھمکیاں

۴ ستمبر ۱۹۷۴ء

قادیانی مسئلے کے بارے میں قومی اسمبلی چند روز میں اپنے فیصلے کا اعلان کرنے والی ہے اور اب تک قومی اسمبلی کے سبھی حلقوں نے جن میں ممتاز علمائے کرام بھی شامل ہیں۔ اپنے اس یقین کا بار بار اظہار کیا ہے کہ قومی اسمبلی پر مشتمل کمیٹی قادیانی مسئلے کو احسن انداز سے حل کرنے میں کامیاب رہے گی۔ مگر حیرت ہے کہ قومی اسمبلی کا فیصلہ آنے سے پہلے ہی بعض عناصر نے خون خرابے کی دھمکیاں دینا شروع کر دی ہیں، جس سے یہ گمان گزرتا ہے کہ ان عناصر کو قادیانی مسئلے کے تصفیے سے کوئی دل چسپی نہیں بل کہ وہ کسی نہ کسی آڑ میں آگ اور خون کا کھیل کھیلنا چاہتے ہیں۔ تخریب کا یہ انداز ملک وقوم کے لیے یقیناً بہت زیادہ تباہ کن ثابت ہوگا خصوصاً جب کہ بلوچستان اور سرحد میں پہلے سے بعض وطن فروش عناصر علاحدگی کے فتنوں کو ہوا دینے میں مصروف ہیں، اگر پنجاب اور سندھ میں بھی فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اُٹھی تو پھر پورا ملک امن و سکون سے محروم ہو جائے گا اور اس صورت حال سے صرف وہی قوتیں فائدہ اٹھا سکیں گی، جنھیں اسلام یا مسلمان قومیت کے تصور سے کبھی کوئی دل چسپی نہیں رہی اور جن کی دیرینہ خواہش ہی یہ ہے کہ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے اس ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ صورت حال کی اس سنگینی کو خود حزب اختلاف کے سنجیدہ اور اعتدال پسند عناصر بھی محسوس کرنے لگے ہیں چناں چہ پاکستان مسلم لیگ اور متحدہ جمہوری محاذ کے رہنما پیر پگاڑو نے اپنی جماعت اور حزب اختلاف کی دوسری تمام جماعتوں کے کارکنوں کو برملا تلقین کی ہے کہ قادیانی مسئلے پر متشددانہ سرگرمیوں سے یکسر اجتناب کر رہے ہیں کیونکہ اس مسئلے کو خالص جمہوری انداز سے حل کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔۔۔ اس کے نتائج ۷ ستمبر تک پوری قوم کے سامنے آنے والے ہیں۔ اس بارے میں۔۔ مفتی محمود اور شاہ احمد نورانی بھی عام جلسوں میں یہ بات برملا کہہ چکے

Marfat.com

ہیں کہ وہ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی کارروائی اور طریق کار سے پوری طرح مطمئن ہیں، اس لیے انھوں نے اپنے پیروکاروں کو بار بار یہ مشورہ دیا ہے کہ تحفظ ختم نبوت کی تحریک کو ہر قیمت پر پُرامن رکھا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ آج ہر سچا مسلمان اور محبّ وطن پاکستانی پوری نیک نیتی سے اس اَمر کا خواہاں ہے کہ ملک میں قادیانی مسائل کو خون خرابے کی بجائے سنجیدہ اور جمہوری انداز سے حل کرنے کی ۔۔۔ قائم ہو سکے۔ قادیانی مسئلہ بھی پچھلے ۸۰، ۹۰ سال سے حل طلب چلا آ رہا ہے اور یہ پہلا موقع ہے کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے قومی اسمبلی سے رجوع کرنے کا خالص جمہوری راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ قومی اسمبلی عوام کے منتخب ارکان پر مشتمل ادارہ ہے جس میں ہر طبقۂ فکر کو موثر نمائندگی حاصل ہے اور خود وہ علمائے کرام بھی اس کے رکن ہیں جو مجلس عمل کی قیادت میں شامل ہیں۔ ظاہر ہے عوام کے منتخب نمائندے قادیانی مسئلے کے بارے میں سوادِ اعظم کے نازک جذبات کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کریں گے، یہی وجہ ہے کہ جب وزیراعظم بھٹو نے قادیانی مسئلے پر قومی اسمبلی سے رجوع کرنے کے فیصلے کا ۔۔۔ کیا تھا تو اسے ملک کی سبھی سیاسی اور دینی جماعتوں نے پوری خوش دلی اور اتفاق رائے سے قبول کر لیا تھا پھر اس کے بعد سے اب تک قومی اسمبلی کی جتنی کارروائی ہوئی ہے اس پر علماء سمیت سبھی ارکان اسمبلی نے اپنے ۔۔۔ اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ ان حالات میں قومی اسمبلی کا فیصلہ سامنے آنے سے پہلے ہی خون خرابے کی دھمکیاں دینے کا کوئی جواز نہیں۔

☆

Marfat.com

ایک عظیم تاریخی فیصلہ

۸ر ستمبر ۱۹۷۴ء

قومی اسمبلی نے قادیانی مسئلہ سواد اعظم کی مرضی کے عین مطابق طے کر دیا ہے اور آئین میں ضروری ترامیم منظور کر لی ہیں، یہ ایک عظیم تاریخی فیصلہ ہے جس کے لیے ملت اسلامیہ پاکستان کی تاریخ میں وزیر اعظم بھٹو کو ہمیشہ ممنونیت اور تشکر کے ساتھ یاد رکھا جائے گا، اس فیصلے نے پاکستان میں جمہوریت کے استحکام کو ایک نئی تقویت عطا کی ہے اور اس نے ثابت کر دیا ہے کہ کسی ملک میں جمہوری ادارے موجود ہوں اور جمہوری طریق کار نیک نیتی کے ساتھ اختیار کیا جائے تو پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ بھی بڑی آسانی سے حل کیا جا سکتا ہے۔

قادیانی مسئلہ بدیہی طور پر ایک انتہائی مشکل، پیچیدہ اور نازک مسئلہ تھا جو تقریباً ایک صدی سے حل طلب چلا آ رہا تھا۔ پاکستان چوں کہ جمہوری اُصولوں پر یقین رکھتا ہے اس لیے یہ مسئلہ حل کرنے کی ذمہ داری کسی ایک فرد، پارٹی یا ادارے کے سپرد نہیں کی گئی بل کہ یہ اہم کام ملک کی قومی اسمبلی کے سپرد کر دیا گیا جو پوری قوم کی نمائندہ ہے اور اس سے زیادہ کسی دوسرے ادارے کو یہ معاملہ طے کرنے کا حق نہیں پہنچتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسمبلی نے پوری قوم کے ضمیر کی حیثیت اختیار کر لی تھی، اس فیصلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا ضمیر ابھی زندہ اور صحیح سلامت ہے۔ قومی اسمبلی کے فیصلے کو بجا طور پر پوری قوم اور پوری ملت کا فیصلہ قرار دیا جا سکتا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ ہر فرد اسے کسی چون و چرا کے بغیر قبول کر لے گا، یہ ہماری قوم کا اجتماعی فیصلہ ہے اور ہر شخص کو اس کا پورا احترام کرنا چاہیے۔

قومی اسمبلی کے تمام ارکان کو ایک کمیٹی کی شکل دینے کا فیصلہ بھی انتہائی مناسب اور دانش مندانہ تھا، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ تمام ارکان کو کسی خارجی دباؤ، مصلحت پسندی کے بغیر اپنی رائے ظاہر کرنے کا پوری آزادی سے موقع ملا، انہوں نے قادیانی مسئلہ کے تمام پہلوؤں اور مضمرات کا

Marfat.com

انتہائی تفصیل، بالغ نظری اور احساس ذمہ داری کے ساتھ جائزہ لیا، اس مقصد کے تحت کمیٹی کے لگاتار اجلاس ہوتے رہے اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ پاکستان کی پوری پارلیمانی تاریخ میں کسی ایک مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اس سے زیادہ جان کاہی اور دل سوزی سے کام نہیں لیا گیا، مختلف عقائد، نظریات اور مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ارکان نے مسئلہ کے ہر پہلو پر پوری آزادی کے ساتھ اپنے خیالات ونظریات کا اظہار کیا ہے۔ اظہارِ رائے کی یہ آزادی صرف مخالف پارٹیوں کے ارکان تک محدود نہیں تھی بل کہ اکثریتی پارٹی کے ارکان کو بھی پوری اجازت تھی کہ کسی خوف یا تامل کے بغیر اپنے عقیدے یا نقطۂ نظر کے مطابق اپنی رائے ظاہر کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ ایوان کے ہر رکن نے اپنی اس اہم اور مشکل ذمہ داری سے بہ درجہ احسن عہدہ برآ ہونے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

یہ ایک بڑی اطمینان بخش بات ہے کہ ہم نے ایک اُلجھے ہوئے اور نازک مسئلہ کو حل کرنے کے لیے جمہوری طریق کار اختیار کر کے تمام دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ پاکستان حتمی طور پر جمہوریت کی شاہراہ پر گامزن ہو چکا ہے، یہ ایک انتہائی حوصلہ افزا بات ہے جو اس حقیقت کی نشان دہی کرتی ہے کہ گروہی اور سیاسی معاملات سے بلند ہو کر قومی نقطہ نظر سے سوچنے اور کام کرنے کی کوشش کی جائے تو ایسے مسئلوں کو حل کرنا بھی مشکل نہیں ہے جو بہ ظاہر لاینحل نظر آتے ہیں۔

مسٹر بھٹو نے قوم سے اپنا وعدہ پورا کر دیا جو مسئلہ سال ہا سال سے حل طلب نظر آ رہا تھا اور جس کی وجہ سے پاکستان پر پہلی بار مارشل لاء کی لعنت مسلط کی گئی تھی وہ عوام کی مرضی کے مطابق حل کر دیا گیا ہے تاہم یہ کسی ایک تنظیم، جماعت یا گروہ کا نہیں، پوری قوم کے مستند نمائندوں کا فیصلہ ہے اور اس لحاظ سے یہ ہم سب کا، ہماری پوری قوم کا اور قوم کے ہر فرد کا فیصلہ ہے، اس فیصلے کے بعد تمام جھگڑے، تمام اختلافات اور تمام نزاعات ختم ہو جانے چاہییں۔ اب قادیانی مسئلہ پر کسی بحث یا قضیہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اس سلسلہ میں اب کسی تحریک یا ایجی ٹیشن کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا اگر کوئی شخص اب بھی تخریب اور تشدد کا راستہ اپنائے گا تو وہ ملک وملت کو فائدہ پہنچانے کی بجائے پاکستان کے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کرے گا۔

پاکستان ایک جمہوری ملک ہے جس میں ہر شہری کے حقوق پوری طرح محفوظ ہیں،

Marfat.com

حکومت کی بنیادی ذمہ داریوں میں یہ ذمہ داری بھی شامل ہے کہ کسی تفریق یا امتیاز کے بغیر اپنے تمام شہریوں کی جان و مال کی مکمل حفاظت کا اہتمام کرے، اگر کوئی فرد یا تنظیم قانون کو توڑنے یا اسے اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرے تو حکومت کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے عناصر کے خلاف سخت کارروائی کرے، اس صورت میں یہ کہنا کسی طرح جائز نہیں ہوگا کہ حکومت نے سخت گیری سے کام لیا ہے۔

☆

Marfat.com

قوم کا جمہوری کارنامہ

۹ ستمبر ۱۹۷۴ء

وزیراعظم بھٹو نے قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلے پر اپنی یادگار تقریر میں بعض اہم اور خیال انگیز باتیں کہی ہیں۔ اولاً انہوں نے قادیانی مسئلے کے حل کو کسی فرد کے کارنامے کی بجائے پوری قوم کا فیصلہ قرار دیا ہے وہ اگر چاہتے تو اس ۹۰ سالہ پرانے اور پیچیدہ مسئلہ کے حل کا سارا اعزاز لے سکتے تھے مگر انہوں نے اس اعزاز میں پوری قوم کو شامل کیا، تین ماہ پیشتر جب قادیانیوں کے مسئلے پر ملک بھر میں شدید جذباتی ہیجان اور اشتعال پھیلا ہوا تھا تو وزیراعظم بھٹو نے اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے نہ ماضی کی حکومتوں کی طرح طاقت کے بے رحمانہ استعمال کی راہ اختیار کی اور نہ اس عوامی مسئلے پر عوام کی جذباتیت کا استحصال کر کے کوئی سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ اس کے برعکس انہوں نے ۱۳ جون کو پوری قوم سے خطاب کے دوران اس پر زور دیا کہ جو مسئلہ ۹۰ سال سے حل نہیں ہوا، اسے وہ کسی مصلحت یا دباؤ کے تحت از خود حل نہیں کریں گے بل کہ پوری قوم کو اسے خالص جمہوری انداز سے حل کرنے کا موقع دیں گے چناں چہ انہوں نے اس مسئلے کے حتمی حل کو ملک کے سب سے بڑے اور ارفع جمہوری ادارے قومی اسمبلی کی صوابدید پر چھوڑ دیا اور بالآخر یہ سعادت انہی کو حاصل ہوئی کہ ان کے دَورِ حکومت میں وہ مسئلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اتفاق رائے سے حل ہو گیا جس پر پچھلے نوّے (۹۰) سال کے دوران متعدد بار کشت وخون کے بازار گرم ہوتے رہے ہیں۔

وزیراعظم نے اس مسئلے کے حل ہو جانے پر قوم کے سب طبقوں سے یہ اپیل کی ہے کہ اب ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی اور تلخی کا باب ہمیشہ کے لیے ختم ہونا چاہیے، جارحانہ فرقہ پرستی کسی متمدن جمہوری معاشرے کے لیے انتہائی سنگین ہوتی ہے اور ماضی میں اس کے ہاتھوں ہمارے قومی وجود نے کئی زخم بھی کھائے ہیں۔ خود قائداعظم نے قیام پاکستان کے فوراً بعد ملک

Marfat.com

کی دستوریہ سے پہلی بار خطاب کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا تھا کہ آج سے یہ ملک ہر عقیدے اور فرقے کے پیروکاروں کا مشترکہ وطن ہے اور اب ہمیں فرقہ وارانہ سیاست کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دینا چاہیے اس بارے میں اسلام کی اپنی تعلیمات بڑی واضح اور روشن ہیں اور ہمارے آئین میں بھی جسے پوری قوم نے کامل رائے سے وضع کیا ہے۔ پاکستان کے ہر شہری کو بلالحاظ مذہب وعقیدہ اور حقوق کی ضمانت دی گئی ہے اس پس منظر میں یہ امر انتہائی ضروری ہے۔ جب کہ وہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہو گیا ہے جو فرقہ وارانہ کشیدگی اور تلخی کا مستقل سبب بنا ہوا تھا ہم اپنی اجتماعی زندگی سے فرقہ واریت کو ہمیشہ کے لیے خارج کر دیں۔ وزیراعظم بھٹو اس دعوے میں حق بجانب ہیں کہ تمام شہریوں کے بنیادی حقوق کا مکمل تحفظ کرنا، ان کی حکومت کی ذمہ داری بھی ہے اور ایک اسلامی فریضے کی بجا آوری بھی ہے۔ اب ان کو بھی اس بارے میں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہیے۔ دوسری اقلیتوں کی طرح قادیانیوں کی بھی جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرنی چاہیے۔ وزیراعظم نے اپنی قومی اسمبلی کی تقریر میں ایک اور خوش آئند بات یہ کہی ہے کہ قادیانی حالیہ گڑبڑ کے دوران جن افراد کو قانون اور امن عامہ کے تقاضوں کے تحت گرفتار کیا گیا تھا ان کے بارے حکومت اب نرم رویہ اختیار کرے گی اور انہیں رہا کر دیا جائے گا لیکن حکومت انتشار پسندوں کو کھلی چھٹی نہیں دے گی اور جہاں فتنہ وفساد پیدا کرنے کی کوشش ہوگی وہاں حکومت سخت اور ضروری ردعمل سے گریز نہیں کرے گی۔ حالیہ ایجی ٹیشن کے گرفتار شدگان کے بارے نرم رویہ اختیار کرنے کا اعلان اسی رواداری کے جذبہ کا مظہر ہے جس کا حکومت نے قادیانی مسئلے کو حل کرنے کے سلسلے میں اپوزیشن کی سبھی پارٹیوں کے ساتھ کیا ہے، ہم اُمید کرتے ہیں کہ مخالف عناصر بھی حکومت کے اس رویے کا جواب فراخ دلی سے ہی دیں گے اور خاص طور سے لاقانونی کی راہ اختیار نہیں کریں گے۔ جمہوری معاشرے میں سیاست کو جمہوری اخلاقیات پر ہونا چاہیے، بہ صورت دیگر لاقانونی اور تشدد کا استعمال چاہے وہ کسی بھی پارٹی سے ہو جمہوریت کی بجائے آمریت کی مختلف صورتوں کے فروغ کا باعث بن جاتا ہے۔ یہ ہماری تاریخ کا بڑا مبارک مرحلہ ہے کہ پوری قوم نے کامل اتفاق رائے سے ایک جمہوری فیصلہ کیا ہے اور اس طرح یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر ملک کے جمہوری اداروں کو کام کرنے کا موقع دیا جائے تو ہم سے بہتر دنیا میں جمہوریت پسند قوم نہیں۔ وزیراعظم بھٹو نے اس بارے

Marfat.com

میں اپنے طرزِ عمل کو واضح کر دیا ہے کہ وہ جمہوریت، جمہوری آداب اور جمہوری اداروں کی بالا دستی پر یقین رکھتے ہیں اور ملک کو درپیش مسائل کے تصفیے کے لیے حزبِ اختلاف ارکان کے دل سے خواہاں ہیں اسی لیے انہوں نے قومی اسمبلی کے ارکان سے صاف کہہ دیا ہے کہ مفاہمت کا جذبہ صرف ایک قادیانی مسئلے کے حل تک محدود نہیں رہنا چاہیے بل کہ دوسرے مسائل کو بھی اسی جذبے سے حل کرنے کی کوششیں ہونی چاہئیں۔ انہوں نے توقع ظاہر کی ہے کہ قومی اسمبلی نے آج فیصلے میں افہام و تفہیم، رواداری اور مفاہمت کے جس جذبے کی مثال دی ہے وہ دوسرے مسائل پر بھی حکومت اور اپوزیشن کے درمیان مذاکرات کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

☆

Marfat.com

فوری رِہائی کا حکم

۱۹ ر ستمبر ۱۹۷۴ء

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے صوبائی حکومتوں کو ہدایت کی ہے کہ ختم نبوت کی تحریک کے سلسلہ میں جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا تھا۔ انھیں فوری طور پر رہا کر دیا جائے، وزیراعظم نے سات ستمبر کو قومی اسمبلی کے تاریخی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے بھی اعلان کیا تھا کہ قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے پیش نظر ان لوگوں سے نرمی کا سلوک کیا جائے گا، جنھیں تحریک ختم نبوت کے دوران میں گرفتار کیا گیا تھا، اب وزیراعظم نے اس مقصد کے لیے صوبائی حکومتوں کو باضابطہ ہدایات بھی جاری کر دی ہیں، اس لیے توقع کی جاتی ہے کہ اَسیروں کی رِہائی میں کوئی تاخیر رَوا نہیں رکھی جائے گی۔

اَسیروں کی رِہائی کے متعلق اعلان کے علاوہ وزیراعظم نے قوم کے تمام فرقوں سے یہ اپیل بھی کی تھی کہ قادیانی مسئلہ حل ہونے کے بعد ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی اور تلخی کا دَور ہمیشہ کے لیے ختم ہو جانا چاہیے، ملک کے تمام مکاتب فکر کے لوگوں بالخصوص حزب اختلاف کے ارکان اور رہنماؤں کو اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری پوری طرح محسوس کرنی چاہیے، قادیانی مسئلہ حل کرنے کے سلسلہ میں مختلف پارٹیوں نے جس افہام وتفہیم اور معقولیت پسندی کا مظاہرہ کیا ہے، اس سے ملک میں ایک خوش گوار فضا پیدا ہو گئی ہے جس سے ہمارے وطن کو درپیش دوسرے مسائل کو حل کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

پنجاب کے وزیراعلیٰ جناب محمد حنیف رامے نے بھی اُمید ظاہر کی ہے کہ رہا ہونے والے افراد شخصی سیاست سے بالاتر ہو کر امن، سکون، اعتماد اور اتحاد کی فضا پیدا کریں گے، وقت کا تقاضا ہے کہ ہم سب متحد ہو کر عوام کی اقتصادی ترقی اور خوش حالی کے لیے ٹھوس اور تعمیری کردار ادا کریں، قادیانی مسئلہ جس طرح حل کیا گیا ہے اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ ملک میں جمہوری

Marfat.com

ادارے موجود ہوں اور مسائل کو حل کرنے کے لیے نیک نیتی کے ساتھ جمہوری طریق کار اختیار کیا جائے تو ایسے مسائل کو حل کرنا بھی مشکل نہیں ہے جو لاینحل ہونے کی حد تک پیچیدہ نظر آتے ہیں۔

حکومت نے تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں گرفتار کیے جانے والے لوگوں کو رِہا کرنے کا حکم جاری کر کے اپنی خیر سگالی اور مصالحت پسندی کا ثبوت فراہم کر دیا ہے، جو لوگ رِہا کیے جا رہے ہیں ان کا بھی فرض ہے کہ وہ افہام و تفہیم، رواداری اور معقولیت پسندی کا مظاہرہ کریں، الزام تراشی، طعن و تشنیع اور تشدد پسندی سے کبھی کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا، خاص طور پر ایک ایسے ملک میں جہاں جمہوری اداروں اور جمہوری روایات کی بنیادیں ابھی مستحکم نہیں ہو سکیں اور سیاست میں لاقانونیت کی آمیزش نے رفتہ رفتہ ایک معمول کی شکل اختیار کر لی ہے۔ جمہوری نظام کی کامیابی اور بقا کے لیے تمام سیاسی جماعتوں اور کارکنوں کو ایک مثبت اور تعمیری کردار ادا کرنا ہوگا۔

گرفتار شدہ افراد کی رِہائی کے بعد ان سے اور ان کی جماعتوں سے توقع کی جاتی ہے کہ حکومت کے اس فراخ دلانہ طرزِ عمل کا جواب بھی فراخ دلی سے دیں گے اور سیاست کو مسلمہ جمہوری اُصولوں کے مطابق چلانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے، پاکستان اس وقت جس بین الاقوامی اور اقتصادی مسائل سے دوچار ہے ان سے عہدہ برآ ہونے کے لیے تمام معاملات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا اور تعمیری رویہ اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے، جو لوگ لاقانونیت اور انتشار پسندی کا راستہ اختیار کرتے ہیں وہ صرف ہمارے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بار بار ان کے ساتھ نرمی کا سلوک نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ صوبے میں امن وامان قائم رکھنا ہر حکومت کی اولین ذمہ داری ہوتی ہے۔

☆

Marfat.com

روزنامہ امروز، ملتان

Marfat.com

افسوس ناک

۳۱ رمئی ۱۹۷۴ء

حکومت پنجاب کے ایک سرکاری اعلان میں ربوہ ریلوے سٹیشن پر طلبا پر حملہ کرنے والوں کے خلاف قانون کے مطابق سخت کارروائی کرنے کا یقین دلایا گیا ہے۔ سرکاری اعلان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکومت کسی شخص کو اس صورت حال سے ناجائز فائدہ اٹھا کر امن عامہ کو درہم برہم کرنے کی اجازت نہیں دے گی، ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر اگلے دن جو افسوس ناک واقعہ پیش آیا اس کی مذمت کرنا ہر شہری کے لیے لازم ہے، فریقین غالباً اس امر کے احساس سے عاری ہیں کہ گروہی، علاقائی اور فرقہ وارانہ عصبیت پھیلانے والے ملک کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ آج جب کہ ملک چند در چند اندرونی اور بیرونی سازشوں کے جال میں گھرا ہوا ہے، باہمی اختلافات کو کم کر کے وطن کی تعمیر میں مصروف ہونے کی بجائے فتنہ وفساد کی راہ دکھانے والے ملک وقوم کے ہمدرد نہیں ہو سکتے۔

یہ امر اطمینان بخش ہے کہ ربوہ کے متذکرہ حادثے کے بعد حکومت کی انتظامی مشینری پوری طرح حرکت میں آ گئی ہے، سرکاری اعلان کے مطابق ڈی آئی جی سرگودھا اور ایس پی جھنگ پولیس کی بھاری جمعیت لے کر ربوہ پہنچ گئے ہیں اور شرپسندوں کے خلاف کارروائی شروع کر دی گئی ہے۔ دو درجن سے زیادہ افراد گرفتار کیے جا چکے ہیں اور مزید گرفتاریوں کی توقع ہے لیکن اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونا تنہا حکومت اور انتظامیہ کے بس کی بات نہیں ہے۔ محبّ وطن اور باشعور شہریوں کا فرض ہے کہ وہ اصلاح احوال کی کوششوں میں انتظامیہ کا ہاتھ بٹائیں، ایسے موقعوں پر متعدد عناصر میدان میں آ جاتے ہیں اور موقع پرستوں کے لیے ان حالات میں جذبات کو اشتعال دلا کر کھل کھیلنا معمول کی بات ہے، ان خطرات کا سدّ باب اسی طرح ممکن ہے کہ ملک کا ہر شہری اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے اور حکومت کے لیے پُرسکون

Marfat.com

حالات میں ربوہ کے انتہائی قابل مذمت واقعہ کے ذمہ دار افراد کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا موقع دے۔

☆

داخلی انتشار کو روکیے

یکم جون ۱۹۷۴ء

ربوہ کے اَلم ناک واقعہ کی تحقیقات کے لیے ہائی کورٹ کے جج کا تقرر عمل میں آ چکا ہے۔ تادمِ تحریر 71 افراد گرفتار کیے جا چکے ہیں اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے غیر مبہم الفاظ میں یہ اعلان کیا ہے کہ قانون ہاتھ میں لینے والے کسی شخص کو بھی خواہ وہ کتنا ہی بارُسوخ کیوں نہ ہو، معاف نہ کیا جائے گا۔ ان واضح اعلانات اور اقدامات کے بعد امن عامہ کو درہم برہم کرنے کی ہر کوشش بلا جواز ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ربوہ ریلوے سٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج کے طلبا پر ایک مسلح گروہ کا حملہ کسی وقتی اشتعال کا نتیجہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ شبہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے لیے پہلے سے باقاعدہ تیاریاں کی گئی تھیں۔ اس اعتبار سے یہ ایک انتہائی قابل مذمت واقعہ ہے تاہم یہ امر اطمینان بخش ہے کہ صوبائی حکومت نے قانون کے تقاضے پورے کرنے اور مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے معاملے میں انتہائی مستعدی کا ثبوت دیا ہے۔ حکومت نے فوری طور پر کارروائی کرتے ہوئے بلا رو رعایت قصوروار افراد کو قانون کی گرفت میں لے لیا ہے اور ابھی قانون کا ہاتھ گرمی سے حرکت میں ہے اور اس ضمن میں مزید گرفتاریاں بعید از قیاس نہیں ہیں اور یہ توقع بھی بجا طور پر کی جاتی ہے کہ اس بات کی مکمل اور بے لاگ تحقیقات کے نتیجے میں طلبا پر حملہ کی پشت پناہی کرنے والے جو لوگ بے نقاب ہوئے انھیں بھی کیفرِ کردار تک پہنچانے میں کسی مصلحت کو حائل نہ ہونے دیا جائے گا۔ تحقیقات کے نتائج منظر عام پر آنے سے قبل اس ضمن میں مزید کچھ کہنا شاید مناسب نہ ہوگا۔ تاہم اس موقع پر ہم برادرانِ وطن سے ضرور یہ گزارش کریں گے کہ وہ جوش کے

Marfat.com

اس عالم میں ہوش کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ یہ خدشہ بعید از امکان نہیں ہے کہ بعض حلقے جو بعض قابل فہم اسباب کی حکمت خوردگی کے احساس میں مبتلا ہیں اس ملک کا امن تہ و بالا کرنا چاہتے ہیں۔ انھیں اس سلسلہ میں بعض ملک دشمن عناصر کی خفیہ یا اعلانیہ امداد پر بھروسہ ہوسکتا ہے۔ اس خدشہ کی بنا پر برادران وطن کواورزیادہ احتیاط اور تحمل سے کام لینے کی ضرورت ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے جذبات کے اظہار میں حدود سے تجاوز کر کے کسی گروہ کی سوچی سمجھی سازش کا شکار ہو جائیں۔ یہ امر محتاج وضاحت نہیں ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ آئین کی رُو سے اس کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور اعلیٰ مناصب کا حلف اٹھاتے وقت مسلمان ہونے اور ختم نبوت کے عقیدہ پر یقین کا اعلان ضروری ہے۔ برسر اقتدار جماعت کے منشور کا پہلا جزو ہی ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے اور وزیر اعلیٰ پنجاب جناب حنیف رامے نے کل ہی صوبائی اسمبلی میں اس مسئلے پر بحث کا جواب دیتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ ہماری جان، اولاد، مال بل کہ سب کچھ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر قربان جنھوں نے ہمیں اور ہمارے اسلاف کو راہِ ہدایت دکھائی۔ پھر کون مسلمان ہے جو اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردینے کو تیار نہیں ہوگا۔ یہ احساسات و جذبات انتہائی ارفع اور پاکیزہ ہیں اور قانونی حدود کے اندر رہ کران کا اظہار واعلان بھی قابل قدر ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا شدت جذبات میں حدود سے تجاوز تو نہیں کیا جارہا ہے جن کی اجازت خود اسلام نے جس کے لیے ہم سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔ نہیں دی ہے۔ کیا انتشار و افتراق کی آگ اس حد تک تو نہیں بھڑکائی جارہی ہے کہ اس سے خود اس ملک کا وجود خطرے میں پڑ جائے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمیں جو کچھ بھی ملا ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے طفیل ملا ہے لیکن آج جو لوگ اس مقدس جذبہ کے اظہار کی آڑ میں قانون شکنی کے مرتکب ہو رہے ہیں انھیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اپنے دشمن کے معاملے میں بھی اسلام ہمیں بعض آداب و قواعد کا احترام کرنے کی تلقین ہی نہیں کرتا، ان آداب وقواعد کا احترام لازمی قرار دیتا ہے۔ اسلام اس بات کی اجازت تو دیتا ہے کہ کسی فرد یا گروہ نے کسی پر کوئی زیادتی کی ہے اس سے اس زیادتی کا بدلہ لیا جاسکتا ہے لیکن محض ان لوگوں سے جنھوں نے فی الواقع زیادتی کی ہو، کسی کو ان افراد سے تعرض کا کوئی حق نہیں پہنچتا جو محض زیادتی کرنے والے گروہ کے ہم عقیدہ ہوں اور ان کا اپنا

Marfat.com

کوئی قصور نہ ہو۔جیسا کہ ہم پہلے بھی واضح کر چکے ہیں جن لوگوں پر زیادتی کا الزام ہے ان کے خلاف قانون کا ہاتھ پوری طرح حرکت میں ہے، ان کے معاملے میں کسی رورعایت سے کام نہیں لیا جارہا ہے، اس کے بعد کسی کو اس واقعہ کے سلسلے میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

حکومت نے اس ضمن میں جو موقف اور طریق کار اختیار کیا ہے اس کے معقول اور مبنی بر انصاف ہونے میں کلام کی گنجائش نہیں ہے۔کوئی بھی حکومت لاقانونیت اور فساد آرائی کی اجازت نہیں دے سکتی اور موجودہ حکومت کو بھی لازماً یہ دیکھنا ہے کہ کوئی شخص یا گروہ اس واقعہ کی آڑ میں خانہ جنگی کی بنیاد نہ رکھے۔حکومت سے یہ مطالبہ کرنے کا حق تو ہر ایک کو پہنچتا ہے کہ کسی قصوروار کو نہ بخشے اور جو لوگ باقاعدہ تحقیقات کے بعد مجرم ثابت ہوں انھیں عبرت ناک سزا دی جائے اس کے ساتھ ہی جن لوگوں کے جذبات ربوہ کے واقعہ سے قدرتی طور پر مجروح ہوئے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ حکومت کی انضباطی کارروائی اور عدالتی تحقیقات کے نتائج کی تکمیل تک صبر وتحمل کا ثبوت دیں اور ہنگامہ وفساد کی سازش کے دانستہ یا نادانستہ آلۂ کار نہ بنیں۔ یہ باتیں ہمیں اس لیے کہنا پڑی ہیں کہ ربوہ کے واقعہ کے خلاف ردعمل میں بعض مقامات پر قانون شکنی کے واقعات بھی ہوئے ہیں یہ بجا کہ اس واقعہ کے خلاف ردعمل قدرتی تھا اور قانونی حدود کے اندر اس کا اظہار ایسی بات نہیں جسے نامناسب سمجھا جائے لیکن ہنگامہ وفساد کی کوئی بھی انفرادی یا اجتماعی کوشش اس ملک اور سواد اعظم کے مفاد کے منافی ہے۔کون اس بات سے آگاہ نہیں ہے کہ ابھی پچھلے دنوں سرحدوں کے قریب ایٹم بم کا دھماکہ کیا گیا ہے اور ہمارے دشمن عرصہ سے اس تاک میں ہیں کہ جو قوم 1971ء کی جنگ کے صدمات سہنے کے باوجود زندہ و پائندہ ہے اسے ایسے داخلی انتشار سے دوچار کر دیا جائے کہ وہ پارہ پارہ ہو جائے اور یہاں مختلف علاقائی، طبقاتی اور گروہی اختلافات کی آگ بھڑکائی جائے کہ خدانخواستہ اس کا وجود ہی خطرے میں پڑ جائے۔

یہ کون نہیں جانتا کہ داخلی انتشار بیرونی حملے سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ہمیں بچے کھچے پاکستان کو دوبارہ تعمیر وترقی کی راہ پر گامزن رکھنا ہے اور یہ عظیم ذمہ داری اتحاد اور تنظیم کے ذریعے ہی پوری ہو سکتی ہے۔1953ء کے اوائل کی ایجی ٹیشن (agitation) کے نتائج آج ہم میں سے بہت سے لوگوں کے ذہن میں نقش ہیں، اس ایجی ٹیشن (agitation) کے نتیجے میں

Marfat.com

لاہور میں مارشل لاء کے نفاذ کا تجربہ کیا گیا اور رفتہ رفتہ ایک ایسی فضا پروان چڑھی کہ نوکر شاہی کے نمائندہ ٹولے نے جو حالات کی ستم ظریفی سے زمام اختیار پر قابض ہو چکا تھا نمائندہ حکومت کو ہٹا کے من مانی شروع کر دی۔ اس کے بعد طلوع ہونے والی صبح نوکر شاہی کے ہاتھ مضبوط تر کرتی چلی گئی حتی کہ 1958ء میں ملک پر مارشل لاء کی تاریک رات مسلط کر دی گئی۔ بہر حال طویل جدوجہد اور زبردست قربانیوں اور نقصانات کے بعد اس منحوس چکر سے نجات حاصل کر لی ہے اور اب ملک میں ایسی حکومت برسراقتدار ہے جو عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آئی۔ اس حکومت نے جن حالات میں زمام اختیار سنبھالی اس کا علم سب کو ہے۔ بہر نوع مستقل آئین کے نفاذ کے بعد خدا خدا کر کے جمہوری قدروں کی بالادستی پر قوم کا اعتماد پھر بحال ہوا ہے اس لیے سب کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ جمہوریت کا یہ قافلہ رواں دواں رہے اور کوئی خفیہ ہاتھ ہم پر پھر سابقہ دَور مسلط کرنے میں کامیاب نہ ہو جیسا کہ وزیراعلیٰ نے اظہار کیا ہے اسلام اور پاکستان لازم وملزوم ہیں اور جو شخص اسلام اور پاکستان کو جدا کرتا ہے ان کے نزدیک نہ وہ اسلام کی خدمت کر رہا ہے نہ پاکستان کی، لیکن ہمیں یہ حقیقت بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اس خطۂ ارض کی بقا ہی پر اسلام کے نام لیواؤں کی زندگی کا انحصار ہے اور یہ خطۂ ارض اسی صورت میں قائم رہ سکتا اور ترقی کر سکتا ہے کہ یہاں کسی شکل میں داخلی انتشار کا موقع نہ دیا جائے۔

☆

Marfat.com

صبر وتحمل کی ضرورت

۵رجون ۱۹۷۴ء

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اگلے روز قومی اسمبلی میں سانحہ ربوہ سے متعلق تحریک التوا پر تقریر کرتے ہوئے جو بنیادی اور اُصولی باتیں کی ہیں، تمام مکاتب فکر کو ان پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ ربوہ کے واقعہ سے جو صورت حال پیدا ہوئی، اس سے نمٹنے کا موزوں، معقول اور موثر طریق کیا ہے۔ یہ تو ہر ذی فہم جانتا ہے کہ کوئی مسئلہ بھی لاینحل نہیں، شرط یہ ہے کہ سنجیدگی اور متانت اختیار کی جائے اور حکمت و تدبر سے کام لیا جائے، جذباتیت اور اضطرار بہر طور بگاڑ اور انتشار کا محرک ہوتا ہے اور اس کے سبب نئی اُلجھنیں اور پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں اور اکثر یوں بھی ہوتا ہے کہ اصل مسئلہ تو پیچھے رہ جاتا ہے اور ضمنی مسائل رُونما ہونے لگتے ہیں جن کو سمیٹنا اور طے کرنا مشکل ہو جاتا ہے، سانحہ ربوہ کے اسباب ومحرکات کے تعین کے لیے ہائی کورٹ کے جج کی سرکردگی میں ایک تحقیقاتی کمیشن قائم ہو چکا ہے جسے اپنی تحقیقات کی روشنی میں سفارشات پیش کرنے کا بھی اختیار ہے۔ اس کمیشن کو حکومت کا بھرپور تعاون حاصل ہے اور یہ بھی طے ہے کہ تحقیقات اور سفارشات لازمی طور پر انتظامی اقدامات کی محرک ہوں گی اور یوں عوام کے جذبات کی تسکین کا اہتمام ہو جائے گا۔

ظاہر ہے کہ اس کے بعد ہر فرد پر لازم آتا ہے کہ وہ امن وقانون کی بحالی اور اُستواری میں حکومت کا ہاتھ بٹائے اور حکومت سے پورا پورا تعاون کرے۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا ہے کہ سانحۂ ربوہ سے پیدا ہونے والی صورتِ حال اپنی حیثیت اور نوعیت کے اعتبار سے نئی نہیں، یہ تقسیم سے پہلے بھی موجود تھی اور ۱۹۵۳ء میں پہلے مارشل لاء کے نفاذ کی بھی محرک بنی تھی۔ اس میں بھی کلام نہیں کہ یہ ایک سنگین اور قومی مسئلہ ہے جس کا ملک کی سالمیت اور استحکام سے گہرا تعلق ہے۔ مجھے یہ اقرار کرنے میں بھی تامل نہیں کہ یہ سانحہ مذموم مقاصد کے تحت اور ایک سوچے سمجھے

Marfat.com

منصوبے کا نتیجہ ہو، تاہم سردست اس ضمن میں قطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مناسب نہیں ہوگا۔ایک دیرینہ مسئلے کو (جس کی اہمیت ہر اعتبار سے مسلّم ہے) حل کرنے کا جو انداز، حزب اختلاف تجویز بھی کر رہی ہے اور اختیار بھی، اس کا نتیجہ تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا، حزب اختلاف اس پر مُصر اور ملک کو تباہ کرنے کے درپے رہی تو اس سے اٹھنے والے طوفان سے وہ خود بھی نہیں بچ سکے گی۔ یہ تو ہر فرد جانتا اور مانتا ہے کہ ملک وقوم کے مفادات بہر طور مقدم ہیں، ان کا تقاضا یہی ہے کہ صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے کسی صورت نہ جانے دیا جائے اور درپیش مسئلے سے نمٹنے کے لیے معقولیت اختیار کی جائے۔

اس حقیقت سے کسے مجال انکار ہے کہ پاکستان کا آئین عوام کے منتخب نمائندوں اور تمام پارلیمانی پارٹیوں کے مکمل اتفاق سے منظور ہوا، اس کی ایک ایک دفعہ اور ایک ایک شق پر حزب اختلاف نے مہر توثیق ثبت کی، اقلیتوں کی جو تعریف آئین میں متعین کی گئی ہے حزب اختلاف نے اس پر بھی صاد کیا ہے حتیٰ کہ جماعت اسلامی اور جناب مفتی محمود نے بھی اس پر دستخط کیے، اگر ان کے ذہن میں کوئی اُلجھن یا خلجان ہوتا تو اس کے اظہار میں کون سی مصلحت ان کے مانع آئی کہ انھوں نے کیوں اعتراض نہ کیا، اس سے صاف عیاں ہے کہ وہ اُس وقت اس دیرینہ مسئلے کو اس طرح نہیں دیکھتے تھے جس طرح آج دیکھنے لگے ہیں اور اس کو طے کرنے کے لیے امن وقانون کی خلاف ورزی کو ضروری سمجھنے لگے ہیں۔

حزب اختلاف کو اگر یہ خیال ہے کہ وہ ربوہ کے واقعے سے پیدا ہونے والی صورتِ حال کو عوام کی منتخب حکومت کے خلاف استعمال کرسکیں گے تو یہ ان کی بُھول ہے، عوامی حکومت ختم نبوت پر پختہ ایمان رکھتی ہے، ختم نبوت پر ایمان، ہمارے آئین کا حصہ ہے، صدر اور وزیراعظم نے اسی آئین کے تحت اپنے عہدوں کا حلف لیا ہے اور صدقِ دل سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی کا اقرار کیا ہے...... اس کے بعد حزب اختلاف کے لیے کوئی نزاع چھیڑنے، عوام کے جذبات سے کھیلنے امن وقانون کو غارت کرنے اور قومی مفادات کو معرض خطر میں ڈالنے کا کیا جواز ہے؟

ختم نبوت کے بارے میں حکومت، عوام اور حزب اختلاف میں کسی قسم کا کوئی اختلاف ہے اور نہ کبھی ہوسکتا ہے، یہ ہمارے ایمان کا مسئلہ بھی ہے اور آئین کا بھی، اس لیے اسے کسی

Marfat.com

طرح بھی وجہ نزاع نہیں بنایا جا سکتا مگر اس کا کیا کیا جائے جو بعض عناصر اور مخالف جماعتیں عوام کے جذبات سے کھیلنے پر تُل گئی ہیں اور انھوں نے یہ حقیقت فراموش کر دی ہے کہ اگر فرقہ واریت کی آگ بھڑک اُٹھی تو اس کے نتائج تباہ کن ہوں گے، اس لیے ہر ذمہ دار شہری پر واجب آتا ہے کہ جوش کو ہوش پر غالب نہ آنے دے، امن و قانون کی بحالی اور بقا کو فرض جانے اور یہ یقین رکھے کہ عدالتی کمیشن کی تحقیقات اور سفارشات، ان عناصر کے احتساب اور مواخذے کی لازماً محرک ہوں گی جن کی عاقبت نااندیشی سانحۂ ربوہ کا سبب بنی۔

وزیراعظم بھٹو نے کہا ہے کہ جذبات ٹھنڈے اور امن بحال ہو جانے کے بعد اس سارے مسئلے کو مناسب وقت پر قومی اسمبلی کے خفیہ اجلاس میں بھی زیرِ بحث لایا جا سکتا ہے، ایسی یقین دہانی کے بعد توقع رکھنی چاہیے کہ ہنگامہ آرائی اور فساد کا سلسلہ یکبارگی قطع ہو جائے گا اور بگاڑ کی تمام صورتوں کو معدوم کرنے کی پوری کوشش کی جائے گی اور یہ بات ذہن نشین رکھی جائے گی کہ ہمیں ایک جمہوری، مہذب اور شائستہ معاشرے کی تعمیر کا صبر آزما مرحلہ درپیش ہے، اگر ہم نے اپنے ہمہ نوع مسائل کو عقل و خرد اور تدبر سے حل کرنے کی بجائے منفی انداز اپنانے پر اصرار کیا تو دنیا کی نظروں میں سامانِ تضحیک بن جائیں گے بہ قول وزیراعظم بھٹو؛

> ''ہر جگہ لوگ اس حیرت میں غلطاں ہیں کہ آخر پاکستانی معاشرے کو کیا ہو گیا ہے، ہر کوئی پوچھتا ہے کہ کیا ہم رواداری سے اس قدر عاری ہو گئے ہیں کہ اپنے مسائل کو معقولیت کے ساتھ اور جمہوری طریقے سے حل نہیں کر سکتے؟''

ہمیں ایک باوقار، معاملہ فہم، روشن خیال اور روشن ضمیر قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا اور اقوام عالم کی صف میں ممتاز مقام حاصل کرنا ہے تو پھر ہمیں اُسوۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا ہو گی اور صبر، تحمل، بُردباری اور رواداری کے اوصاف سے متصف ہونا ہو گا۔

☆

Marfat.com

سنجیدگی اور تدبر کی ضرورت

۱۴ر جون ۱۹۷۴ء

پنجاب کے وزیر اعلیٰ مسٹر محمد حنیف رامے نے اپنی نشری تقریر میں ربوہ کے اندوہ ناک واقعہ کے تعلق میں جو کچھ کہا ہے، عامۃ المسلمین کو اس پر کامل احساس ذمہ داری کے ساتھ اور پوری متانت اور سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے اور یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ مسائل کے مستقل حل کا موزوں اور موثر طریقہ صرف اور صرف افہام و تفہیم ہے، ہر فرد اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ ربوہ کا واقعہ رونما ہوتے ہی سرکاری مشینری حرکت میں آ گئی، ربوہ سے ستر (70) افراد گرفتار کیے گئے، تفتیش کا کام پولیس کی کرائمز برانچ کے سپرد کر دیا گیا، جس کے نتیجے میں مزید گرفتاریاں عمل میں آ رہی ہیں حتیٰ کہ امیر جماعت احمدیہ کو بھی شامل تفتیش کر لیا گیا ہے، ...... یہ تو مسئلے کا ایک پہلو تھا، دوسرے پہلو کا تعلق عامۃ المسلمین کے جذبات اور بنیادی دینی عقائد سے ہے، حکومت نے اسے بھی یکساں اہمیت دی ہے۔ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو واشگاف الفاظ میں اعلان کر چکے ہیں کہ ہمارے اور عامۃ المسلمین کے جذبات اور عقائد ایک ہیں، پھر یہ بھی بدیہی حقیقت ہے کہ ملک کا دستور ختم نبوت کے عقیدے کو تحفظ دیتا ہے، غرض ہادی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم المرسلین، نبی آخر الزمان اور خاتم النبیین ہونے کے عقیدے پر حکومت کا بھی اتنا ہی پختہ اور غیر متزلزل ایمان ہے جتنا ہر راسخ العقیدہ مسلمان کا ہے۔ موجودہ حکومت اور اس کے قائدین اس مسئلے پر عامۃ المسلمین کے جذبات کی تکریم و تحریم کو اپنا فرض ہی نہیں جزوِ ایمان جانتے ہیں، لیکن کون ذی شعور اور فہمیدہ شخص، اس بات سے انکار کرے گا کہ معاشرتی امن و امان کو برقرار رکھنے اور پاکستان میں بسنے والے ہر فرد کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کرنے کا فرض بھی حکومت پر ہی عاید ہوتا ہے، اس باب میں کسی قسم کا امتیاز اور تخصیص روا رکھنا نہ دینی اعتبار سے اور نہ دُنیوی اعتبار سے ہی قرین انصاف و مصلحت ہے۔

Marfat.com

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب حکومت امن و امان کو برقرار رکھنے کا عزم ظاہر کرتی ہے تو وہ اصل مسئلے کو نظر انداز کر دینا چاہتی ہے یا اس کی اہمیت اور سنگینی کی منکر ہو جاتی ہے، مسئلہ جس کے سبب عامۃ المسلمین کے جذبات میں ہیجان ہے، اپنی تمام تر واقعیت کے ساتھ حکومت کو پوری طرح ملحوظ ہے، اس کا ایک ثبوت وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی لاہور میں موجودگی اور مختلف مکاتب فکر کے علماء اور فضلاء سے مذاکرات کا وہ سلسلہ ہے جو تادم تحریر جاری ہے، عمائدین حکومت کی یہ سچی خواہش اور کوشش ہے کہ یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے دینی عقائد کے مطابق بہ حسن و خوبی حل ہو جائے جیسا کہ وزیر اعلیٰ جناب محمد حنیف رامے نے کہا ہے کہ ''آج جو مسئلہ ہمیں درپیش ہے وہ سنگین بھی ہے اور اہم بھی، اس مسئلے کی عہد درعہد پھیلی ہوئی ایک طویل اور پیچ در پیچ تاریخ ہے، اس لیے یہ چٹکیوں میں حل ہونے کی بجائے سنجیدہ غور و فکر کا متقاضی ہے''......

اور یہ طے ہے مسائل کو حل کرنے کا یہی طریقہ احسن ہے اس طرح معاشرتی امن و سکون بھی قائم رہتا ہے، معمولات زندگی میں بھی رخنہ نہیں پڑتا اور ضمنی اور اضافی مسئلے، اُلجھنیں اور پیچیدگیاں بھی پیدا نہیں ہوتیں۔ اہل نظر کے لیے یہ بات بڑی اطمینان افروز ہے کہ عوام نے ربوہ کے واقعہ پر جو اصلاً اشتعال انگیز تھا کسی ایسے ردعمل کا اظہار نہیں کیا جو ان کے قومی وقار، تہذیب و شائستگی اور سب سے بڑھ کر اُسوۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منافی ہوتا، انھوں نے صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور عام طور پر امن و قانون کی خلاف ورزی کے مرتکب نہیں ہوئے، اس کی ایک بڑی وجہ حکومت پر ان کا اعتماد ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کی حکومت اس مسئلے کے تمام فوری اور دُوررس امکانات اور مضمرات سے آگاہ ہے۔ انھیں اس امر کا بھی احساس ہے کہ یہ عوامی حکومت ہی ہے جس نے پہلی مرتبہ اس مسئلے سے آنکھیں چار کرنے کی بے لاگ جرات کا مظاہرہ کیا ہے، اسے محض نظم و نسق کا معاملہ سمجھا ہے اور نہ اسے حل کرنے کے لیے تشدد کا راستہ اختیار کیا ہے...... اس کے بعد یہ توقع بے محل اور بے جواز نہیں کہ عوامی حکومت درپیش مسئلے کے حتمی اور قطعی حل کے لیے (علمائے کرام کے مشوروں، بنیادی دینی عقائد اور آئینی تقاضوں کی روشنی میں) جو بھی طریق اختیار کرے گی، عوام کو بطیب خاطر قبول ہوگا اور وہ کسی صورت میں بھی ان مفاد پرست عناصر اور سیاسی طالع آزماؤں کو تشدد، قانون شکنی اور امن سوزی کی راہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیں گے جو عوام کے جذبات بھڑکا کے اور انھیں گمراہ کر کے

Marfat.com

اپنی دکان چمکانے کے ایسے ہی پکے اور ایمان کے ایسے ہی سچے ہوتے تو واقعہ ربوہ کے رونما ہونے کے منتظر نہ رہتے بہر طور عوام ان عناصر کے ظاہر و باطن سے اچھی طرح واقف ہیں اور ماضی میں ان کے ہاتھوں کئی مرتبہ زخم کھا اور زک اُٹھا چکے ہیں، اس لیے وہ ان سے محتاط رہیں گے اور وزیر اعلیٰ کی اس اپیل کو پیش نظر رکھیں گے کہ؛

''عوام اور علمائے کرام اس نازک مسئلے کو سیاسی موقع پرستوں کے ہاتھ کا کھلونا نہیں بننے دیں گے اور اس پُر امن ماحول کو برقرار رکھیں گے جو مسئلے کے حل کے لیے لازمی ہے۔''

وزیر اعلیٰ نے ان تمام مہم جو اور موقع پرست سیاسی عناصر کو بھی خبر دار کیا ہے کہ تشدد اور بدامنی سے مسئلے کے حل میں رکاوٹ نہ ڈالیں ورنہ حکومت مجبور ہو گی کہ انتہائی سختی سے ان کی گرفت کرے...... اُمید کرنی چاہیے کہ اس اپیل کا خاطر خواہ اثر ہو گا اور یہ بات دھیان میں رکھی جائے گی کہ مفسدہ پردازوں کو نہ کھل کھیلنے کی مہلت دی جائے گی اور نہ غیر جمہوری اور وطن دشمن قوتوں کو آگے لانے اور بڑھاوا دینے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔

☆

Marfat.com

صحیح راہِ عمل

۱۵ر جون ۱۹۷۴ء

لوگوں نے وزیر اعظم بھٹو کی تقریر سنی اور جانا کہ:

'گویا یہ بھی میرے دل میں تھا'

عقیدہ وہی، ایمان وہی، جذبات وہی، فرق اختلاف کا کہیں شائبہ بھی نہ تھا، ہوتا بھی کیسے، ختم نبوت کے بارے میں جو عقیدہ عام مسلمان کا ہے وہی جناب بھٹو اور ان کی حکومت کا ہے، اس عقیدے کو ملک کے دستور میں تحفظ حاصل ہے۔ یہ تحفظ عوامی حکومت ہی کے دَور میں دیا گیا ہے، ان سے پہلے کے دستاویز میں اس کا اہتمام نہ تھا، ماضی میں جن کے ہاتھ زمام اقتدار رہی، انھیں اس کی توفیق نہ ہوئی، انھیں جاہ ومنصب کے جھمیلوں سے ہی فرصت نہ تھی کہ عوام کے اقتصادی، معاشرتی، دینی اور سیاسی مسائل کو جانتے بل کہ وہ تو جان بوجھ کر مسائل کو اُلجھاتے رہے تاکہ عوام مشکلوں میں گھرے رہیں، انھیں انفرادی اور اجتماعی مسئلوں کا احساس اور اِدراک نہ ہو پائے، وہ بیدار ومنظم نہ ہوسکیں اور سیاسی طالع آزماؤں کی گرفت واحتساب کرنے کے قابل نہ بن پائیں، انھیں اس ملک کی اصل متاع...... عوام سے محبت ہوتی تو ان کی مادی آسودگی اور روحانی تسکین کا بندوبست کرتے، انھیں افلاس کی دلدل سے نکالتے، ان کی تہذیب ذہن کرتے اور ایسا ماحول اُستوار اور ایسے اسباب فراہم کرتے کہ سیاسی بیداری اور معاشرتی شعور کی پختگی کی صورت نمایاں ہوتی۔ تمام معاملات کے بارے میں ہر طرح کے اشکال ہمیشہ کے لیے حل ہو جاتے۔ لوگوں کو علم ہوتا کہ سیاست معیشت اور معاشرت کے بارے میں انھیں کون سا اُسلوب اختیار کرنا ہے، ان کے دینی معتقدات اپنی اصل اور خالص شکل میں کیا ہیں، پھر ان کے مقدس دینی عقائد اور جذبات کا کاملاً احترام بھی ہوتا اور تحفظ بھی، اور وہ ہر طرح کے خرخشوں سے آزاد ہو جاتے، انھیں روحانی سکون اور اطمینان حاصل ہوتا اور ان کی تمام تر توجہ معاشرے کی

Marfat.com

مادی اور روحانی ترفیع پر مرکوز رہتی مگر جہاں خود ارباب اقتدار کا تاریخی اور معاشرتی شعور پختہ نہ ہو جو وقت کا ساتھ دینے کی صلاحیت، مستقبل کے تقاضوں کی تفہیم اور تعمیر وارتقا کے کسی جامع جان دار اور حقیقت پسندانہ تصور سے عاری ہوں تو پھر ان سے یہ توقع عبث ہے کہ وہ عوام کو سیدھی راہ پر ڈال سکیں گے اور انھیں ان اوصاف سے متصف کر سکیں گے جو دین مبین کا بھی اقتضا ہیں اور تہذیب وشائستگی کے۔۔بھی جدید تصور کا بھی، چناں چہ ماضی میں دوسرے مسائل کے علاوہ ختم نبوت کے مسئلے کو بھی تعویق والتوا میں ڈالا جاتا رہا۔ دَورِ رفتہ کے انھی کم نظر، عاقبت نااندیش اور بے حوصلہ حکمرانوں کی مجرمانہ غفلت کا جو خمیازہ ملک وقوم کو بھگتنا پڑا وہ سب کے سامنے ہے، وہ چوکس وہشیار ہوتے، انھوں نے قومی اور ملی معاملات کو ڈھنگ اور سلیقے سے سلجھانے کی تدبیر کی ہوتی تو نہ اغیار کی سازشیں کامیاب ہوتیں نہ ملک دونیم ہوتا اور نہ شدائد ومصائب کا وہ طوفان اٹھتا جس سے نکلنے کے لیے بے پایاں تدبر وفراست، بے مثل جرات عمل اور عوام کی صفوں میں کامل اتحاد از بس لازمی ہے۔

اسے قوم کی خوش قسمتی سمجھنا چاہیے کہ اب زمام اختیار جناب بھٹو کے ہاتھ میں ہے جن کی فہم وفراست، حکمت وتدبر، امانت ودیانت، بے پناہ قوت عمل اور سب سے بڑھ کر عوام دوستی کا ایک زمانہ معترف ہے، انھوں نے ڈھائی برس کی مختصر مدت میں آلام وشدائد کے بھنور میں گھری ہوئی کشتی کو ساحل پر لا کھڑا کیا ہے، اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ زندگی کے کسی بھی شعبے میں، ہم بے جہتی کا شکار ہیں۔ تمام دوائر میں ہمارے مقاصد بھی معیّن ہیں اور ان کی تحصیل وتکمیل کے ذرائع بھی، کسی بھی مسئلے کے بارے میں کوئی ابہام اور کوئی اشکال باقی نہیں، سب کو علم اور یقین ہے کہ آنے والا ہر دن عوام کی بیداری، آسودگی اور ترفیع کا پیامی ہوگا اور وہ ڈھیروں مسائل جو ہمیں ماضی سے ورثے میں ملے ہیں، ایک ایک کر کے حل ہو جائیں گے۔ انتشار اور خلفشار کی تمام صورتیں ناپید ہو جائیں گی، عامۃ المسلمین کے اَساسی دینی معتقدات کی لفظاً اور معناً تکریم بھی ہو گی اور ان کا بے ریائی سے حفظ بھی ہوگا کسی کو امت مسلمہ کے پاک جذبات سے کھیلنے کی اجازت نہ ہوگی، یہ سارے معاملات دین اور آئین کی منشا کے مطابق اور خالصتاً جمہوری انداز میں طے ہوں گے۔ تحفظ ختم نبوت کے مسئلے کے حل کے لیے وزیراعظم بھٹو نے جو راہِ عمل تجویز کی ہے وہی موزوں اور صحیح ہے۔ معاملہ عوام کے منتخب نمائندوں کے سامنے قومی اسمبلی میں پیش ہوگا

Marfat.com

وہ اس پر اتفاق رائے سے آخری فیصلہ کریں گے، مناسب سمجھیں گے تو عدالت عالیہ اور اسلامی مشاورتی کونسل سے بھی مشورہ کر سکیں گے اور یوں عام مسلمانوں کی تسکین واطمینان کا سامان ہو جائے گا۔ پھر اس میں کچھ زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا، قومی اسمبلی کے رواں بجٹ اجلاس کے جو ۳۰ جون کو ختم ہو رہا ہے یہ مسئلہ ایوان کے زیر غور آئے گا......اس صحیح لائحہ عمل کے اعلان کے بعد، اس مسئلے پر کسی قسم کی ایجی ٹیشن کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا تحریک ومطالبے کی ضرورت تو تب پڑتی ہے کہ کسی درپیش مسئلے کی اہمیت اور سنگینی کا احساس نہ ہو، یہاں تو عام آدمی سے لے کر عمائدین حکومت تک ختم نبوت پر ہم عقیدہ، اور اس مسئلہ کو حل کرنے پر متفق ہیں، اس لیے سب کو اطمینان ہو جانا چاہیے اور ان عناصر سے خبردار رہنا چاہیے جو فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے کے خوگر ہیں،......

عوام نے اس دوران جس صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا وہ ان کی سیاسی بیداری کا غماز ہے وہ ماضی کے تلخ اور ناگوار تجربات کی بنا پر سمجھ گئے ہیں کہ سیاسی طالع آزماؤں کو تو کھل کھیلنے کا بہانہ چاہیے، انھیں اس سے غرض نہیں ہوتی کہ عوام پر کیا بیتتی ہے اور ملک پر کیا آفت آتی ہے۔

عامۃ المسلمین ان مفسدوں سے ہشیار رہے تو عوامی حکومت اور جمہوریت کے خلاف بیرونی اور اندرونی سازشوں کو پنپنے اور پروان چڑھنے کا ہرگز موقع نہیں ملے گا اور ہمیں اپنے اعتقادات اور نظریات کے مطابق وطن کی تعمیر نو کی مہلت بھی میسر رہے گی اور اپنے اس ارفع و اعلیٰ مقصد میں بھی کامیاب ہوں گے۔

ہمیں دنیا پر ثابت کرنا ہے کہ مسلمان بے حد مہذب، روادار، خوش معاملہ اور انسانیت دوست ہوتے ہیں وہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اپنے اٹل روحانی تعلق کی بنا پر سب کے لیے آیہ رحمت ہیں جو ان کی پناہ میں آجائے اسے کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

☆

Marfat.com

سیاسی طالع آزمائی

۱۶رجون ۱۹۷۴ء

ریٹائرڈ ائیر مارشل اصغر خان عوام کے جذبات کی کتنی قدر کرتے ہیں اور ان کے مطالبوں کو کتنی اہمیت دیتے ہیں اس کا اندازہ ان کی اگلے روز کی پریس کانفرنس سے ہو جاتا ہے، ان سے پوچھا گیا کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کے عوامی مطالبے کے بارے میں ان کا کیا موقف ہے تو پہلے جواب گول کر جانا چاہا، جب اصرار ہوا تو کہا کہ ''احمدیوں کی تعداد دو ڈھائی لاکھ ہے وہ تو پہلے ہی اقلیت میں ہیں۔'' یعنی انھیں باقاعدہ اقلیت قرار دینے کا کیا محل اور کیا ضرورت ہے؟ پھر انھیں ملک بھر کے عام مسلمانوں کے جذبات کا خیال آیا تو کہا کہ ''پہلے بھٹو کو اقتدار سے الگ کیا جائے ہم ایک ہی دن میں یہ (احمدیوں کا) مسئلہ حل کر دیں گے'' ساتھ ہی اصرار کیا کہ ''قادیانیوں کے مسئلے میں احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے، ساتھ ہی جماعت احمدیہ کے امیر مرزا ناصر احمد کی تائید میں یہ بھی کہا کہ ''یہ مسئلہ تو حکومت نے پیدا کیا ہے وہ اس کی آڑ میں عوام کی توجہ اصل مسائل سے ہٹانا چاہتی ہے''

اصغر خان سیاست دان بننا چاہتے ہیں تو اس پر کسے اعتراض ہو سکتا ہے البتہ انھیں سیاست کے آداب بھی سیکھنے چاہئیں، عوام کی اُمنگوں اور خواہشوں کا احترام بھی کرنا چاہیے اور ملکی وملی مفادات کا لحاظ پاس بھی کرنا چاہیے، اگر وہ سیاست کے آداب، عوام کے جذبات اور ملی مفادات کو یکسر نظر انداز کر دیں تو اپنی تمام تر تڑک بھڑک، ٹھاٹھ باٹھ اور ذاتی وجاہت کے باوجود وہ کسی کو قائل نہیں کر سکیں گے، کوئی اُن پر اعتماد نہیں کرے گا اور ان کی کسی بات کو کوئی وقعت نہیں ملے گی، سیاست فکری انتشار پھیلانے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا نام نہیں، کھرے پن، صداقت شعاری، عوام دوستی اور ملک وقوم کی بے رِیا خدمت کا نام ہے، کسی بھی سبب سے پیدا ہونے والے ہیجان واضطراب کو انارکی (anarchy) پیدا کرنے کا وسیلہ بنانا، عوام کی منتخبہ قانونی و

Marfat.com

آئینی حکومت کو غیر جمہوری اور غیر آئینی ذریعوں سے اقتدار سے الگ کرنے کی تلقین کرنا اور چور دروازے سے ایوانِ اقتدار میں داخل ہونے اور سیاہ وسفید کا مالک بننے کے لیے بے تابانہ پاؤں مارنا، سیاست نہیں، سیاست گری اور طالع آزمائی ہے۔

اصغر خان سیاسی طالع آزمائی کے میدان میں اُترنے والے پہلے آدمی نہیں، ان سے پہلے بھی ان کے کئی ہم مسلک ہو گزرے ہیں، اُن کے ''کارنامے'' لوگوں کے ذہنوں پر نقش ہیں، اُن کے ہاتھوں مادرِ وطن اور اس کے بیٹوں پر جو گزری، انھیں جو دُکھ جھیلنا پڑے، ابتلا وآزمائش کے جن صبر آزما اور زہرہ گداز مرحلوں سے گزرنا پڑا، انھیں کون بُھلا سکتا ہے!!!

انھی سیاسی طالع آزماؤں نے ملک کو جمہوریت کی راہ سے ہٹایا، اس پر آمریت کے پہرے بٹھائے، عوام کے جسموں اور روحوں کو پامال کیا، ان پر روشن خیالی کے دروازے بند کیے رکھے، انھیں کم حوصلگی کا شکار کیا، انھیں خود اعتمادی سے محروم رکھا اور انھیں اس حد تک دہشت زدہ کیا کہ گویا وہ اپنے سائے سے بھی بدکنے لگے۔......

عوام جب پاسِ نفس نہ کر سکیں، اُن کی سیاسی بیداری کا عمل رُک جائے اور مسائل سے آنکھیں چار کرنے کی اہلیت سے عاری ہو جائیں اور ان کے اعصاب پر حقیقی اور غیر حقیقی خطروں کا خوف مسلط ہو جائے تو وہ طبعی تقاضے کے طور پر لشتم پشتم زندگی کا بوجھ ضرور اٹھائے پھرتے ہیں لیکن ایک متحد مربوط یک جہت زندہ بیدار مغز حقیقت آشنا اور بلند ہمت قوم کی حیثیت سے خوب سے خوب تر کی تلاش کرنے اور مسائل کے حکیمانہ تجزیہ کرنے کی صلاحیت کھو دیتے ہیں۔ سیاسی طالع آزماؤں نے پاکستان کے عوام سے یہی کچھ کیا، اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ معیشت، معاشرت، سیاست غرض زندگی کے تمام دوائر میں انتشار پیدا ہو گیا، حقوق کا خیال رہا، نہ فرائض کا، انسانی اور اخلاقی قدریں سب ایک ایک کر کے فنا ہو گئیں، افلاس، امراض اور جہالت پر گرفت اور مضبوط ہو گئی، محلاتی سازشوں کا توڑ کرنے کے لیے جن اسباب کی ضرورت تھی، ناپید ہو گئے اور پھر روزِ بد بھی دیکھنا پڑا جب ملک دو ٹکڑے ہو گیا......

سیاسی طالع آزماؤں کی بن نہ آتی تو اندرونی اور بیرونی سازشیں کبھی پروان نہ چڑھ سکتیں......

پاکستان کے عوام سادہ لوح سہی، مگر انھوں نے پچھلے چھبیس برس کے دوران تلخ وترش

Marfat.com

تجربوں سے بہت کچھ سیکھا ہے، وہ اب کسی سیاسی طالع آزما کو ماضی کی داستان رقم کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے، پھر ایسے شخص کو جسے عوام کے جذبات کا برائے نام احساس بھی نہ ہو، احمدیوں کے بارے میں عامۃ المسلمین کے جذبات سے کون واقف نہیں، اصغر خان ان کی تائید نہیں کرنا چاہتے تو نہ کریں، ان کے نظریے اور اعتقاد کا معاملہ ہے مگر وہ عوام کے جذبات کو اپنی سیاست گری کا سامان تو نہ بنائیں، انھیں جمہوریت کی اس راہ سے جس پر وہ ۲۶ برس کے بعد گامزن ہوئے ہیں پھر سے تو نہ ہٹائیں اور آئین وقانون کی دھجیاں بکھیرنے کی جسارت تو نہ کریں وہ سیاست میں رہنا چاہتے ہیں اور مسند اقتدار پر فائز ہونا چاہتے ہیں تو جمہوری آداب کی پابندی کریں، آیندہ انتخابات میں حصہ لیں اور اپنے پروگرام کی بنا پر عوام کو اپنا ہم نوا بنائیں......

مگر اس کی اُمید کم ہی ہے کہ وہ زیادہ دیر اقتدار سے محرومی کی چبھن برداشت کر سکیں گے، وہ کسی نہ کسی طرح اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان ہونے کے لیے بے تاب ہیں، وہ نہ انتخابات کے بکھیڑے میں پڑنا چاہتے ہیں اور نہ جمہوری سیاست کے قائل ہیں، پھر ان کے دُکھ کا کیا علاج؟

☆

Marfat.com

بے بنیاد اور گم راہ کن پراپیگنڈہ

۲۴ر جون ۱۹۷۴ء

پاکستان میں رونما ہونے والے حالیہ فرقہ وارانہ تنازعے کے بارے میں بعض بین الاقوامی اخبارات نے جس طرح بڑھا چڑھا کر اور توڑ مروڑ کر خبریں شائع کی ہیں، ایک سرکاری ترجمان نے فوری طور پر اس کی مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ صورت حال کی جو تصویر پیش کی گئی ہے، سراسر غیر حقیقت پسندانہ ہے اور ان خبروں کی غایت پاکستان کے وقار کو مجروح کرنا ہے، دوسرے لفظوں میں کہیں کہیں بڑے پیمانے پر اور کہیں زیادہ سنگین واقعات ہوئے مگر ان کوائف کو پیش کرتے وقت تناسب اور سیاق و سباق کو ملحوظ رکھا گیا مگر پاکستان میں پیش آنے والے واقعہ کو اس طرح پیش کیا گیا جیسے کوئی طوفان آ گیا ہو،......

یہ پہلا موقع نہیں کہ بعض بین الاقوامی اخبارات نے پاکستان کے داخلی واقعات کو مسخ کر کے اور توڑ مروڑ کر پیش کیا ہو، جب بھی ہماری تاریخ میں کوئی نیا موڑ آیا یہ اخبارات مبالغہ آرائی اور افترا پردازی پر اُتر آئے، حق و انصاف کے اُصول تو رہے ایک طرف، انھوں نے صحافتی آداب اور روایات کی بھی پروا نہ کی اور انھیں نہایت بے دردی سے پامال کیا، نہ حقائق جاننے کی کوشش کی اور نہ غیر جانب داری برتی، سُنی سنائی باتوں کو حقیقت جانا اور سنسنی پیدا کرنے کی غرض سے انھیں لُون (نمک) مرچ لگا کر پیش کر دیا، اس سے کسی ملک کے وقار کو ٹھیس پہنچے اور ان کی رُسوائی ہو، انھیں اس سے غرض نہیں۔ ان اخباروں کا غیر ذمہ دارانہ رویہ ہمیشہ عالمی رائے عامہ کے لیے گم راہ کن رہا ہے، اس مرتبہ بھی انھوں نے پاکستان سے اپنی مخاصمت کے اظہار اور رائی کا پہاڑ اور بات کا بتنگڑ بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ بات اپنی جگہ پر مسلّم ہے کہ کوئی چاہے لاکھ کوشش کرے، حقائق کو اِخفا میں نہیں رکھ سکتا، زود یا بدیر کذب و رِیا کا پردہ چاک ہو جاتا ہے اور سچ اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ سامنے آ جاتا ہے، چناں چہ ماضی میں بعض غیر ذمہ دار

Marfat.com

اخباروں نے پاکستان کے بارے میں جو بے بنیاد پراپیگنڈہ کیا، کچھ ہی عرصہ بعد اس کا طلسم ٹوٹ گیا اور دنیا کو اصل حقیقت معلوم ہوگئی اس لیے یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ حالیہ واقعات کے سلسلے میں جھوٹ کا جو طومار باندھا گیا اس کی حیثیت صریحاً وقتی اور ہنگامی ہے، تاہم سابقہ تلخ تجربات کے پیش نظر لازم ہے کہ جو بین الاقوامی اخبار بغیر کسی جواز کے ہم پر چھینٹے اُڑانے کی مذموم حرکت کے مرتکب ہو، اس کا سختی سے نوٹس لیا جائے اور دنیا کو بلا کم وکاست اصل حقائق سے آگاہ کیا جائے۔ سرکاری ترجمان نے یہی فریضہ ادا کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان اخباروں کی مبالغہ آرائی کے نتیجے میں غیر ملکوں میں مقیم پاکستانیوں کو کیسی پریشانی اٹھانا پڑی، عالمی سطح پر کیسی کیسی بدگمانیاں پیدا ہوئیں اور شہری حقوق کی محافظت کی داعی تنظیموں کو کتنی تشویش لاحق ہوئی۔

ان اخباروں نے جو الزامات اپنے طور پر یا جماعت احمدیہ کے امیر مرزا ناصر احمد اور سر ظفر اللہ خان کے بیانوں کے حوالے سے (بغیر تصدیق کیے) عاید کیے تھے۔ سرکاری ترجمان نے حقائق اور شواہد کی بنا پر کلیتاً تردید اور تکذیب کر دی ہے۔ اب عالمی رائے عامہ کے لیے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہوگا کہ ان الزامات کی اصل کیا ہے اور محرکات کیا ہیں۔ پاکستان کا آئین، بلا امتیاز عقیدہ ومسلک ہر شہری کی مکمل حفاظت کی ضمانت دیتا ہے چناں چہ ربوہ کے افسوس ناک واقعہ کے رونما ہوتے ہی حکومت نے اپنی انسانی، قانونی اور آئینی ذمہ داری پوری کی، جو سماج دشمن عناصر ایک مذہبی مسئلے سے ناجائز فائدہ اٹھا کر امن وقانون کو غارت کرنے پر آمادہ تھے ان کے خلاف سخت کارروائی کی گئی، تشدد کو روکنے کے لیے پولیس کے علاوہ فیڈرل سکیورٹی فورس اور رینجرز کو مقرر کیا گیا اور یہ بتانے کے لیے امن سوزی اور قانون شکنی گوارا نہیں کی جائے گی۔ سول انتظامیہ کی مدد کے لیے فوج طلب کر لی گئی۔ ربوہ کے واقعہ کی تحقیقات کے لیے ہائی کورٹ کے ایک جج پر مشتمل ایک عدالتی ٹربیونل قائم کر دیا گیا، جو شہادتیں لینے کے بعد اپنی رپورٹ حکومت کو پیش کرے گا، اشتعال انگیزی کو روکنے کے لیے فسادات کی خبروں پر وقتی طور پر سنسر بٹھا دیا گیا، مقصد یہ تھا کہ جذبات نہ بھڑکیں اور جانی اتلاف اور مالی نقصان کے امکانات مسدود رہیں۔ حالات کے معمول پر آتے ہی یہ پابندی ختم کر دی گئی۔ وزیر اعظم نے تمام متعلق گروپوں کے وفود اور امیر جماعت احمدیہ کے بیٹے سے مذاکرات کیے،...... ان انتظامی، عدالتی اور سیاسی

Marfat.com

اقدامات ہی کا نتیجہ تھا کہ تین ہفتے کے اندر فساد ختم ہو گیا، اس کے مقابلے میں ۱۹۵۳ء میں اسی مسئلے پر جو فسادات ہوئے، لاہور میں مارشل لاء کے نفاذ کا موجب ہوئے...... جہاں تک حالیہ فساد میں جانی اِتلاف کا تعلق ہے۔ ترجمان نے بتایا کہ ۴۲ جانیں تلف ہوئیں، ان میں سے ۲۷ احمدی تھے، اگر بعض لوگوں نے عجلت نہ برتی ہوتی اور اپنے دفاع میں گولی نہ چلائی ہوتی تو اتنا اتلاف بھی نہ ہوتا۔ رہا یہ الزام کہ ربوہ کا ٹیلی فونی رابطہ جان بوجھ کر منقطع کر دیا گیا تھا تو یہ بھی قطعاً بے بنیاد ہے، بیرون ملک سے اتنی کالیں آرہی تھیں کہ ان میں تاخیر ہو جانا قدرتی تھا، وزیر اعظم بھٹو نے ۱۳ جون کو ایک نشری تقریر میں لوگوں کو صبر و تحمل سے کام لینے کی تلقین کے ساتھ یہ انتباہ بھی کیا کہ کسی کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دی جائے گی، اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ اگلے روز ہڑتال کا دن پُرامن طور پر گزرا، حکومت نے مسئلے کی نوعیت کے پیش نظر اسے قومی اسمبلی میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ کوئی حقیقت پسندانہ اور جمہوری طور پر حل نکل سکے،...... عوام کے جذبات کے کامل احترام کے باوجود حکومت نے قانون شکنی کو کسی صورت گوارا نہیں کیا اور اس کے سد باب کے لیے تمام ضروری اقدامات کرنے میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں کی، وفاقی کابینہ گزشتہ دو روز سے ربوہ کے واقعہ سے پیدا ہونے والی صورت حال کے تمام پہلوؤں کا بدقت نظر جائزہ لینے میں مصروف ہے۔ وزیر اعظم بھٹو نے اگلے ہی روز مری میں اعلان کیا ہے کہ:

> ''میری حکومت کو اب تک کئی نازک مسئلوں کا سامنا کرنا پڑا، جنہیں موثر طور پر حل کر لیا گیا، مجھے یقین ہے کہ واقعہ ربوہ سے جو مسئلہ پیدا ہوا ہے ہم اس کا بھی مناسب اور مستقل حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، دانش مندی اور حب الوطنی کے جذبے سے تمام مسائل خوش اُسلوبی سے حل کیے جا سکتے ہیں۔ قادیانیوں کا مسئلہ پرانا بھی ہے اور مشکل بھی، آسان ہوتا تو بہت پہلے حل ہو گیا ہوتا، تاہم ہم انصاف کے اُصولوں کے مطابق اسے حل کریں گے''

......اس کے بعد نہ عوام کے ذہن میں شکوک و شبہات رہنے کی کوئی گنجائش ہے اور نہ مفسدہ پردازوں کے لیے افواہیں پھیلانے اور من گھڑت الزامات لگانے کی۔

☆

Marfat.com

خاص کمیٹی کا قیام

۲رجولائی ۱۹۷۴ء

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے ۱۳جون کو اپنی نشری تقریر میں وعدہ کیا تھا کہ بجٹ سازی کا کام مکمل ہوتے ہی ختم نبوت کا مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کر دیا جائے گا، یہ وعدہ پورا ہو گیا ہے۔ ۳۰ جون کو وفاقی وزیر قانون و پارلیمانی اُمور مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ کی تحریک پر، ایوان نے اتفاق رائے سے قومی اسمبلی کو خاص کمیٹی میں منقلب کرنا منظور کر لیا۔ کمیٹی کی سربراہی قومی اسمبلی کے سپیکر کریں گے اور اس میں پورے ایوان کو نمائندگی حاصل ہوگی، کمیٹی کے اجلاس میں چالیس ارکان کی حاضری لازمی ہوگی، ان میں سے دس کا تعلق حزب اختلاف سے ہوگا، ان میں وہ افراد بھی شامل ہیں جو قومی اسمبلی میں تقریر کرنے یا اس کی کارروائی میں حصہ لینے کا حق رکھتے ہیں۔ غرض یہ کمیٹی ہر اعتبار سے نمائندہ ہے اور اسے تمام پارلیمانی جماعتوں کا مکمل اعتماد اور تائید حاصل ہے، کمیٹی یہ اُمور انجام دے گی:

۱۔ اسلام کی رُو سے اُن افراد کی حیثیت کا تعین کرنا جو ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے۔

۲۔ کمیٹی کی طرف سے مقررہ مدت میں ارکان اسمبلی کی طرف سے اس مسئلے کے بارے میں تجاویز، سفارشات اور قراردادیں وصول کرنا

۳۔ اپنی کارروائی، گواہوں کے بیانات اور دستاویزات کے مطالعے کے بعد اس مسئلے کے بارے میں سفارشات پیش کرنا۔

کمیٹی کے تقرر اور ذمہ داری کے تعین کے بعد، پورے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کی رُو سے ختم نبوت کا مسئلہ حتمی طور پر طے ہو جائے گا اور اس کے بعد اس ضمن میں کسی قسم کے اختلاف اور نزاع کی قطعاً کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ اب یہ توقع بھی کی جا سکتی ہے کہ ایوان کے باہر ایجی ٹیشن کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور قوم کا ہر فرد اس بات کو ملحوظ رکھے گا کہ عوام کے

Marfat.com

منتخب نمائندوں نے مسئلہ ختم نبوت کو حل کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی ہے، انھیں مہلت ملنی چاہیے کہ وہ مسئلے کے تمام دینی پہلوؤں کا بہ نظر غائر جائزہ لے سکیں اور ایسے متعلقہ عادلانہ اور منصفانہ نکتے پر پہنچ سکیں جو عامۃ المسلمین دینی عقائد اور جذبات کی تسکین کا بھی موجب ہو، ہمارے قومی وقار کے شایان شان بھی ہو اور جس سے دنیا پر یہ بھی ثابت ہو سکے کہ دینی مسائل ہوں یا دُنیوی جب ہادیٔ برحق ختم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا انھیں مٹانے پر مامور ہوتے ہیں تو وہ سراپا عدل اور مجسم انصاف اور حکمت ہوتے ہیں، افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوتے، مغلوب الجذبات نہیں ہوتے، میزانِ عدل کو مضبوطی سے تھامتے ہیں اور ایسے فیصلے کرتے ہیں جو دنیائے انصاف میں نظیر بنتے ہیں اور تمام زمانوں کے لوگ اُن سے استناد کرتے ہیں...... جب یہ مقصد پیش نظر ہو تو ہم سب پر لازم آتا ہے کہ ماحول کو مکمل طور پر پُر امن رکھیں اور ثابت کریں کہ ہمیں اپنے نمائندوں پر پورا اعتماد ہے، ہم انصاف کے اسلامی تصور سے کاملاً آشنا ہیں اور ہمارا دامن جبر اور اِکراہ سے پاک ہے۔

خاص کمیٹی کا اجلاس شروع ہو چکا ہے اس لیے یہ واضح ہے کہ وہ اپنی سفارشات مرتب کرنے کے لیے اَساسی مواد کی فراہمی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گی، اس کا بے حد احتیاط سے تجزیہ کرے گی، جہاں بھی کوئی اَشکال پیدا ہوا، اُسے مستند اور ثقہ حوالوں کی روشنی میں دُور کرے گی، نتائج اخذ کرتے وقت اسلام کی رُوح اور منشا ہی کو میزان بنائے گی۔ پھر پاکستان کے قومی مفادات کو بھی بہ طور خاص ملحوظ رکھے گی، اس میں کلام نہیں کہ ہمارے قومی مفادات اور ہمارے دینی معتقدات میں کسی فرق کا تصور بھی محال ہے، تاہم جب ہم پاکستان کو اسلام کا قلعہ سمجھتے ہیں تو ہم پر لازم ٹھہرتا ہے کہ کسی ایسی بات کے مرتکب نہ ہوں جس سے اسلام پر کسی قسم کی بھی زد پڑتی ہو یا جس سے کوئی نیا فتنہ اُٹھ کھڑا ہونے کا احتمال ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ تمام پارلیمانی پارٹیوں نے جس اتفاق رائے سے خاص کمیٹی کے قیام کی راہ ہموار کی، اس کے فرائض کا تعین کیا اور ان کی انجام دہی میں شرکت قبول کی...... کمیٹی کی بہ کمال وتمام کارروائی میں بھی وہ اسی جذبے کے ساتھ حصہ لیں گی اور صحیح نتائج اخذ کرنے میں مدد دیں گی، ہمیں توقع ہے کہ عوام جو بنیادی طور پر بے حد وسیع النظر، متحمل مزاج اور روادار ہیں ایک دینی مسئلے کو دین ہی کی روشنی میں خوش اُسلوبی سے حل کرنے کے موجودہ انتظام پر مطمئن ہوں گے اور ایسے افراد کے پیچھے

Marfat.com

نہیں لگیں گے جو معاشرتی امن وسکون کی قدر و قیمت سے آشنا نہیں یا جو سادہ دل اور سادہ لوح عامۃ المسلمین کے جذبات سے غلط فائدہ اٹھانے کی فکر میں رہتے ہیں۔

☆

تاریخی فیصلہ

۹ ستمبر ۱۹۷۴ء

پارلیمنٹ نے قادیانی مسئلے کی بحث ختم کر دی ہے، اس نے یہ فیصلہ سنایا ہے کہ احمدیوں کے دونوں فرقے غیر مسلم اقلیتوں میں شمار ہوں گے اور طے کیا ہے کہ جو شخص رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا آخری نبی نہیں مانتا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ بہت بڑا اور تاریخی فیصلہ ہے عوام کے منتخب نمائندوں نے عوام کی خواہشات اور عقائد کے مطابق متفقہ طور پر ایک ایسا مسئلہ طے کیا ہے جو تہتر (۷۳) سال سے وجہ نزاع بنا ہوا تھا۔ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے درست کہا ہے کہ جمہوری حکومت اور عوامی بالادستی کے بغیر یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ ماضی میں بھی یہ سوال کئی بار پیدا ہوا اور متعدد مرتبہ امن وامان کے لیے بھی خطرہ بنا مگر وہ حکومتیں جو اپنی اسلام پسندی کا ڈھنڈورا ہر دم پیٹتی رہتی تھیں اور کبھی کفر کے فتووں کا ہدف نہیں بنی تھیں، اس مسئلے سے نظریں چرا لیتی تھیں یا پھر تشدد کے ذریعے عوام کو دبانے کی کوشش کرتی تھیں۔ حالاں کہ انہیں خوب معلوم تھا کہ عام مسلمانوں نے قادیانیوں کو کبھی قبول نہیں کیا۔ یہ مسئلہ طے ہوا تو ایک ایسی قیادت کے دَور میں، جس کے خلاف ۷۰-۱۹۶۹ء میں کفر کے فتوے صادر کیے گئے اور اس کی دشمنی میں یحییٰ خان کو ''مجاہد اسلام'' کا خطاب دیا گیا۔ اتہام تراشی کی اس مہم میں کئی ایسے علما بھی پیش پیش رہے جو آج قادیانی مسئلہ حل کرنے پر وزیراعظم بھٹو کو خراج تحسین پیش کر رہے ہیں، اگر عوام ان کے فتووں اور تقریروں سے متاثر ہوتے اور انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی

Marfat.com

کامیاب نہ ہوتی اور عوام اس کی بھرپور تائید نہ کرتے تو آج بھی قادیانی مسئلہ طے نہ ہوتا، یہ پہلو علما اور عوام کی توجہ اور غور وفکر کا مستحق ہے۔

پارلیمنٹ کے فیصلے اور آئین میں ترمیم کے بعد قادیانی مسئلے کی بحث ختم ہو جانا چاہیے، اگر اس کے ذکر کو طول دیا گیا یا کسی بھی مقصد سے کوئی نیا نزاع کھڑا کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ کم فکری اور بد اندیشی کی دلیل ہی نہیں ہوگی بل کہ ملک اور قوم سے دشمنی کا ثبوت بھی ہوگی۔ اس کی وجہ سے جو نقصان پہنچے گا اسے پورا کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ وزیر اعظم نے اپنی تقریر میں حکومت کے اس آئینی اور اسلامی فرض کی وضاحت کر دی ہے کہ وہ بلا امتیاز پاکستان کے ہر شہری کے حقوق کی حفاظت کرے اور وہ یہ فرض بہر قیمت ادا کرے گی، کسی بھی شہری کی تحقیر برداشت نہ کی جائے گی اور انتشار پرور عناصر کو یہ موقع نہیں دیا جائے گا کہ وہ معاشرے سے اپنی مرضی منوائیں۔ اس میں کلام نہیں کہ قادیانی مسئلہ برسوں سے ذہنی اضطراب کا باعث بنا ہوا تھا مگر اب جب کہ اسے ملک کے اعلیٰ اور ارفع قانون ساز ادارے نے طے کر دیا ہے تو کسی قسم کی ہنگامہ آرائی کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اسلام عدل واحسان، رافت وشائستگی اور انسان کی تکریم کی تعلیم دیتا ہے اور تاریخ اسلام سے ایسے ہزاروں واقعات پیش کیے جا سکتے ہیں کہ غیر مسلم اقلیتوں کو مسلمانوں کی حکومت میں ہی سکون ملا اور بعض اوقات تو مسلمانوں کی رواداری، وسعت قلبی اور حقوق شناسی کے گرویدہ ہو کر غیر مسلموں نے اپنے ہم مذہبوں کی حکومت پر مسلمانوں کے اقتدار کو ترجیح دی اور ان کے حلیف بنے، ایسی روش روایات کو زندہ رکھنا دینی فریضہ بھی ہے اور معاشرتی ذمہ داری بھی۔ ہم سب کو یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام جہاں یہ اجازت نہیں دیتا کہ مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا استحصال ہو یا مسلمان مسلمان کے درپے آزار رہے، وہاں وہ یہ بھی برداشت نہیں کرتا کہ مسلمانوں کے زیر سایہ کسی بھی اقلیت کا کوئی حق تلف ہو، بنی نوع انسان کو اسلام ہی نے یہ درس دیا کہ اقلیتیں اور ان کے حقوق ایک مقدس امانت ہیں۔ ظہور اسلام سے پہلے اقلیتیں ہمیشہ عقوبت اور ابتلا میں مبتلا رہیں۔ ان کے حقوق کبھی متعین نہیں ہوئے اور انہیں جو حق حاصل بھی ہوا، اس میں ترمیم یا تخفیف اکثریت کی مصلحتوں پر منحصر رہی۔

اس موقع پر ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے کردار پر بھی ایک نظر ڈالنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ اسلام ہم سے جس پاکیزگی کردار اور طہارتِ افکار کی توقع رکھتا ہے وہ ہم کس حد تک

Marfat.com

پوری کررہے ہیں؟ دین پرستی کا ثبوت زبان کے علاوہ عمل سے بھی فراہم کرنا ہوتا ہے، ہمارے اعمال کہاں تک ہمارے اقوال سے ہم آہنگ ہیں؟ تبلیغ دین کا سب سے موثر طریقہ خود ہمارے عمل اور کردار میں مضمر ہے۔ ہم اس طریقے کو کہاں تک استعمال کررہے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ہمارا عمل وکردار اگر شعائر اسلامی سے ہم آہنگ نہیں ہے اور اخوت ومساوات کے اسلامی تصور سے مطابقت نہیں رکھتا تو ہم چاہے عامی کے لباس میں ہوں یا عالم کے جامے میں، اسلام کے صحیح خدمت گزار ثابت نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ پاکستان کو آزاد اور محفوظ رکھنا ہے تو اس کا داخلی ستون، اس کا ترقیاتی عمل اور اس کا ترقی پسند جمہوری کردار برقرار رکھنا ہوگا اور ہر پاکستانی کو جہاں کہیں بھی وہ مصروف عمل ہے اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لاکر صدق دل سے اپنا فرض ادا کرنا ہوگا، قومی ترقی کی جدوجہد میں حصہ بٹانا ہوگا اور قومی اتحاد کو شر اور فساد سے محفوظ رکھنا ہوگا جو لوگ اس خیال سے اتفاق نہیں رکھتے وہ عملاً ہندو سامراج کے حلیف بنیں گے یا کم سے کم پاکستان کے خیر خواہوں میں شمار نہ کیے جائیں گے!

☆

Marfat.com

روزنامہ حریت، کراچی

Marfat.com

خبردار!

۳ر جون ۱۹۷۴ء

کسی قوم کے دشمن جب یہ دیکھتے ہیں کہ ان کی دھمکیوں اور ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اس قوم کے افراد میں یک جہتی اور اتحاد کا جذبہ طاقت پکڑنے لگا ہے تو ان کی مساعی کا تمام تر زور اس بات پر صرف ہونے لگتا ہے کہ اسے اندرونی خلفشار میں اُلجھا دیا جائے۔

پنجاب کے بعض مقامات پر گزشتہ تین چار روز کے دوران امن شکنی کے جو واقعات ہوئے ہیں ان پر اسی پہلو سے غور کرنا چاہیے جہاں تک اس اَمر کا تعلق ہے کہ ان واقعات کا سلسلہ کہاں سے شروع ہوا اور کس نے شروع کیا۔ اس سلسلے میں وزیر اعظم کے بیان کا یہ حصہ تشفی بخش ہے جس میں کہا گیا ہے کہ:

> ''ہائی کورٹ کے ایک جج کی قیادت میں ایک تحقیقاتی کمیشن اس واقعہ سے متعلق حقائق کی تفتیش کے لیے قائم کر دیا گیا ہے جس سے فسادات کا آغاز ہوا، تمام شہریوں کو اس کے نتائج کا انتظار کرنا چاہیے جو منظر عام پر لائے جائیں گے اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہم ان لوگوں سے موثر طور پر نمٹ سکتے ہیں جو لاقانونیت پیدا کرنا چاہتے ہیں اور قانون کو اپنے ہاتھوں میں لینا چاہتے ہیں۔''

وزیر اعظم کے اس اعلان کے بعد عوام کے جذبات میں سکون اور ٹھہراؤ پیدا ہونا چاہیے اور اب ان کی توجہ اس طرف ہونی چاہیے کہ امن شکنی کی عادت رکھنے والے عناصر کو کھل کھیلنے کا موقع نہ دیا جائے۔ اس لیے کہ امن وامان کی بربادی پاکستان کی سالمیت کے لیے ایک براہِ راست خطرہ ہے۔ ہم اس نکتے پر اس وجہ سے زور دے رہے ہیں کہ اس مملکت کو روزِ اول سے دشمنوں کے جن کھلے اور چھپے حربوں سے واسطہ پڑتا رہا ہے، اُن میں پاکستان کے داخلی امن کو تہ و بالا کرنے کا حربہ موجودہ حالات میں خدانخواستہ سب سے زیادہ موثر اور کارگر ثابت ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

پاکستان کا کوئی فرد ان حقائق سے بے خبر نہیں ہے کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک کی بیخ کنی کے لیے پاکستان کے اندر اور باہر کون کون سی طاقتیں قیام پاکستان کے وقت سے مصروف ہیں۔ پوری قوم ان حقائق سے بھی آگاہ ہے کہ یہ طاقتیں کس کس طریقے سے پاکستان کا شیرازۂ وحدت منتشر کرنے کی کوششیں کر چکی ہیں اور یہ کہ ان کوششوں میں انھیں اس حد تک بہر حال کامیابی ہو چکی ہے کہ انھوں نے پاکستان کے دو ٹکڑے کر دیے۔ کوئی شخص اس خطرناک حقیقت سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ اس کامیابی پر نازاں ہونے والے دشمن باقی ماندہ پاکستان میں علاقائی، لسانی اور مذہبی منافرت کے فتنے کھڑے کر کے اپنی آرزوؤں کی تکمیل چاہتے ہیں اور بد قسمتی سے اندرون ملک ایسے گروہ موجود ہیں جو بیرونی دشمنوں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔

اب یہ پاکستان سے محبت کرنے والوں اور پاکستان کا درد رکھنے والوں کے سوچنے کی بات ہے کہ ان خطرات کا مقابلہ کیوں کر کیا جائے۔ ہمارے خیال میں سب سے پہلے ہمارے ذہنوں میں یہ واضح ہونا چاہیے کہ آخر ہمارا نصب العین کیا ہے۔ ہم پاکستان کی بقا چاہتے ہیں یا محض کسی ایک علاقے، کسی ایک گروہ یا کسی ایک فرقے کی سلامتی پر باقی سب کچھ قربان دینا چاہتے ہیں؟ ہمیں یقین ہے کہ کوئی محب وطن پاکستانی اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ پاکستان کی مجموعی سالمیت سے بے پروا ہونے کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں نکلے گا کہ محدود مفادات کی پیروی کرنے والے خود بھی فنا ہوں گے اور پاکستان کو بھی فنا کر دیں گے--- جیسا کہ ہم نے ابتدائی سطور میں عرض کیا ہے امن شکنی کے موجودہ واقعات کو پاکستان کے خلاف بیرونی ریشہ دوانیوں سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دشمنوں کو ۱۹۷۱ء کے واقعات کے بعد پاکستان کے خاتمے کی جو توقعات پیدا ہو چلی تھیں انھیں گزشتہ دو سال کے دوران زبردست ٹھیس پہنچی ہے۔ اس دوران نہ صرف یہ کہ پاکستانی عوام نامساعد حالات سے بد دل نہیں ہوئے بل کہ انھوں نے بین الاقوامی سطح پر اس ملک کے اس مرتبہ کو زیادہ مستحکم کر لیا ہے کہ یہ عالمی اسلامی برادری کا ایک اہم رکن ہے اور عالمی اسلامی اتحاد کی ایک مضبوط کڑی ہے۔ پاکستان کا یہ کردار اس کے تمام دشمنوں کی آنکھوں میں ہمیشہ کانٹا بن کر کھٹکتا رہا ہے چناں چہ عالم اسلام کے سب سے بڑے دشمن اسرائیل نے علی الاعلان پاکستان کو اپنا ہدف قرار دیا تھا۔ اگست

Marfat.com

۱۹۶۷ء میں اسرائیل کے سابق وزیراعظم بن گورین (Ben Gurion) نے پیرس میں تقریر کرتے ہوئے صاف کہا تھا کہ ہمیں عربوں سے اتنا خطرہ نہیں جتنا پاکستان کی عرب دوستی سے خطرہ ہے لہذا پاکستان کو تباہ کرنا ضروری ہے۔

یہودیوں کے ان عزائم کے کچھ نتائج ہم ۱۹۷۱ء میں دیکھ چکے ہیں اور کوئی سادہ لوح بھی یہ باور کر سکتا ہے کہ گزشتہ مارچ کی اسلامی سربراہ کانفرنس کی کامیابی اور اس کے بعد اسلامی ممالک کے ساتھ پاکستان کے تیزی سے بڑھتے ہوئے تعاون کے بعد یہودی منصوبہ گر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے ہوں گے۔ یہ بات قطعی بعید از امکان نہیں ہے کہ امن شکنی کے موجودہ واقعات بیرون ملک تیار ہونے والے کسی منصوبے کا حصہ ہیں۔ پڑوسی ملک میں کیا جانے والا ایٹمی دھماکہ بھی اس منصوبہ بندی کا حصہ ہوسکتا ہے اور افغانستان کی معاندانہ روش کو بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی قرار دیا جاسکتا ہے۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ تحقیقاتی کمیشن کا دائرۂ تفتیش ممکنہ بیرونی عوامل کا سراغ لگانے تک وسیع ہوسکے گا یا نہیں، البتہ جہاں ہم حکومت سے استدعا کریں گے معاملے کے اس پہلو پر الگ سے توجہ دی جائے، وہاں پاکستان کے محبّ وطن عوام سے ہم پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ دشمن کے ہتھکنڈوں سے خبردار رہیے۔ قوم اس وقت جن نازک حالات سے گزر رہی ہے ان میں داخلی انتشار اور بدامنی پوری قوم کے لیے مہلک ثابت ہوسکتی ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھیے کہ پاکستان کی سالمیت کو اس وقت کوئی نقصان پہنچا تو حقیقت میں عالمی اسلامی اتحاد کی اس تحریک کو سخت صدمہ پہنچے گا جس میں پاکستان ایک نہایت اہم کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔ امن شکنی کے موجودہ واقعات کا یہ پہلو قابل ذکر ہے کہ ان میں پیش پیش وہ عناصر ہیں جو محض لوٹ مار سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان میں بیشتر پیشہ وَر غنڈے ہیں جو مذہبی عقائد کو اپنی مذموم سرگرمیوں کی آڑ کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ عوام ان عناصر کے پیچھے نہیں چلیں گے۔

☆

Marfat.com

ہوش مندی کی ضرورت

۶ جون ۱۹۷۴ء

ربوہ کے واقعہ سے پیدا شدہ صورت حال سے متعلق قومی اسمبلی میں وزیر اعظم بھٹو کی تقریر کا ملک کے ہر حلقے میں خیر مقدم کیا جائے گا۔ ان کا خطاب اگرچہ براہِ راست ایوان میں حزب اختلاف کے ان ارکان سے تھا جو اس معاملے پر مفصل بحث کے طالب ہیں لیکن بالواسطہ انھوں نے دراصل پاکستان کے تمام شہریوں کو دعوت دی ہے کہ وہ معاملہ کی نزاکت کو محسوس کریں اور متعلقہ مسئلہ کو جذباتی ہیجان کی موجودہ فضا میں موضوع بحث بنانے کی بجائے اس کو مستقل طور سے حل کرنے کے لیے مناسب وقت کا انتظار کریں۔

ہم اس سلسلے میں وزیر اعظم کے ان الفاظ کو خاص طور سے قابل ذکر سمجھتے ہیں کہ حکومت اور حزب اختلاف کے مابین اس نکتے پر کوئی اختلاف رائے نہیں ہے کہ یہ ایک قومی مسئلہ ہے اور اس کو حل کرنا چاہیے تاہم حزب اختلاف کے ارکان کو ملک کے دیانت دار شہری ہونے کی حیثیت سے یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ یہ مسئلہ بہت عرصے سے موجود تھا اور یہ وقت نہیں ہے کہ اس پر قومی اسمبلی میں بحث کی جائے اور غضب ناک تقریریں کی جائیں جن سے لوگوں کو مزید خون خرابے کی ترغیب ملے۔ وزیر اعظم نے یہ بھی کہا کہ یہ مسئلہ مناسب وقت پر اور موزوں جگہ پر زیر بحث آنا چاہیے۔ ہمیں پہلے بند کمرے میں اس مسئلے پر تبادلۂ خیال کرنا چاہیے اور کسی نتیجے پر پہنچنا چاہیے۔

وزیر اعظم کے ان ارشادات کا مقصد جہاں تک ہم سمجھ سکے ہیں، یہ ہے کہ پنجاب میں ان دنوں جو صورت حال پیدا ہوئی ہے وہ دراصل دیرینہ مسئلے کو معلق کیے رکھنے کا نتیجہ ہے۔ وہ مسئلہ بنیادی طور پر ایک قومی مسئلہ ہے جس کو آئینی طریقے سے ہی حل کیا جا سکتا ہے اور بعض لوگوں نے مذہبی حمیت کا سہارا لے کر اس کو خواہ مخواہ امن و امان کا مسئلہ بنانے کی جو کوشش کی ہے وہ نہ صرف

Marfat.com

غلط ہے بل کہ قومی سالمیت اور ملکی استحکام کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔ اس سلسلہ میں خود وزیراعظم بھٹو نے اس امکان کو مسترد نہیں کیا ہے کہ یہ واقعہ پس پردہ عزائم کے تحت کسی منصوبے کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔

ہم نے بھی اس سے قبل اس افسوس ناک واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے اس امکان کا ذکر کیا تھا لیکن اس کے متعلق حتمی طور سے اس وقت تک کوئی بات نہیں کی جاسکتی جب تک تحقیقاتی ٹربیونل اپنی کارروائی مکمل نہ کرلے۔

اس اَمر سے بہرحال انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پنجاب کی موجودہ صورت حال قومی سالمیت سے گہرا تعلق رکھتی ہے اور اگر یہ شبہ درست ہے کہ اس کی ابتدا کسی منصوبے کے تحت ہوئی ہے تو اس منصوبے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا کہ پاکستان کے عوام کو مذہبی تعصب اور عدم رواداری کے جنون میں مبتلا کرکے انھیں اس قابل نہ رکھا جائے کہ پاکستان کی بقا کی جدوجہد میں یک جہتی اور یک سوئی کا مظاہرہ کرسکیں۔ ہمیں یقین ہے کہ حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے رہنما اپنے آپ کو یا عوام کو کسی ایسے منصوبے کا آلۂ کار بننے کی اجازت نہیں دیں گے اور امن وامان کے قیام میں انتظامیہ کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔ یہ وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور جس قدر جلد حالات معمول پر آئیں گے اُتنا ہی اس مسئلے کے بنیادی عوامل پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے اور بہ قول وزیراعظم بھٹو کسی نتیجے پر پہنچنے کے مواقع پیدا ہوں گے۔

ہمیں اُمید ہے کہ حزب اختلاف کے فاضل ارکان اس مسئلے کو برسراقتدار پارٹی سے اپنے دیرینہ سیاسی اختلافات کا مظہر بنانے یا اختلافی تلخیوں کا بدلہ لینے کا وسیلہ بنانے کی کوشش نہیں کریں گے۔ اس سلسلے میں مروجہ آئین کے تحت اقلیتوں کی تعریف اور صدر اور وزیراعظم کے لیے ختم نبوت پر ایمان کا حلف اٹھانے کی شرط کا حوالہ دے کر وزیراعظم بھٹو نے حزب اختلاف کو بجا طور سے یاد دلایا ہے کہ یہ اُمور آئین سازی کے وقت اتفاق رائے سے طے ہوئے تھے اور اس کے بعد اس معاملے میں کسی تنازعہ کی گنجائش باقی نہیں رہنی چاہیے تھی۔ اس پس منظر میں حزب اختلاف کو وزیراعظم کی اس تجویز کا خوش دلی سے خیر مقدم کرنا چاہیے کہ اس مسئلے پر مناسب وقت میں تبادلۂ خیال کیا جائے اور اس کو حل کیا جائے۔ اس تجویز کے بعد حزب اختلاف اور حکومت کے مابین بدگمانیاں ختم ہوجانی چاہییں اور سب کو مل جل کر امن وامان کی

Marfat.com

بحالی کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ادھر ہم عوام سے براہِ راست اپنی اس اپیل کا اعادہ کریں گے کہ امن شکنی سے گریز کریں اور جو لوگ بدامنی پھیلا کر پاکستان کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے ناپاک عزائم کو تقویت پہنچانا چاہتے ہیں ان کے فریب میں نہ آئیں۔

☆

وزیراعظم ٹھیک کہتے ہیں

۱۶ر جون ۱۹۷۴ء

ربوہ کے افسوس ناک واقعہ کے بعد ملک میں خصوصاً پنجاب میں مشتعل جذبات نے جو خراب صورت حال پیدا کی تھی۔ اس کے اثرات خدا کا شکر ہے کہ بہت کم ہو گئے ہیں لیکن اس واقعہ کے بعد احمدیوں کے مسئلہ کو مستقل طور پر حل کرنے کی ضرورت واہمیت کا جو عام احساس اُبھرا ہے۔ بعض لوگ اسے بھی جذباتیت سے ہمکنار کر دینا چاہتے ہیں جو یقیناً صحیح راہِ عمل نہیں ہے۔ پاکستان ایک جمہوری اسلامی مملکت ہے اور یہاں سوادِ اعظم کے جذبات واحساسات کو وقتی طور پر بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا چناں چہ وزیراعظم نے اور ان کی ہدایت پر پنجاب کی انتظامیہ نے کئی نہایت بروقت اور ضروری قدم اٹھائے ہیں۔

جہاں تک ربوہ کے واقعہ کا تعلق ہے اس کی کھلی عدالتی تحقیقات جاری ہے۔ ابتدائی چند روز کی کارروائی کو چھوڑ کر اب پنجاب کے اخبارات گواہوں کے بیانات پر مشتمل اپنی رپورٹیں شائع کر رہے ہیں، سنسر کی پابندیاں اٹھالی گئی ہیں، مسجدوں پر ڈی پی آر کی پابندیاں ختم ہوگئی ہیں لہذا ہمیں سکون کے ساتھ عدالتی تحقیقات کے مکمل ہونے کا انتظار کر لینا چاہیے۔

رہا سوال احمدیوں کے مسئلہ کو مستقل طور پر حل کرنے کا تو جیسا کہ وزیراعظم نے قوم کے نام اپنی نشری تقریر میں فرمایا یہ کام فوراً اور عجلت میں نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح کا فیصلہ ظاہر ہے

Marfat.com

کہ کوئی ایک شخص نہیں کر سکتا۔ یہ فیصلہ قومی اسمبلی جیسا جمہوری ادارہ کر سکتا ہے یا ریفرنڈم کی شکل میں اس ملک کے عوام کر سکتے ہیں۔ لہذا کسی کو اس بات پر زور نہیں دینا چاہیے کہ مستقل حل آج اور ابھی طے کر لیا جائے۔ وزیراعظم نے بجا فرمایا کہ ہم یہ فیصلہ معروف جمہوری طریقے سے کریں گے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کریں گے۔ قومی اسمبلی کے عوامی نمائندے آزادانہ بحث ومباحثے کے ذریعہ جس طریقے سے اور جو فیصلہ کرنا چاہیں گے اسے تسلیم کر لیا جائے گا۔ اسمبلی اس وقت بجٹ پر عام بحث کے اہم کام میں مصروف ہے اور بجٹ کو روک کر کسی دوسرے معاملہ کو زیر بحث لانا نہ تو جمہوری روایات کے مطابق ہوگا نہ اس سے قومی مفاد کو آگے بڑھانے میں مدد ملے گی۔ بہترین صورت یہی ہے کہ بجٹ پر بحث مکمل ہونے کے بعد قومی اسمبلی اس سوال پر اپنی توجہ مرکوز کرے اور ایک مستقل حل کے لیے کوشاں ہو، یہ مستقل حل کسی گروہ کو محض اقلیت قرار دینے سے نہیں نکل سکتا۔ اس میں اور بھی بہت سی اہم اور نازک باتیں ہیں۔ اقلیت قرار دینے کے بعد کے مراحل ہیں اور اس مذہبی مسئلے کے سیاسی مضمرات ہیں جب تک ان تمام باتوں پر تفصیلی غور کر کے ایک مکمل لائحہ عمل وضع نہ کر لیا جائے اس وقت تک محض دستوری ترمیم کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

وزیراعظم نے اپنی نشری تقریر میں قوم کو انھی ضرورتوں سے آگاہ کیا ہے۔ انھوں نے اس مسئلے سے فرار کی کوشش نہیں کی جیسا کہ پہلی حکومتیں کرتی رہی ہیں بل کہ انھوں نے اس یقین کا اظہار کیا ہے کہ اس مسئلے کا قطعی فیصلہ ان شاء اللہ ہمارے دَور ہی میں ہوگا۔ اس واضح یقین دہانی کے بعد کسی بے اعتمادی کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس حکومت کا ریکارڈ ہمارے سامنے ہے۔ اس حکومت نے فیصلوں سے بھاگنے کی کبھی کوشش نہیں کی، فیصلے کرنا اور صحیح فیصلے کرنا ظاہر ہے کہ حکومت ہی کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس حکومت نے بہت سے اہم اور بنیادی فیصلے کیے اور ان کے صحیح یا غلط ہونے کی ذمہ داری قبول کی، وہ اس مسئلہ میں بھی فیصلہ کرنے کی ذمہ داری کو قبول کر رہی ہے لہذا ہمیں اسے پورا پورا موقع دینا چاہیے کہ وہ صحیح طریقے سے صحیح فیصلے تک پہنچ سکے۔ اگر ہم نے غیر ضروری دباؤ ڈال کر اسے فوری فیصلے پر مجبور کیا تو اس سے ہمیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اُلٹا یہ احتمال باقی رہے گا کہ عجلت میں کچھ اہم پہلو فیصلے کے دائرے میں آنے سے رہ جائیں اور حکومت کو ایک مرتبہ پھر فیصلے کے مراحل سے گزرنا پڑے۔

Marfat.com

ہمیں خوشی ہے کہ وزیر اعظم کی نشری تقریر کا عمومی خیر مقدم کیا گیا ہے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ وزیر اعظم نے جس لائحہ عمل کی طرف اشارہ کیا ہے اسے بروئے کار آنے کا موقع دیا جائے گا اور اس دوران جذبات کو معمول پر رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔

☆

قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں

۳رجولائی ۱۹۷۴ء

قومی اسمبلی نے وفاقی بجٹ کی منظوری کے فوراً بعد حکومتی پارٹی کے ایما پر قادیانی مسئلے پر غور شروع کر کے ان افواہوں کی تردید کر دی ہے کہ حکومت اس معاملے میں عوام کی خواہشات سے پہلوتہی کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس جذباتی نعرے کی اپیل بھی ختم ہو گئی ہے کہ حکومت فوری طور پر ختم نبوت کے منکرین کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دے۔ اس کے برعکس قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلے نے یہ اُصول طے کر دیا ہے کہ یہ معاملہ محض چند ہنگامی اعلانات کر دینے سے حل نہیں ہو گا بل کہ اس کے تمام پہلوؤں پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے ایسے اقدامات کی ضرورت ہے جو عقیدۂ ختم نبوت کے تمام تقاضوں کو پورا کریں۔

یہ اَمر قابل ذکر ہے کہ اس اہم مسئلے کو کسی محدود کمیٹی کے سپرد نہیں کیا گیا ہے بل کہ پورے ایوان کو خصوصی کمیٹی قرار دے دیا گیا ہے۔ قومی اسمبلی کا ہر رکن اس کمیٹی کا بھی رکن ہے اور کمیٹی کا کورم (quorum) اس انداز سے مقرر کیا گیا ہے کہ حزب اختلاف کے بھی کم از کم دس ارکان کی موجودگی کے بغیر یہ کمیٹی کوئی کارروائی نہیں کر سکے گی۔ اس اعتبار سے یہ خصوصی کمیٹی عملاً خود قومی اسمبلی سے بھی زیادہ نمائندہ حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے کہ قومی اسمبلی کی کارروائی جاری رکھنے کے لیے صرف ایک مقررہ تعداد کی پابندی لازم ہے اور یہ مقررہ تعداد حزب اختلاف کے

Marfat.com

بغیر بھی پوری کی جاسکتی ہے۔

خصوصی کمیٹی کا دائرۂ کار متعین کرنے کے لیے حزب اقتدار کی جانب سے جو تحریک پیش کی گئی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ یہ اسلام میں ان لوگوں کا درجہ متعین کرنے کے سوال پر غور کرے گی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے آخری ہونے پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس کے ساتھ ہی ایوان نے حزب اختلاف کی پیش کردہ ایک قرارداد بھی اسی کمیٹی کے دائرہ تحقیق میں شامل کر دی ہے جس میں قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ انھیں غیر مسلم اقلیت شمار کرتے ہوئے آئین ملکی میں ضروری ترامیم کی غرض سے اسمبلی میں بل پیش کیا جائے۔

وفاقی وزیر قانون نے حزب اختلاف کی اس قرارداد کی مخالفت نہیں کی کیوں کہ ان کے نزدیک اصلاً حکومتی پارٹی کی تحریک اور اس قرارداد کے مقاصد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہمارے خیال میں فرق موجود ہے اور خصوصی کمیٹی کو ابتدا ہی میں یا تو اس فرق کو واضح کر لینا چاہیے یا اس کو رفع کر لینا چاہیے۔ ہمارے فہم کے مطابق حکومتی پارٹی کی قرارداد کا مقصد یہ ہے کہ قادیانیوں کے مسلمان ہونے یا غیر مسلم ہونے کا فیصلہ کیا جائے جب کہ حزب اختلاف کی قرارداد میں ان کے غیر مسلم ہونے پر اجماع امت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ مسئلہ یہ اٹھایا گیا ہے کہ پاکستان کے آئین میں بھی انھیں غیر مسلم اقلیتوں کی فہرست میں شامل کر دیا جائے --- ان دونوں باتوں میں جو فرق ہے وہ صاف ظاہر ہے چناں چہ خصوصی کمیٹی کو پہلے یہ طے کرنا ہوگا کہ آیا وہ اس طے شدہ مسئلے کو زیر بحث لانا چاہتی ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی پر ایمان لانے والا مسلمان ہے یا نہیں؟ یا یہ محض پاکستانی آئین کے مندرجات کو اس بارے میں غیر مبہم اور واضح بنا دینے کے سوال پر غور کرے گی علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ قومی اسمبلی یا اس کی کمیٹی قانوناً ان میں سے کس مسئلے کا فیصلہ کرنے کی مجاز ہے۔

اس مسئلے پر ہم اپنی رائے محفوظ رکھتے ہوئے صرف اتنا کہنا چاہیں گے کہ یہ دونوں مسائل بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کا جو بھی حل سامنے آئے اس کو پاکستان کے قومی نصب العین اور اس کے اجتماعی نظام سے علاحدہ اور غیر متعلق قرار نہیں دیا جا سکے گا۔ اس لیے ہمیں اُمید ہے کہ ارکان اسمبلی اس معاملے کو وقتی نہیں سمجھیں گے اور نہایت سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور کر کے

Marfat.com

ایسی تجاویز مرتب کریں گے جو عوام کی خواہشات سے مطابقت رکھتی ہوں اور پاکستان کے مستقل آئین اور اس کے تحت قائم ہونے والے نظام کی جزو ثابت ہوں۔

اس دوران میں عوام پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلے کو ہنگامہ آرائی کا بہانہ نہ بننے دیں۔ اس کو طے کرنے کے لیے ایک آئینی عمل شروع ہو چکا ہے اور اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ سڑکوں اور گلی کوچوں میں اس کو حل کرنے کی جذباتی مہم چلائی جائے۔ اس کے ساتھ ہی ہم حکومت سے درخواست کریں گے کہ عوام میں اعتماد بحال کرنے کی غرض سے ان رہنماؤں اور کارکنوں کو رہا کر دے جو حالیہ ایجی ٹیشن کے دوران گرفتار کیے گئے ہیں اور جن پر تخریبی کارروائیوں کا واضح الزام نہیں ہے۔

☆

Marfat.com

سوشل بائیکاٹ نہ کیجیے

۲۰ر جولائی ۱۹۷۴ء

وفاقی وزیر قانون جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے قادیانی مسئلے سے متعلق قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی اب تک کی روئیداد بیان کرتے ہوئے اس اَمر پر تشویش کا اظہار کیا ہے کہ ملک کے بعض حصوں میں قادیانی فرقے سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا سماجی بائیکاٹ کر کے انھیں مشکلات میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔ وزیر قانون نے اس رجحان کی مذمت کرتے ہوئے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ اقلیتوں سے منصفانہ سلوک کے بارے میں اسلام کی اعلیٰ روایات اور تعلیمات کو پیش نظر رکھیں۔

ہم اس اپیل کی تائید کرتے ہوئے عامۃ المسلمین کو یاد دلانا چاہتے ہیں کہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ نے کہیں ایسی مثال پیش نہیں کی ہے کہ کسی اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کا رہنا دُوبھر کیا گیا ہو۔ اس کے برعکس مسلمان حکومتوں نے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کی دل جوئی میں ہمیشہ غیر معمولی فراخ دلی کا ثبوت دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ واقعہ بھی ہر مسلمان کو یاد ہوگا کہ یمامہ کے ایک سردار نے جب مسلمان ہونے کے بعد مکہ کے غیر مسلموں کے لیے اناج کی فراہمی بند کر دی تھی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع کیا تھا، گویا رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بائیکاٹ کی بھی اجازت نہیں دی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے اور اسلام کے خلاف برسرپیکار تھے۔ ہمیں اُمید ہے کہ پاکستان کے مسلمان اُسوۂ رسول کی پیروی کریں گے۔ خود پاکستان میں اب سے پہلے کسی غیر مسلم اقلیت کو اس قسم کے مقاطعے کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور ان کے ساتھ ہمیشہ ہر سطح پر رواداری اور قومی بھائی چارے کی اسلامی روایت کو پیش نظر رکھا گیا۔ یہ روایت ہمیں ترک نہیں کرنی چاہیے۔

☆

Marfat.com

اخبارات پر پابندی

۲۵رجولائی ۱۹۷۴ء

کچھ عرصے سے ملک میں متعدد اخبارات و جرائد کے خلاف غیر معمولی قوانین کے تحت حکومتی کارروائیوں کا ایک سلسلہ جاری ہے۔ اب اسی سلسلے میں کراچی کے ہفت روزہ ''آؤٹ لک''، روزنامہ ''اعلان'' اور کوئٹہ کے روزنامہ ''سچائی'' کو بھی دو ماہ کے لیے بند کر دینے کے احکام جاری ہوئے ہیں۔ یہ اقدام امن عامہ آرڈی ننس مجریہ ۱۹۶۰ء کے تحت کیا گیا ہے جب کہ بعض دوسرے جرائد اور ان کے مدیروں کے خلاف ڈیفنس آف پاکستان رُولز کے تحت کارروائیاں کی گئی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ امن عامہ آرڈی ننس کی رُو سے پابندی کے اسباب سے متعلقہ جریدے کو مطلع کیا جاتا ہے اور اس کو اس بارے میں حکومت سے رجوع کرنے کا حق بھی دیا جاتا ہے لیکن اخبارات اور صحافتی حلقوں نے اس گنجائش کو صحافتی آزادی کی مناسب ضمانت کبھی تسلیم نہیں کیا۔ انتظامیہ کی کسی کارروائی کے خلاف انتظامیہ ہی سے اپیل کی جا سکتی ہے اور یہ بات اُصول عدل کے منافی ہے کہ ایک حکم جاری کرنے والے ہی کو اپنے حکم کے خلاف اپیل سننے کا اختیار دیا جائے۔

یہ اَمر واقعہ ہے کہ ملک اس وقت نہایت نازک حالات سے دوچار ہے۔ پاکستان کی سرحدوں پر بھارت اور افغانستان کی فوجوں کے بہ یک وقت اجتماع سے جو خطرہ پیدا ہوا ہے اس کے بارے میں ہمارے جذبات حکومت یا عام شہریوں کے ردعمل سے مختلف نہیں ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ جب تک یہ حالات باقی ہیں اس وقت تک اخبارات سمیت تمام طبقوں کو اپنا یہ فرض پہچاننا چاہیے کہ داخلی اختلافات تک اعتدال اور ضبط کا مظاہرہ کرنا ضروری ہے۔

ہم سمجھتے ہیں اور تاریخ اس معاملے میں ہماری گواہ ہے کہ اندرونی اور بیرونی خطرات کا مقابلہ کرنے میں ایک جمہوری معاشرے کی نسبت زیادہ کامیاب رہتا ہے۔ اسی طرح آزاد

Marfat.com

پریس اس بات کا زیادہ اہل ہے کہ ہنگامی حالات میں عوام کو منظّم اور متحد کرے۔ پابند صحافت اس معاملے میں خاطر خواہ کردار ادا نہیں کر سکتی۔ گویا کسی معاشرے میں اخبارات کی آزادی اس وقت اور زیادہ ضروری ہو جاتی ہے جب قوم کو خطرات درپیش ہوں کیوں کہ ایسے حالات میں عوام کا یہ اعتماد متزلزل نہیں ہونا چاہیے کہ اخبارات خبروں کی اشاعت اور تبصروں میں آزاد ہیں اور قوم کو صحیح صورت حال سے باخبر رکھتے ہیں۔ اس اُصول میں اگر کبھی استثناء ہو سکتا ہے تو صرف اس صورت میں جب عوام کو کسی اشتعال انگیز معاملے میں جذبات کی رَو میں بہنے سے بچانا مقصود ہو ایسے مواقع پر ذمہ دار اخبارات خود ہی اپنے اوپر عارضی پابندیاں عائد کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔

صحافتی آزادی کے بارے میں ہمارا دیرینہ موقف یہ ہے کہ یہ آزادی بہر صورت عام ملکی قانون کی حدود میں رہنی چاہیے اور اسی قانون کے تحت اخبارات کو یہ حق بھی ملنا چاہیے کہ قانون کی خلاف ورزی کا الزام اگر ان پر عائد کیا جائے تو وہ عدالت میں اپنی صفائی پیش کر سکیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ حال ہی میں جن اخبارات اور جرائد کے خلاف کارروائی کی گئی ہے ان پر الزام کیا ہے چناں چہ ہم یہ رائے قائم کرنے سے قاصر ہیں کہ کارروائی جائز ہے یا ناجائز۔ البتہ ہم سمجھتے ہیں کہ اس معاملے میں ہنگامی قوانین کا استعمال بجا نہیں ہے کیوں کہ اس طرح الزام کی صحت یا عدم صحت متعین کرنے کے معروف عدالتی طریق کار سے گریز لازم آتا ہے اور ملزم فریق مناسب صفائی پیش کرنے کے حق سے محروم ہوتا ہے۔

☆

Marfat.com

بے جا اضطراب

۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء

پاکستان کی قومی اسمبلی ایک نہایت اہم آئینی اور دینی مسئلے کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر ظاہر کرنے والی ہے۔ پوری قوم تین مہینے سے اس لمحے کی منتظر ہے کیوں کہ قومی اسمبلی جو بھی فیصلہ کرے گی اس کا پاکستان کی نظریاتی بنیادوں اور عوام کے عقائد سے گہرا تعلق ہوگا البتہ چوں کہ اس معاملے میں بعض عناصر کی جانب سے بے بنیاد شکوک و شبہات کو ہوا دینے کی کچھ کوششیں ہوتی رہی ہیں اس لیے عوامی حلقوں میں ایک اضطراب کی سی کیفیت پائی جاتی ہے اور اسی وجہ سے پاکستان کے قومی مفادات سے دشمنی رکھنے والوں کو مزید موہوم اندیشے پھیلانے کا موقع مل رہا ہے۔

اس موقع پر ہم عوام کو چند حقائق کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ان پر یہ واضح ہو جائے کہ یہ اضطراب بے جا ہے اور اس سے نہ پاکستان کو کچھ فائدہ پہنچے گا نہ اسلام کی کوئی خدمت ہوگی۔ سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ تین ماہ قبل جب یہ مسئلہ امن عامہ میں خلل اندازی کی ایک شکل میں نمودار ہوا تو حکومت نے عوام کے اس مطالبے کو تسلیم کیا کہ پاکستان کے آئین میں مسلم اور غیر مسلم کی تعریف کا معاملہ حتمی طور پر طے ہو جانا چاہیے۔ چناں چہ قومی اسمبلی نے جو اس قسم کے مسائل کو حل کرنے کا واحد با اختیار ادارہ ہے فوراً اس پر غور شروع کیا اور پورے ایوان کی ایک کمیٹی بنا دی گئی جس میں تمام سیاسی پارٹیوں کے نمائندے شامل ہیں۔ اس کمیٹی نے اپنی کارروائی شروع کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کی۔ وزیر اعظم نے اکثریتی پارٹی کے قائد کی حیثیت سے برسر عام اعلان کیا کہ وہ اس معاملے میں عامۃ المسلمین کی خواہشات کی تائید کرتے ہیں پھر خصوصی کمیٹی کے اجلاسوں کے دوران حزب اختلاف کے ممتاز رہنما بھی متعدد مواقع پر عوام کو یہ خبر دیتے رہے ہیں کہ کارروائی تسلی بخش طریقے سے جاری ہے

Marfat.com

اور واثق امید ہے کہ فیصلہ عوام کی خواہشات کے عین مطابق ہوگا۔

تاہم اس دوران میں بعض غیر ذمہ دار حلقوں کی جانب سے اس قسم کی باتیں کہی جاتی رہی ہیں جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ اس اہم مسئلے کے تصفیے سے کم اور برسراقتدار پارٹی کی بہر صورت مخالفت میں زیادہ دل چسپی رکھتے ہیں۔ حکومت سے سیاسی اختلاف رکھنے والے کے اس حق پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ ان کا جمہوری حق ہے لیکن اگر انھوں نے قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلے کو تاویلات کے ذریعے سیاسی مقصد کے لیے وجہ نزاع بنانے کی کوشش کی تو یہ بات قومی مفادات کے لیے سخت مضر ہوگی۔ لہٰذا ہم عوام سے اور ہوش مند رہنماؤں سے التماس کریں گے کہ وہ اس نازک موقع پر فتنہ پردازوں سے ہوشیار رہیں اور انھیں نئے شوشے چھوڑنے کا موقع نہ دیں۔

☆

Marfat.com

تاریخی فیصلہ

۱۰ر ستمبر ۱۹۷۴ء

قومی اسمبلی کے ارکان مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے آئین میں دوسری ترمیم متفقہ طور پر منظور کر کے پاکستان کی نظریاتی بنیادوں سے متعلق ایک ایسے اہم مسئلہ کو حل کر دیا ہے جس کی برطانوی سامراج کے زمانے میں پرورش ہوئی اور جو پاکستان کے قیام کے بعد یکے بعد دیگرے آنے والی سابق حکومتوں کے تساہل یا سختی کے باعث عامۃ المسلمین کے لیے شدید اضطراب کا موجب بنا رہا۔

ہمارے نزدیک یہ فیصلہ قطعی غیر متوقع نہیں تھا کیوں کہ جیسا کہ وزیر اعظم بھٹو نے اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے اپنی ۱۳ جون کی تقریر کے یہ الفاظ دہرائے ہیں:

> ''پاکستان کی اساس اسلام ہے۔ پاکستان ظہور ہی میں اس لیے آیا کہ مسلمان اپنے لیے ایک علاحدہ وطن چاہتے تھے چناں چہ اگر کوئی ایسا فیصلہ کر لیا گیا جس کو اس ملک کے عام مسلمان اسلام کے ارکان یا اس کے بنیادی عقائد کے خلاف تصور کرتے ہوں، تو سرے سے پاکستان کے قیام اور بقا کا جواز ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔''

گویا قومی اسمبلی نے تحفظ ختم نبوت کے معاملے میں اسلام کے بنیادی عقائد کو پیش نظر رکھ کر پاکستان کی اساس کو مستحکم کیا ہے اور اس کے لیے پاکستان کے عوام قومی اسمبلی کی برسر اقتدار پارٹی اور حزب اختلاف ہی کی نہیں بل کہ ان جاں نثاران رسالت کے شکر گزار ہیں جو گزشتہ نوے برس سے تحفظ ختم نبوت کی خاطر بے مثال قربانیاں دیتے آئے ہیں۔ ہم یہ بات پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ آخر الانبیاء خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی قسم کی نبوت کا دعوی کرنے والوں یا ان کو نبی ماننے والوں کے بارے میں امت مسلمہ میں کبھی دو رائے نہیں

Marfat.com

رہی ہے۔ضرورت صرف اس بات کی تھی کہ پاکستان میں- جوایک اسلامی جمہوری ملک ہے اس قسم کے لوگوں کی آئینی اور قانونی پوزیشن واضح ہو جانی چاہیے تاکہ آئین کے نظریاتی اور جمہوری تقاضے بہ طریق احسن پورے کیے جاسکیں۔ یہ اَمر خالص جمہوری نقطۂ نظر سے بھی غیر منطقی تھا کہ جو ملک عامة المسلمین کی خواہش پر اس غرض سے بنایا گیا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلام کے زریں اُصولوں کے مطابق بسر کرسکیں، اس میں کوئی ایسی اقلیت اکثریت میں شمار ہوتی رہے جواسلام کے بنیادی عقائد ہی سے اختلاف رکھتی ہے۔

انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ تمام غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق وتحفظات کا تعین ان جمہوری اُصولوں کے مطابق ہی ہو جن کی پابندی اسلام نے غیر مسلموں کے بارے میں اپنے ماننے والوں کے لیے لازمی قرار دی ہے۔

اب قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی متفقہ سفارشات کی روشنی میں آئین کی متفقہ ترمیم کے ذریعہ یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ جو شخص آخرالانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے مطلقاً اور بلا تاویل آخری ہونے پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعوی کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا مذہبی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین اور قانون کی نظر میں مسلمان نہیں ہے۔اس تشریح کی بدولت نہ صرف یہ کہ سابقہ ہر مدعی نبوت کی قانونی حیثیت متعین کردی گئی ہے بل کہ آیندہ بھی اگرکوئی شخص اس قسم کی جسارت کرے تو خود بہ خود قانوناً اسلام سے خارج ہو جائے گا۔اس کے ساتھ ہی مرزا غلام احمد کو نبی یا مجدد ماننے والوں کو غیر مسلم اقلیتوں کی فہرست میں شامل کرکے عوام کے اس مطالبے کوتسلیم کرلیا گیا ہے کہ قادیانی اور لاہوری جماعتوں کی حیثیت پاکستان میں وہی ہوگی جو عیسائیوں، ہندوؤں، سکھوں، بودھوں، پارسیوں اوراچھوتوں کو حاصل ہے۔

یہاں یہ اَمر قابل ذکر ہے کہ احمدیوں کوغیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد پاکستان کے مسلمانوں نے اجتماعی لحاظ سے ان کے جان و مال اورشہری حقوق کے تحفظ کی ذمہ داری اپنے سر لے لی ہے۔ یہ بات عامة المسلمین اوراحمدیوں دونوں کے ذہن میں واضح ہوجانی چاہیے کہ یہ فیصلہ ان بنیادی حقوق کوکسی صورت میں ساقط نہیں کرتا جن کی ہمارے آئین نے ملک کے ہر شہری کو بلا امتیاز مذہب وملت ضمانت دی ہے۔اسی وجہ سے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے اپنی

Marfat.com

سفارشات میں اس اَمر کی خاص طور سے صراحت کی ہے کہ پاکستان کے تمام شہریوں (خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں) جان، مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔

قومی اسمبلی کی قرارداد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ تعزیرات، قومی رجسٹریشن ایکٹ اور انتخابی فہرستوں کے قواعد وغیرہ قوانین میں بھی آئین کی دوسری ترمیم کے مطابق ترمیم کر دی جائے۔ لہٰذا اس فیصلے کے نفاذ اور اطلاق میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے اور اس سلسلے میں قانونی اور انتظامی اقدامات میں غیر ضروری تاخیر نہیں ہوگی۔ حزب اختلاف کی جانب سے قومی اسمبلی اور سینٹ میں اس آئینی ترمیم کی بھرپور تائید اور ملک کے ممتاز علما کی جانب سے اس پر اظہار اطمینان کے بعد اُمید ہے کہ گزشتہ تین ماہ سے ملک میں جو کشیدگی اور اضطراب کی فضا موجود تھی وہ اب ختم ہو جائے گی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اب اس مسئلے یا اس کے کسی پہلو پر کوئی بحث چھیڑنے کی کوشش کی گئی تو اس کا محرک دینی جذبہ نہیں بل کہ سیاسی ہنگامہ پسندی کا شوق ہوگا۔ اس لیے اُمید ہے کہ ملک کا سنجیدہ طبقہ اس مرحلے پر اپنی دینی اور قومی ذمے داریوں کو محسوس کرے گا۔ وزیراعظم بھٹو کا یہ وعدہ بھی امن وسکون کے قیام میں اہم کردار ادا کرے گا کہ گزشتہ دنوں میں امن عامہ کے تحفظ کی خاطر حکومت کو جو لوگ گرفتار کرنے پڑے ہیں ان کے ساتھ نرمی برتی جائے گی اور انھیں رِہا کر دیا جائے گا۔ ہمیں یقین ہے کہ وزیراعظم اس وعدے کے ایفا میں دیر نہیں کریں گے۔

آخر میں ہم پاکستان کے مسلمانوں سے یہ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ آئین میں ختم نبوت کے تحفظ کا اعلان کر کے ہم نے حقیقت میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی وفاداری کا ایک ثبوت دیا ہے لیکن اس وفاداری کے تقاضے کچھ اور بھی ہیں۔ جس ذات اقدس کے ناموس کی حفاظت کے لیے ہم نے اتنا اہتمام کیا ہے اس نے ہمارے لیے انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ایک مکمل لائحہ عمل بھی چھوڑا تھا، اگر ہم اپنے اخلاق وکردار میں اپنے معاملات اور کاروبار میں اور اپنے معاشرتی رویّے میں اس لائحہ عمل کی پیروی نہیں کرتے تو آئین کی دستاویز میں لکھی ہوئی عبارتیں بے معنی ہیں۔

☆

Marfat.com

روزنامہ مساوات، لاہور

Marfat.com

فرقہ وارانہ فساد کیوں؟

یکم جون ۱۹۷۴ء

ربوہ سٹیشن پر جو واقعات کا ردعمل پنجاب کے اہم شہروں میں ہوا ہے اور حکومت نے بروقت اقدامات کر کے فسادات کی آگ پر قابو پا لیا ہے، صوبے میں جو کشیدگی پیدا ہو چکی ہے اسے ختم کرنے کی طرف خصوصی توجہ دے رہی ہے۔ ربوہ ریلوے سٹیشن پر جو واقعات ہوئے، اخباری اطلاعات کے مطابق ان واقعات کو وقتی اشتعال اور جوش کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا بل کہ ان سے یہی تاثر ملتا ہے کہ ہنگامہ کرنے والے لوگوں کو علم تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور اس کے عواقب کیا ہوں گے۔ کوئی باشعور شخص یہ تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہو سکتا کہ ریلوے سٹیشن پر مسافر طلبا پر حملہ سوچی سمجھی سکیم کے بغیر ہوا تھا۔ چند شوریدہ سر افراد نے طلبا کو زدوکوب کیا تھا بل کہ یہ حقیقت واضح ہے کہ ربوہ کی تمام آبادی ایک مخصوص فرقے سے تعلق رکھتی ہے اور اس کے ریلوے سٹیشن پر ہنگامہ سیاسی محرکات کے بغیر ممکن نہیں، ہنگامے اور فساد کا ذمہ دار کوئی فریق ہی کیوں نہ ہو لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ربوہ کے ریلوے سٹیشن کو ہنگامے کے لیے منتخب کرنا، ملک گیر فسادات کا آغاز کرنا تھا اور اسے سیاسی اُمور سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

حکومت پنجاب نے ربوہ کے واقعات کی تحقیقات کرانے کے لیے ہائی کورٹ کے جج کو مقرر کیا ہے لہٰذا ان کی تحقیقات سے قبل فسادات کے پس منظر کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن اس ضمن میں صوبہ کی سیاسی فضا کو مدنظر رکھ کر فرقہ وارانہ فسادات کے محرکات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حکومت ہر صورت میں امن عامہ برقرار رکھنے کے عزم کو متعدد بار دہرا چکی ہے لیکن امن دشمن سرگرمیوں پر توجہ نہیں دی گئی حالاں کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ امن شکن محرکات پر کڑی نظر رکھی جائے اور امن شکنی سے پہلے ہی ان محرکات کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے لیکن اس کی

Marfat.com

طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ جب امن شکن واردات ہو جاتی ہیں تو ان کے تدارک کے لیے ہاتھ پاؤں مارے جاتے ہیں۔

صوبائی حکومت ان جہازی اشتہاروں سے بے خبر تھی جو لاہور کے اکثر بازاروں میں چسپاں تھے جس میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ شہر کے ایک ہفت روزہ اخبار میں مسلسل اشتعال انگیز مضامین شائع ہوتے رہے ہیں، اس کے مقابلہ میں قادیانیوں کے اخبار و جرائد میں بھی اس قسم کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں جن سے یہ تاثر پیدا کیا گیا تھا کہ صورت حال تشویش ناک ہے اور پرسوں ربوہ ریلوے اسٹیشن پر یہ تشویش ناک صورت خوں ریز فسادات میں نمودار ہوئی ہے۔

سوال یہ ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات سے کون سا طبقہ کون سی سیاسی جماعت یا کون سا مذہبی فرقہ فائدہ اٹھا سکتا ہے، ہلاک اور زخمی افراد چند روز میں فراموش کر دیے جائیں گے البتہ ان فسادات کو بنیاد بنا کر ''سیاست گری'' کی سرگرمیوں کو تیز تر کیا جائے گا۔ اگر ایک عام پاکستان کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ فسادات اس کی انفرادی اور ملک کی اجتماعی زندگی کے لیے نقصان دہ ہیں۔ عام پاکستانی شہری کو اقتصادی مشکلات نے اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے اور اس شکنجے کی گرفت روز بروز سخت ہو رہی ہے لیکن ہمارے ملک میں ایسے عناصر ہیں جو اپنے مخصوص مفاد کے لیے فسادات کو بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں چناں چہ فسادات کے فوراً بعد جو حزب اختلاف کی طرف سے آواز اٹھائی گئی ہے وہ مذہبی اکثریت میں مقبولیت حاصل کرنے اور حکومت کو اُلجھن میں ڈالنے کی کوشش ہے، اگر اس سے کم از کم ملک کے محنت کش طبقہ کی سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور مذہبی حیثیت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا البتہ حزب اختلاف کی جماعتیں اس مسئلہ کو اپنی مقبولیت کے حصول کے لیے پوری طرح استعمال کریں گی۔

اس متوقع سیاسی افراتفری اور امن شکن سرگرمیوں کے پیش نظر حکومت کو فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے والے افراد کا محاسبہ کرنا چاہیے تاکہ فرقہ وارانہ زہر معاشرے میں نہ پھیلے۔ اس زہر سے معاشرے کو محفوظ کرنا حکومت کا اولین فرض ہے۔

☆

Marfat.com

بردباری کی ضرورت

۴رجون ۱۹۷۴ء

وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے قومی اسمبلی میں ربوہ کے واقعہ کی تحریک التوا پر تقریر کرتے ہوئے قوم کو صحیح صورت حال سے آگاہ کیا ہے اور ملک کے مستقبل کے لیے حزب اختلاف کو بھی اتنا ذمہ دار ٹھہرایا ہے جتنی کہ حکومت ہے۔ موجودہ حکومت عوام کی نمائندہ حکومت ہے اور اس کی نمائندگی کا تقاضا ہے کہ وہ مسائل جو ملک کے مستقبل کو مخدوش کرنے کا سبب بن سکیں۔ ان کے سیاق وسباق کو قوم کے سامنے پیش کیا جائے۔

ربوہ کے افسوس ناک واقعہ کے کئی پہلو ہیں اور ہر پہلو پاکستان کی موجودہ سیاسی حالت پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ربوہ کے واقعہ کے ردعمل کے طور پر بدامنی اور افراتفری پیدا ہو تو اس کا منطقی نتیجہ یہی نکلے گا کہ حکومت کو امن وامان قائم کرنے کے اپنے تمام ذرائع بروئے کار لانے پڑیں گے چوں کہ موجودہ صورت حال اس قسم کی ہے کہ حکومت کو پاکستان پر بیرونی، سیاسی، اقتصادی اور فوجی دباؤ کے مقابلہ کے لیے نہ صرف اپنی تمام تر توجہ بل کہ ذرائع کو بروئے کار لانا پڑا ہے لہذا ایسی حالت میں ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کا واضح مطلب ہے کہ وہ افراد یا قوتیں جو پاکستان کو کمزور دیکھنے کے لیے مسلسل بالواسطہ یا بلاواسطہ کوشاں ہیں، وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گی۔

اس زاویۂ نگاہ سے فرقہ وارانہ فسادات کو دیکھا جائے تو وزیراعظم بھٹو کا یہ اشارہ حقیقت پر مبنی ہے کہ گزشتہ چند روز کے واقعات ایک گہری سازش کا نتیجہ بھی ہو سکتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی خطرناک سازش کرنے والے افراد کا کیا مقصد ہے اور وہ فسادات کو کس سیاسی مفاد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، پارلیمانی طرز حکومت میں وہ واقعات جو امن عامہ کے منافی ہوں ان کی مذمت ایوان اسمبلی میں حزب اختلاف بھی کرتی ہے کیوں کہ امن کشی

Marfat.com

کے واقعات سے صرف برسر اقتدار پارٹی (ہی نہیں) بل کہ حزب اختلاف بھی متاثر ہوتی ہے اور اس کا ردعمل ملک کی اجتماعی زندگی پر بھی مثبت نہیں ہوتا۔

موجودہ حزب اختلاف اپنی روایات پر چلتے ہوئے فرقہ وارانہ فسادات کو بہ طور سیاسی حربہ استعمال کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ حزب اختلاف کے اکابرین کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ فسادات میں بالعموم نادار و مفلس طبقہ کے افراد کو جانی و مالی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے اور اس نقصان کی تلافی نہیں ہوتی اور فسادات میں اکثر و بیشتر وہ لوگ لوٹ مار، آتش زدگی کی وارداتیں کرنے میں پیش پیش ہوتے ہیں جنھیں ''سماج دشمن عناصر'' کہا جاتا ہے۔ انھیں اس امر سے سروکار نہیں کہ ایسی تحریک آخر کس مقصد کے لیے چل رہی ہے وہ بازاروں میں آ کر لوٹ مار مچاتے ہیں اس لوٹ مار کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔

حزب اختلاف کے صاحب دانش اصحاب کو امن شکنی کے اس پہلو کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ حزب اختلاف امن عامہ کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر عاید کر کے اس قسم کی حرکتیں کرتی ہے کہ جس سے امن شکن قوتوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور اس کے متوازی عوام میں حکومت کے خلاف جذبات پیدا ہوتے ہیں حکومت کو اس پوزیشن میں ڈال کر حزب اختلاف اپنے نزدیک اپنے اقتدار کے لیے راہ ہموار کرتی ہے لیکن یہ اندازِ فکر درست نہیں، فرقہ وارانہ فسادات سے انھیں بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ موجودہ جمہوری نظام ایک مستقل آئین کی اَساس پر قائم ہے اور حکومت کا فرض اوّلین ہے کہ وہ اس اساس کو گزند پہنچانے والوں سے نرمی کا برتاؤ نہ کرے چناں چہ اس اَساس کے پیش نظر وزیر اعظم بھٹو نے نہ صرف حزب اختلاف بل کہ قوم کو متنبہ کیا ہے کہ مذہبی تعصب کے حربوں سے عوام میں اشتعال انگیزی سے کسی فریق کو فائدہ نہیں پہنچے گا بل کہ اس سے ملک کا مستقبل ہی مخدوش ہو جائے گا۔

ان حقائق کی روشنی میں حزب اختلاف کا پہلا قدم صوبے میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو دُور کرنا ہے، اس کے لیے انھیں بردباری اور تحمل کا ثبوت مہیا کرنا ہے اس صورت میں وہ ربوہ اور اس کے بعد کے فسادات کی لہر کے سیاق و سباق کو پیش نظر رکھ سکتے ہیں اگر حزب اختلاف کے رہنما یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان فسادات اور ان سے پیدا شدہ کشیدگی کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کر سکتے ہیں تو اس سے وہ حب الوطنی یا عوام دوستی کا ثبوت نہیں دیں گے اور ان کا یہ اندازِ فکر مستقبل قریب

Marfat.com

میں ان کے حق میں بھی بہتر ثابت نہیں ہوگا کیوں کہ حزب اختلاف سے متعلق بھی اس ملک کے حصہ ہیں اور جب مجموعی لحاظ سے ملک کو گزند پہنچے گا تو وہ کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ فرقہ وارانہ تعصب کو ہوا دینے کی بجائے بردباری کا ثبوت دیا جائے اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے سے اجتناب کیا جائے۔

☆

لاہور میں امن شکنی کی کوششیں

۶ر جون ۱۹۷۴ء

ربوہ ریلوے سٹیشن کے واقعہ کے بعد صوبائی اور وفاقی حکومت نے اپنی پوزیشن اور اپنا موقف واضح طور پر بیان کر دیا ہے لیکن جو عناصر اس واقعہ کو اشتعال انگیزی کا ذریعہ بنانے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ وہ کوئی معقول اور دانائی کی بات سننے کے لیے بھی آمادہ نہیں۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ لاہور کی وہ نام ور مذہبی شخصیتیں جن کے بارے میں شہریوں میں یہ تاثر موجود ہے کہ وہ اُسوۂ حسنہ پر چلنے والے مسلمان ہیں اور اُسوہ حسنہ پر چلنے والا مسلمان کسی شخص کو محض عقائد کی بنا پر گزند نہیں پہنچا سکتا کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیات طیبہ، سراپا ہمدردی اور رحم سے معمور تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے بدترین دشمن کو بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نام لیوا جب عام شہریوں کی جان و مال کی تباہی کے لیے بازاروں میں نکل آئیں تو ہر باشعور اور معقول شخص یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اسوۂ حسنہ کی تلقین کرنے والے قائدین کیا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایک عام مسلمان کی زندگی کی کوئی قدر و قیمت نہیں وہ کن قدروں کے تحفظ کے لیے امن شکنی پر سیدھے سادھے شہریوں کو اُکساتے ہیں۔

مذہبی رہنماؤں کو ان سیاسی عناصر کی تائید وحمایت حاصل ہے جو اپنی سیاسی ساکھ کھو چکے

Marfat.com

ہیں وہ ان مذہبی شخصیتوں کی آڑ میں اپنی سیاسی ساکھ بحال کرنا چاہتے ہیں چوں کہ ان کا سیاسی ماضی اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ عام لوگوں کو خصوصی مفاد کے حصول کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں لہٰذا انھوں نے کبھی بھی لوگوں کی حالتِ زار پر توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

کل لاہور میں امن شکنی کی کوشش میں ایسے افراد بھی پیش پیش تھے جن کی گزشتہ زندگی سے ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے سیاست اور مذہب کو بہ طور پیشہ اختیار کر رکھا ہے اور بدقسمتی سے ایسے افراد سادہ لوح شہریوں کو آلۂ کار بنانے میں کئی بار کامیاب رہے ہیں ان افراد کے پیش نظر کوئی اعلیٰ اور ارفع مقصد نہیں ہوتا۔ انھیں ملک، قوم یا معاشرے کی بہبود سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، انھیں صرف اس بات سے غرض ہوتی ہے کہ انھیں اپنے ماحول میں ایک معروف شخصیت کا درجہ حاصل ہو، یہ اسی صورت ممکن ہے کہ انتظامیہ کے اہم افراد سے بھی ان کا رابطہ قائم ہو۔ لہٰذا یہ افراد ہمارے ملک اور معاشرے کے لیے ایک مسلسل خطرہ ہیں۔ وہ ہر اس مسئلہ کو لے کر بازاروں میں نکلتے ہیں جن پر ہنگامہ آرائی بنی ہے۔ ان تینوں فریقوں کا ایک پلیٹ فارم پر اجتماع سے ظاہر ہے کہ ان کے مقاصد اور مفاد میں تضاد ہے۔ مذہبی پیشوا دیگر دونوں فریقوں کے مقاصد سے کوئی سیاسی و مذہبی یا مجلسی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ موخرالذکر دونوں فریق اپنی ساکھ اور اپنے 'دام' بڑھا کر خاموش ہو جائیں گے لیکن اہم ترین سوال یہ ہے کہ عام شہریوں کو اس سے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟ اور کس مادی یا روحانی قدر سے سرشار کرنے کے لیے شہر میں دہشت زدہ فضا پیدا کرنے کی کوشش جاری ہے۔

موجودہ حکومت یا برسر اقتدار پارٹی کی قادیانیوں سے کوئی مذہبی یا نظریاتی مفاہمت نہیں، برسر اقتدار پارٹی کی قیادت متعدد بار یہ بات دہرا چکی ہے کہ ان کا مذہبی نظریہ مسلمانوں کی اکثریت سے علاحدہ نہیں۔ ملک کے مستقل آئین میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی تسلیم کیا گیا ہے اور مملکت پاکستان کا سربراہ بھی اس عقیدے کا پابند ہوگا۔ لہٰذا ربوہ کے واقعہ کو عوام میں اس انداز سے پیش کرنا کہ جس سے عوام میں یہ تاثر پیدا ہو کہ حکومت یا برسر اقتدار پارٹی قادیانیوں کی سرپرستی کرتی ہے، بددیانتی پر مبنی ہے۔ صوبائی اور وفاقی حکومت اس مسئلے کو افہام وتفہیم سے سلجھانا چاہتی ہے لیکن وہ قانون شکنی کی اجازت کسی فریق یا طبقے کو نہیں دے سکتی کیوں کہ قیام امن حکومت کا فرض منصبی ہے۔

Marfat.com

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کی پُرامن فضا کو مکدر کرنے اور امن کو تباہ کرنے کے لیے ایسے عناصر سرگرم عمل ہیں جنھیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ حکومت بدامنی کو روکنے کے لیے ہر ممکن قدم اٹھا رہی ہے اور بدامنی پھیلانے کے اصل سبب کو آئین وقانون کی رُو سے ختم کرنے پر بھی توجہ دے رہی ہے۔ اس سلسلے میں حکومت نے ربوہ واقعہ کی تحقیقات کے لیے ہائی کورٹ کے ایک معزز جج کو مقرر کیا ہے اور جب تک ان کی تحقیقات منظر عام پر نہیں آتی اس وقت تک ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ربوہ سٹیشن پر جو واقعہ ہوا اس کے عقب میں کن عناصر یا کن طاقتوں کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ بہرحال سادہ لوح مسلمانوں کو امن شکنی کے لیے اُکسانا کسی بھی لحاظ سے درست نہیں کہا جا سکتا۔

ان حقائق کی روشنی میں ہم لاہور کے ان مذہبی رہنماؤں سے یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ اپنے منصب کے پیش نظر امن شکنی کی کوشش میں ملوث نہیں ہوں گے کیوں کہ امن شکنی عام شہری کے لیے ذہنی، مالی اور جانی نقصان ثابت ہوتی ہے۔

ثقہ قسم کے مذہبی رہنماؤں کو کم از کم ان افراد کے بارے میں اسلام کی رُو سے کوئی فیصلہ کرنا چاہیے جو امن شکنی کو اپنے ذاتی، گروہی، جماعتی یا طبقاتی مفاد کے لیے استعمال کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔

☆

Marfat.com

حزب اختلاف کی جمہوریت پسندی کا امتحان

۷/جون ۱۹۷۴ء

حزب اختلاف میں شامل جماعتیں اور گروہ جمہوریت پرستی کی دعویدار ہیں اور گزشتہ دو سال سے وہ برسراقتدار پارٹی پر جمہوریت کشی کا الزام دھراتی ہیں۔ حزب اختلاف کے ہر دھڑے کا یہی دعوی ہے کہ صرف وہی حقیقی معنوں میں جمہوریت پرست ہے اور اگر انھیں اقتدار میں ساجھے دار بنا دیا جائے تو وہ حقیقی معنوں میں جمہوری نظام قائم کریں گے۔ ان کے اس دعوے کی بہ ظاہر صورت کے مدنظر یہ باور کیا جاتا ہے کہ جب وہ اپنی جمہوریت پرستی کا دعوی کرتے ہیں تو اس سے مراد عام شہریوں کے سیاسی حقوق اور اقتصادی بہبود ہوتی ہے لیکن حزب اختلاف کی جماعتوں کی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حزب اختلاف کی جمہوریت پرستی میں وہ سب کچھ ہے جس کا عوام سے تعلق نہیں۔ لہذا حزب اختلاف کی سرگرمیوں سے یہی تاثر ملتا ہے کہ وہ عوام سے قطعی ہمدردی نہیں رکھتے، انھیں عام لوگوں کے مسئلے سے دل چسپی نہیں بل کہ وہ عوام کو ایک ایسا خام مواد خیال کرتے ہیں جو ان کے ہاتھوں میں ان کی منشا کے مطابق ڈھل سکتا ہے۔

ربوہ کے واقعہ کے بعد حزب اختلاف کی عوام دشمنی کا ایک بار پھر کھلا ثبوت مل گیا ہے۔ حزب اختلاف کے گروہوں اور افراد بالواسطہ ان سماج دشمن عناصر کی امداد حاصل کر کے امن عامہ کو تباہ کرنے کی مسلسل کوشش کر رہے ہیں۔ حالاں کہ حزب اختلاف کے تعلیم یافتہ افراد سمجھتے ہیں کہ وہ جن سماج دشمن عناصر کو اپنا آلۂ کار بنا رہے ہیں وہ ان کے بھی دوست نہیں ان کے ہاتھ کسی وقت ان کے گریبان تک بھی پہنچ سکتے ہیں لیکن اگر حزب اختلاف کا کوئی سیاسی فلسفہ ہو اور اس فلسفے کے تحت وہ اجتماعی زندگی میں توازن پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوں تو انھیں احساس ہو کہ وہ ان عام شہریوں کے دشمن عناصر کی حوصلہ افزائی کر کے ملک اور قوم کو ایک عظیم خطرے سے دوچار کر رہے ہیں۔ حزب اختلاف کے اس انداز فکر وعمل سے جمہوریت سے اعتماد اُٹھ

Marfat.com

جائے گا اور صرف جمہوری ادارے ہی سماج دشمن عناصر کی سرگرمیوں کو ختم کر سکتے ہیں۔

سماج دشمن عناصر سے ہماری مراد صرف غنڈے یا جرائم پیشہ لوگ ہی نہیں بل کہ ہر وہ شخص جو دوسرے کی جسمانی یا اقتصادی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے لیے رائج قانون کو اپنے ہاتھ میں لے وہ سماج دشمن ہے اور یہ سماج دشمن حقیقی معنوں میں جمہوری نظام یا دوسرے الفاظ میں قانون کی حکومت کے خلاف ہیں۔

آج ہمارے معاشرے کا اہم ترین مسئلہ امن وامان ہے امن کی صورت میں سماج دشمن عناصر کی نشان دہی آسان ہوتی ہے اور انھیں قانون کی گرفت میں لینا آسان ہوتا ہے۔اس کے برعکس ہنگامہ آرائی، فسادات اور ہلڑ بازی ان سماج دشمن عناصر کا خاص میدان ہوتا ہے اور وہ امن پسند شہریوں کی املاک کو لوٹتے، آتش زنی اور قتل وغارت گری کھلے بندوں مچاتے ہیں اور جب پولیس حرکت میں آتی ہے تو ایسے افراد زمین دوز ہو جاتے ہیں اور فسادات میں عام راہ گیر مارے جاتے ہیں۔

گزشتہ ایک ہفتہ سے حزب اختلاف ان عناصر کے لیے ایسا ہی میدان ہموار کر رہی ہے، قصبوں اور شہروں میں زبردستی رکاوٹیں کھڑی کرائی جاتی ہیں۔اس سے شہریوں میں دہشت پیدا ہوتی ہے اور اس دہشت سے کون فائدہ اٹھاتا ہے کیا حزب اختلاف کے چھوٹے بڑے رہنما موجودہ سرگرمیوں کو جمہوریت پرستی کہہ سکتے ہیں، کیا مسجدوں کو امن شکنی کے لیے استعمال کرنا حرمت مذہب ہے؟ اور کیا ایک مخصوص فرقے کے خلاف نفرت ودشمنی پھیلا کر وہ مذہب کی حرمت کا مظاہرہ کر رہے ہیں؟

ہمیں تعجب تو اس بات پہ ہے کہ وہ زعمائے دین جو اپنے خطبوں میں اسلام کو فلاح اور سلامتی کا مذہب کہتے ہیں اور مسلمانوں کو میانہ روی اور بردباری کی تلقین کرتے ہیں، وہی عام شہریوں کے سکون کو برباد کرنے کی تحریک کے محرک ہیں وہ بالواسطہ اور بلاواسطہ لوگوں کی املاک کو نقصان پہنچانے کی ترغیب دیتے ہیں، دہشت سے دکانیں بند کرانے کے بعد دو ایک دکانوں کو لوٹنا مشکل نہیں اور جب صورت یہ ہو کہ لوٹنے والے اپنے زعم میں جہاد کرنے نکلے ہوں تو اس لوٹ مار کو ختم کرنا زیادہ دُشوار ہو جاتا ہے۔

ہم نے کل بھی انھی کالموں میں ان فریقوں کا ذکر کیا تھا جو امن شکنی اور افراتفری پھیلا کر اپنے مخصوص مفاد کے حصول کے لیے کوشاں ہیں لیکن ان فریقوں کو حزب اختلاف کی تائید و

Marfat.com

حمایت حاصل ہے جوان کی حوصلہ افزائی کے لیے قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں بھی ایسی فضا پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جس سے عوام میں یہ تاثر پیدا ہو کہ ربوہ کا واقعہ حکومت کے دائرہ اختیار وعمل سے باہر ہے اور اس لیے حکومت کو چیلنج کیا جا رہا ہے۔

اگر حزب اختلاف اپنے اس طرز عمل کو 'جمہوریت پرستی' سمجھتی ہے تو پھر جمہوری نظام کا اللہ ہی حافظ ہے۔

ربوہ کا افسوس ناک واقعہ جسے قومی اور صوبائی اہمیت دینے کے لیے حزب اختلاف کوئی دقیقہ دِگزاشت نہیں کر رہی، واقعہ کے اس پہلو کو نظر انداز کیا جا رہا ہے کہ صوبائی حکومت نے اپنی ذمہ داری کے مطابق اس واقعہ کی تحقیقات شروع کرا دی ہے اور اس واقعہ میں ملوث افراد کو قانون کے مطابق سزا دینے کا وعدہ کیا گیا ہے لیکن حزب اختلاف کے افراد ایوان اسمبلی اور اس کے باہر اس واقعہ کو عوام میں انتشار پھیلانے کا ذریعہ بنا چکے ہیں اور قابل افسوس بات یہ ہے کہ حزب اختلاف اپنی ان سرگرمیوں کو جمہوریت پرستی کے تحت سمجھتی ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہمارے ملک میں حزب اختلاف جمہوری نظام پر یقین رکھتی ہے اور ملک کی اکثریت کے سیاسی اور اقتصادی حقوق کے لیے جمہوریت کو واحد ذریعہ سمجھتی ہے تو اسے اپنے اس اندازِ فکر وعمل پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔ ملک گیر بدامنی اور بے چینی پھیلا کر جمہوری نظام کو ختم کرنا چاہتی ہے اور اگر موجودہ جمہوری نظام ختم ہو گیا تو کیا اس کی جگہ آمریت نہیں لے سکتی!!!

حزب اختلاف کے اکثر (لوگ) سمجھتے ہیں کہ ایسا ہونا ممکن ہے کیوں کہ ہماری تاریخ میں ایک بار جمہوریت کے ملبے پر آمریت کا ایوان بلند ہو چکا ہے۔

اس زاویے سے دیکھا جائے تو یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ حزب اختلاف سے متعلق افراد جو امن کو تباہ کرنے کی مسلسل کوشش کر رہے ہیں ان میں سے چند کو شاید آمریت میں اپنا معاشی و معاشرتی مفاد نظر آتا ہے لیکن عام لوگوں کے سیاسی اور اقتصادی حقوق کا جو حال ہو گا وہ بھی کسی ذی شعور سے پوشیدہ نہیں۔

☆

Marfat.com

سنسر شپ کا خاتمہ

۱۰ جون ۱۹۷۴ء

وزیر اعلیٰ محمد حنیف رامے نے اعلان کیا ہے کہ صوبے میں امن وامان کی صورت حال تسلی بخش ہے لہذا ربوہ کے واقعہ کے بارے میں اخبارات میں سنسر شپ ختم کر دیا گیا ہے اور لاہور کی مساجد پر جو پاکستان ڈیفنس رُولز کے تحت پابندیاں عاید کی گئی تھیں انھیں بھی اٹھالیا گیا ہے۔

صوبائی حکومت کا یہ اقدام بروقت اور قابل قدر ہے اخبارات پر سنسر شپ کی موجودگی میں افواہ سازی کا سلسلہ زور شور سے جاری تھا۔ سماج دشمن عناصر ان افواہوں کو پھیلاتے تھے اور اس طرح شہریوں میں اشتعال پھیلتا تھا اب یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا اور عوام کو حقیقی صورت حال کا علم ہوگا وہ مفاد پرست عناصر کی افواہوں پر یقین نہیں کریں گے۔

☆

Marfat.com

امن عامہ کے تقاضے

۱۴ر جون ۱۹۷۴ء

پنجاب میں امن عامہ کی صورت حال تسلی بخش ہے اور جس مسئلہ پر امن شکنی اور لوٹ مار کی وارداتیں ہوئی تھیں وہ مسئلہ زیر بحث ہے۔ وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو اور علمائے دین اور سیاسی رہنماؤں کے درمیان بات چیت ہو رہی ہے اس بات چیت کے نتیجے کا تمام لوگوں کو انتظار ہے۔

لیکن ہمارے ہاں وہ عناصر جن کی سیاسی زندگی ہنگامہ آرائی پر موقوف ہے اور جو ملک کے اجتماعی مفاد کو نظر انداز کرنے کے عادی ہیں وہ اپنے مخصوص مفاد کو حاصل کرنے کے لیے امن شکنی کو ایک بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں۔ یہ عناصر افہام و تفہیم کی فضا میں پیچیدہ مسئلے کو حل کرنا نہیں چاہتے اور ان کی کوشش ہے کہ وزیر اعظم بھٹو اور دینی و سیاسی رہنماؤں کے درمیان کوئی فیصلہ ہونے سے پہلے وہ عوام کو ایک بار پھر مشتعل کرنا چاہتے ہیں۔ اشتعال انگیزی سے بازاروں میں فسادات برپا کرنا چاہتے ہیں، فسادات سے کن لوگوں کا جانی و مالی نقصان ہوگا؟ اور اس کا ردعمل ملک کی سیاست پر کیسا ہوگا؟ ان سوالات سے ان علمائے دین کو کوئی سروکار نہیں۔

واقعہ ربوہ بنیادی طور پر قانونی نظم وضبط کا مسئلہ ہے لیکن اس کے اثرات مذہب کے حوالے سے براہ راست سیاست پر بھی نمودار ہوں گے چناں چہ اس لیے حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے تمام گروہ واقعہ ربوہ کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

قادیانی مسئلہ قیام پاکستان سے پہلے بھی موجود تھا اور اس مسئلے کو نزاعی صورت دینے کی کئی بار کوشش کی گئی تھی، ۱۹۵۳ء میں اس مسئلے نے ایسی صورت اختیار کر لی جس سے مالی و جانی نقصان کے ساتھ ہی ملک میں جمہوری نظام حکومت پر ضرب کاری لگائی گئی، جمہوریت کا استحصال اس وقت ممکن ہوا جب پنجاب کے اکثر شہروں میں شہری حکام امن بحال کرنے میں

Marfat.com

ناکام رہے تھے۔

لیکن ۱۹۷۴ء میں صورت حال یکسر بدل چکی ہے عوام کی منتخب کردہ حکومت موجود ہے اور ایک مستقل آئین کے تحت حکومت کا کاروبار چل رہا ہے اس کے علاوہ موجودہ حکومت عوام کی اکثریت کی خواہشات اور مطالبات کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ آئین کا تقاضا ہے کہ ملک کے تمام فرقے اور مختلف خیال کے لوگوں کو جان و مال کا تحفظ ملے چناں چہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے نزدیک شہری امن اس مسئلے کو سلجھانے کے لیے از حد ضروری ہے۔

اس زاویۂ نگاہ سے ختم نبوت کی تحریک کو ہنگامہ آرائی میں بدلنے والے افراد اس مسئلے کو سنجیدگی سے حل نہیں چاہتے۔ وزیراعظم سے گفت وشنید کے دوران آج (جمعہ) کو اس تحریک کو چلانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس طرح حکومت اور ان افراد کے موقف میں تضاد پیدا ہو گیا ہے۔ حکومت قادیانی مسئلے کو پُرامن طریقے اور افہام وتفہیم کی فضا میں حل کرنے کی خواہاں ہے لیکن بعض علماء اور مقامی سیاسی رہنماؤں کو یہ فضا اس لیے منظور نہیں کیوں کہ اس فضا میں ان کی خانہ ساز رہنمائی بے اثر ہو جاتی ہے۔

ہمارے خیال میں ختم نبوت پر جو لوگ دیانت داری سے یقین رکھتے ہیں اور اس مسئلے کے سیاسی سیاق وسباق سے غافل نہیں وہ امن عامہ کو برقرار رکھنے اور حکومت سے افہام وتفہیم کے ذریعے اس مسئلے کا کوئی مستقل حل تلاش کرنے کے حق میں ہیں لیکن وہ عناصر جو اس موقع پر مظاہروں جلوسوں کے ذریعے حکومت کو متاثر کرنا چاہتے ہیں وہ یقیناً اس مسئلے کا کوئی انصاف پسندانہ حل نہیں چاہتے وہ بالواسطہ ہی سہی ان افراد کے مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں ہیں جو پاکستان کی سالمیت اور استحکام اور خصوصاً جمہوری نظام کے ازلی دشمن ہیں۔

☆

Marfat.com

پاکستان کے دشمن اور بیرونی سازشیں

۱۵ رجون ۱۹۷۴ء

واقعہ ربوہ کے بارے میں حکومت کا موقف واضح ہے اس واقعہ میں ملوث افراد کو قانون کے مطابق سزا دی جائے گی اس سلسلے میں ہائی کورٹ کے جج تحقیقات کر رہے ہیں۔ ملک میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے مطالبے کے متعلق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے قوم کو خطاب کر کے حکومت کا موقف واضح کر دیا ہے، قادیانیوں کو فوری اقلیت قرار دینا جمہوری نظام کے منافی ہے کیوں کہ قادیانی پاکستانی باشندے ہیں۔ ان کی جان و مال کی حفاظت حکومت کا فرض ہے لیکن اس کے متوازی ملک کی اکثریت کے اس مطالبے کو تسلیم کرنے کے بارے میں فیصلہ قومی اسمبلی کی ذمہ داری ہے۔

موجودہ صورت حال میں حکومت کی پالیسی واضح ہوگئی ہے جہاں تک امن وامان کا تعلق ہے حکومت اپنی ذمہ داری پوری کرے گی، ہلڑ بازی اور فسادات کو روکنے کے لیے اپنے تمام ذرائع بروئے کار لائے گی چوں کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مسئلہ آئین سے منسلک ہے لہذا آئین ساز ادارہ یعنی قومی اسمبلی اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کی مجاز ہے۔ اس واضح صورت حال کے باوجود جو افراد عام ہڑتال کر کے امن شکنی کی فضا پیدا کرنا چاہتے ہیں، ان کے اندازِ فکر و عمل کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

جب سے پیپلز پارٹی برسر اقتدار آئی ہے اس کے خلاف داخلی اور خارجی سازشوں کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوا ہے جس کی آخری کڑی ربوہ واردات کہی جاسکتی ہے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کی سیاسی مخالفت میں چوں کہ کوئی معقول اور قابل عمل نظریہ موجود نہیں۔ اس لیے مخالفین نے پیپلز پارٹی کے چیئرمین اور وزیر اعظم جناب بھٹو کو ہدف بنایا ہے۔ ان مخالفین میں وہ افراد پیش پیش ہیں جو غیر ممالک کی مدد پر زیادہ بھروسہ رکھتے ہیں، ان کی یہ خواہش ہے کہ ملک میں بدامنی

Marfat.com

کی فضا پیدا ہو اور اس طرح وہ یہ ثابت کر سکیں کہ وزیر اعظم بھٹو کی قیادت ناکام ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں وہ ہر حربہ استعمال کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ کہیں لسانی ہنگامے برپا کیے گئے، کہیں یونیورسٹی کے طلبا کو اُکسایا گیا اور کہیں مزدوروں میں نفاق پیدا کر کے ان میں بددلی پیدا کی جاتی ہے اور کہیں صوبائی عصبیت کو جمہوریت کا نام دے کر ہنگامے کرائے گئے ان کارروائیوں کا مطلب کیا ہے، جو عناصر یا گروہ ہنگامہ آرائیوں کے پس پردہ کام کر رہے ہیں۔ ان کا مقصد کیا ہے؟ وہ کون سے اعلیٰ مقاصد کے لیے کوشاں ہیں، ظاہر ہے کہ پاکستان میں جمہوریت ایک مستقل آئین کے تحت قائم ہے اور اس آئین میں ملک کے تمام صوبوں کے حقوق واختیارات کی وضاحت ہے اور اس آئین کے تحت ملک کو مستحکم کرنا ہے لیکن عجیب بات ہے کہ حزب اختلاف کا لیبل لگانے والے افراد اور گروہ اس آئین کو نظر انداز کر کے ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک آئینی حکومت کو بھی ہنگاموں اور شورشوں سے مرعوب کیا جا سکتا ہے یا اسے ختم کیا جا سکتا ہے۔

یہ افراد عوام کے دوست نہیں اور نہ ہی ملک سے انھیں کوئی ہمدردی ہے بل کہ وہ ۱۹۷۰ء جیسے حالات پیدا کر کے مشرقی پاکستان جیسا ڈرامہ یہاں بھی کھیلنا چاہتے ہیں چوں کہ نہ صرف انھیں یقین ہے بل کہ حزب اختلاف کے ایک دھڑے کا رابطہ بھی ان ملکوں سے ہے۔ جنھوں نے مشرقی پاکستان کو علاحدہ ملک بنانے میں مدد دی تھی۔ اس لیے ان کے حوصلے بلند ہیں۔ وہ مسلسل ایسے حالات پیدا کرنے میں کوشاں ہیں جن سے وہ غیر ملکی مداخلت کو دعوت دے سکیں جیسا کہ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کے رہنما اور بھارتی ایجنٹ ۱۹۷۰ء میں کر چکے ہیں۔

ان حقائق کو مدنظر رکھا جائے تو پھر ربوہ واردات پر ہنگامہ آرائی کا جواز سمجھ میں آتا ہے۔ اس واقعہ کو فسادات اور ملک میں افراتفری پیدا کرنے کا ذریعہ اس وقت بنایا گیا جب کہ ہمارے ملک کے آس پاس اہم واقعات ہو رہے تھے۔ بھارتی ایٹمی دھماکہ پاکستان کے دفاع کے لیے ایک اہم ترین مسئلہ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس ردعمل سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ پاکستان بھارت کی بالادستی تسلیم کرنے پر تیار نہیں، وہ اپنی آزادی اور خودمختاری کے لیے مختلف ذرائع استعمال کر سکتا ہے۔ حکومت کی تمام تر توجہ اسی واقعہ پر مرکوز تھی اور اب بھی ہے۔

اس دھماکے کے بعد پاکستان کے دشمن اور بھارت نواز ولی خان کا کابل پہنچنا معنی خیز

Marfat.com

ہے۔ یہ کون نہیں جانتا کہ گزشتہ تین سال سے کابل پاکستان کے خلاف سازشوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ کابل کی موجودہ حکومت اور روس کے درمیان جو خصوصی مراسم ہیں وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ سردار داؤد خان کا روس کے دورے پر جانا بھی بغیر کسی علت کے نہیں۔ یہ بات ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے کہ سردار داؤد ماسکو اس وقت پہنچے جب بھارت اپنا ایٹمی دھماکہ کر چکا تھا۔ سردار داؤد روسی حکومت کے مشترکہ بیان سے واضح ہے کہ وہ پاکستان کے بارے میں کیا رویہ رکھتے ہیں۔

جنوب میں بھارت پاکستان پر اپنی سیاسی بالادستی قائم کرنے کے لیے اپنی فوجی طاقت کو غیر محدود کر رہا ہے اور شمال میں سوویت روس یہی مقصد ایشیائی سلامتی کے مشترکہ منصوبے کے تحت کرنے کا خواہاں اور اس سلسلے میں وہ افغانستان کے موجودہ حکمرانوں کو بہ طور مہرہ استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اس مہرے کی اہمیت ولی خان اور ان کے ساتھیوں کی کابل سے ساز باز میں پوشیدہ ہے۔

انھی دنوں ربوہ کا واقعہ ہوا اگر اس واقعہ کو پاکستان کے خلاف سازش سے بے تعلق قرار دیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی تحقیقات اور حکومت کی یقین دہانی کے باوجود کہ اس واقعہ کے ذمہ دار افراد کو کسی قسم کی رعایت نہیں دی جائے گی۔ یک لخت بلوے اور فسادات کا سلسلہ کیونکر شروع ہوا، اور ساتھ ہی قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی تحریک کی سربراہی حزب اختلاف نے کیسے سنبھالی، حزب اختلاف میں ہر وہ شخص اور گروہ شامل ہے جو ملک میں جمہوریت کے استحکام کو اپنے ذاتی اور گروہی مفاد کے منافی سمجھتا ہے لہذا ربوہ کے واقعہ کو سیاسی رنگ دینے میں یہ لوگ پیش پیش ہیں۔

ان میں ولی خان کے دست راست مولانا مفتی محمود ہیں جنھیں ربوہ واقعہ سے پہلے قادیانی خطرے کا احساس تک نہ تھا حالاں کہ وہ دس مہینے تک صوبہ سرحد کے وزیراعلیٰ رہے ہیں اگر واقعی خطرہ موجود تھا، تو مفتی صاحب اپنے زمانۂ اقتدار میں کم از کم اس کی طرف اشارہ کر سکتے تھے لیکن نہیں، اب انھیں واقعہ ربوہ نے حکومت کو ملوث کرنے اور اس کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے کا موقع بہم پہنچایا ہے اور انھوں نے اپنی مذہبی حیثیت سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ اس طرح وہ ''خانہ ساز رہنما'' جو اس قسم کے واقعات کی گھات میں بیٹھے ہوتے ہیں، وہ بھی میدان

Marfat.com

عمل میں اُتر آئے، انھیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ وہ جو انتشار پیدا کر رہے ہیں۔ اس سے کن لوگوں کو نقصان پہنچے گا۔ ان کا مقصد تو ہنگامہ آرائی میں اپنے آپ کو نمایاں کرنا ہے، پاکستان کے ہر باشعور شخص کو ان حقائق کو پیش نظر رکھنا چاہیے کیوں کہ یہی افراد عوام اور جمہوریت کے دشمن ہیں، ان کی جمہوریت دشمنی تو اسی سے ظاہر ہے کہ وہ قادیانی مسئلہ کا حل فوری طور پر چاہتے ہیں حالاں کہ یہ مسئلہ عوام کے نمائندوں کو حل کرنا ہے لیکن وہ قومی اسمبلی کو رد کر کے اس بات پر مُصر ہیں کہ وزیراعظم ذاتی طور پر فیصلہ کریں جس سے ان کا اندازِ فکر ظاہر ہے اور وزیراعظم قومی اسمبلی کے علاوہ اس مسئلے کے حل کی ذمہ داری عوامی نمائندوں پر عاید کر چکے ہیں۔

☆

Marfat.com

عوام کا قابل تحسین کردار

۱۶رجون ۱۹۷۴ء

وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے واقعہ ربوہ کے سلسلے میں پیدا ہونے والی صورت حال پر جو موثر اور مدبرانہ تقریر کی تھی اس کا عوام پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ ملک بھر میں جمعہ کی ہڑتال انتہائی پُرامن رہی اور کہیں بھی کوئی قابل ذکر ناخوش گوار واقعہ رونما نہیں ہوا۔ اس خوش گوار طرز عمل پر ملک کے محبّ وطن عناصر اور عوام (من حیث المجموع) کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ ہمارے بلند ہمت اور وطن دوست عوام اگر اپنے قومی مسائل پر اسی طرح نظم و ضبط، ہوش مندی اور تعمیری ردعمل کا مظاہرہ کرتے رہیں تو ان شاء اللہ پاکستان اپنی تعمیر نو کے مرحلوں سے پوری طرح کامیاب وکامران ہوکر نکلے گا۔

ربوہ کے واقعہ پر ملک بھر میں اگر شدید ردعمل ہوا تو یہ ایک قدرتی امر تھا اور مسلمانوں کے سوادِ اعظم کی طرف سے اگر قادیانیوں کے بارے میں ایک متفقہ موقف قائم کرنے کا مطالبہ کیا گیا اور انھیں اقلیت قرار دیے جانے پر زور دیا گیا تو یہ بھی عوام کے دلی جذبات کا اظہار تھا لیکن ملک میں بعض منفی طاقتوں نے اس دینی واقعہ کو سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی اور حکومت سے جلد بازانہ اقدامات کرنے کو کہا گیا جس سے صورت حال کے مزید بگڑ جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا اور ایک نہایت اہم حل طلب دینی مسئلہ کے سیاسی مصلحتوں کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ جانے کا خطرہ لاحق ہوگیا۔

اس موقع پر وزیراعظم پاکستان نے پاکستانی عوام سے خطاب کرتے ہوئے انھیں یقین دلایا کہ موجودہ حکومت نے جس طرح پہلے قومی اہمیت کے بڑے بڑے مسائل کا حل عوامی خواہش کے عین مطابق کیا ہے۔ اسی طرح قادیانی مسئلے کا حل بھی وہ عوام کی خواہشات کے عین مطابق کرے گی۔ اور یہ مسئلہ جو اسّی نوّے سال پرانا ہے اور جو گزشتہ کئی سالوں سے مسلمانوں

Marfat.com

کے لیے تشویش کا باعث بنا ہوا ہے، بہت جلد بہ خیر و خوبی حل کر دیا جائے گا۔ انھوں نے عوام کو انتباہ کیا کہ جو لوگ اس نہایت اہم دینی مسئلے کو لاقانونیت اور تشدد سے حل کرنا چاہتے ہیں وہ دراصل ملک کی سالمیت کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اور ان کا مطمع نظر اس خالص دینی مسئلے کی آڑ میں ملک میں سیاسی بدامنی اور عدم استحکام پیدا کرنا ہے۔

جناب بھٹو نے مرزائیوں کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کرنے کے لیے جو لائحہ عمل تجویز کیا وہ یقیناً انتہائی دانش مندانہ اور مدبرانہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ ربوہ کے واقعہ کی تحقیقات پہلے ہی جسٹس صمدانی کے سپرد کی جا چکی ہے اور جہاں تک مرزائیوں کو اقلیت قرار دیے جانے اور اس سے ملحقہ دوسرے مسائل کو تعلق ہے انھیں ملک کے مروجہ جمہوری اور دینی اداروں کے ذریعے طے کیا جائے گا اور انھیں اس طرح سلجھایا جائے گا کہ اس سے پاکستان کی انصاف پسندی کا ہی مظاہرہ نہیں ہوگا بل کہ اس سے پاکستان کی سالمیت بھی مضبوط تر ہوگی۔

پاکستان کے عوام جو سقوط مشرقی پاکستان کے المیے کے بعد سے اب تک پاکستان دشمن طاقتوں کی بین الاقوامی سازشوں کا مشاہدہ کرتے رہے ہیں اور جو یہ جانتے ہیں کہ موجودہ حکومت ایک ایک کر کے تمام جارحانہ قوتوں کو شکست دے کر پاکستان کو ایک نئے تعمیری دَور تک لے آئی ہے۔ وزیراعظم کے اعلانِ حق سے بہت متاثر ہوئے اور انھوں نے ملک کو درپیش خطرات کا احساس کرتے ہوئے ہڑتال کے دن جس امن پسندی اور قومی یک جہتی کا مظاہرہ کیا اس سے نہ صرف اس دینی مسئلے کو جلد حل کرنے کے امکانات روشن ہو گئے ہیں بل کہ اس سے ان ملک دشمن عناصر کے حوصلے بھی پست ہوئے ہیں جو ملک میں فرقہ وارانہ تصادم کی فضا پیدا کر کے اپنے مذموم سیاسی عزائم پورے کرنا چاہتے تھے۔

پاکستان کے خلاف جن ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا آغاز تاسیس پاکستان سے بھی پہلے ہوا تھا وہ سازشیں اور ریشہ دوانیاں آج اپنے نقطۂ عروج پر پہنچی ہوئی ہیں، انھی سازشوں کی وجہ سے پاکستان کا ایک حصہ پاکستان سے الگ ہو چکا ہے اور اب انھی سازشوں کی بنا پر رہے سہے پاکستان کو بھی توڑنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں چناں چہ ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی اور قتل و غارت گری کے لیے فضا ہموار کرنے کی سازش کو اگر کابل کی خلاف پاکستان سرگرمیوں اور بھارت کے حالیہ ایٹمی دھماکے کے تناظر میں دیکھا جائے تو بات آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے کہ

Marfat.com

بعض تخریبی طاقتیں ملک میں لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا کر کے عوامی یک جہتی اور ملی اتحاد کو کمزور کرنا چاہتی ہیں تاکہ پاکستان کی تخریب کے اسباب اس کے اندر سے ہی پیدا کیے جاسکیں۔ وہ پارٹیاں اور سیاسی گروہ جو عوامی مسائل کو جمہوری اداروں کے ذریعے حل کرنے کی بجائے لاقانونیت سے حل کرنا چاہتے ہیں یا عوام کے جذبات سے کھیلنا چاہتے ہیں یا جو واقعہ ربوہ کی مختلف قسم کی منفی سیاسی تشریحیں کر کے اقتدار کی کرسی پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں وہ سب کے سب اندر خانے پاکستان کی بقا کے دشمن ہیں یعنی دوسرے لفظوں میں ہر محبّ وطن پاکستانی کے دشمن ہیں۔ تاریخ کے اس نازک موڑ پر یہ صرف ملک کے بیدار مغز عوام ہی ہیں جو اپنے درست طرز عمل اور جذبۂ حب الوطنی سے تمام تخریبی عوامل کی بیخ کنی کر سکتے ہیں اور اپنی عظیم قوت سے تمام ملک دشمن تحریکات کو شکست دے سکتے ہیں۔ قادیانی مسئلہ پر مختلف گوشوں سے اشتعال انگیزی اور غلط اقدامات کی ترغیب کے باوجود عوام نے پُرامن رہ کر ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایک اہم دینی مسئلے کو حل کرنے میں مدد دیتے ہوئے کسی غلط روش کا شکار نہیں ہوں گے۔ اور جس طرح وہ پہلے بھی اپنے اتحاد و عمل سے بڑے بڑے بحرانوں سے ملک کو بچاتے رہے ہیں اسی طرح آئندہ بھی کسی پھیلائی ہوئی انارکی یا سیاست گری کا شکار نہیں ہوں گے اور موجودہ مسئلے کا کوئی ایسا قطعی حل تلاش کرنے میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں گے جس سے قادیانی فرقہ کے بارے میں مسلمانوں کے دیرینہ مطالبے بھی پورے ہو جائیں اور بین الاقوامی برادری میں پاکستان کے نظریۂ امن وقانون کی سربلندی بھی حاصل ہو جائے۔

آج کے جمہوری اور سریع الاثر دَور میں عوام ہی طاقت کا سرچشمہ شمار ہوتے ہیں اور کوئی بھی قومی بحران ہو اسے عوام کی امداد و اعانت کے بغیر کوئی حکومت بھی دُور نہیں کر سکتی۔ اگر ہمارے عوام آج کی طرح آئندہ بھی قومی اور ملّی معاملوں کی نزاکت کا احساس کرتے رہے اور قومی زندگی کے نازک سے نازک موڑ پر نظم، ضبط، تدبر اور حب الوطنی کا مظاہرہ کرتے رہے تو یقیناً پاکستان کے خلاف اندر اور باہر سے ہونے والی سازشوں کا تانا بانا بہت جلد بکھر کر رہ جائے گا اور نیا پاکستان ایشیا کی ایک عظیم الشان قوت بن کر نمودار ہوگا۔

☆

Marfat.com

قادیانی مسئلہ اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈہ

۲۴ر جون ۱۹۷۴ء

ربوہ واقعہ کے بعد بیک وقت کئی مسائل پیدا ہو گئے، حکومت کے لیے سب سے اہم مسئلہ امن وامان اور ہر شہری کی جان و مال کا تحفظ تھا، دوسرا مسئلہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ تھا۔ تیسرا مسئلہ قادیانی جماعت کا ردعمل تھا، چوتھا مسئلہ حزب اختلاف کو قادیانی قضیہ کو سیاسی انتشار پیدا کرنے کا حربہ بنانا تھا۔

ان مسائل کے پیش نظر گزشتہ چار ہفتوں کے واقعات کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ حکومت نے ان چاروں مسائل کے حل کے لیے مستعدی دکھائی۔ امن وامان قائم رکھنے کے لیے وفاقی اور صوبائی حکومت کا اقدام بروقت تھا اور اس کے نتائج خاطر خواہ نکلے، امن وامان کے سلسلے میں ایک بات ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے کہ عوام کے مظاہروں اور جلوس میں سماج دشمن عناصر فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ عناصر ہمارے معاشرے میں خاصی تعداد میں موجود ہیں اور ان عناصر سے سیاسی اور مذہبی رہنما و جماعتیں بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتی ہیں لہذا حکومت نے ان عناصر کی سرگرمیوں کے خلاف حفظ ماتقدم کے طور پر پولیس اور فوج کو امن برقرار رکھنے پر مامور کیا اور اس طرح ربوہ واقعہ کے بعد جو شہریوں میں دہشت وخوف پیدا ہو گیا تھا، وہ ختم ہو گیا۔

حکومت کے اس اقدام کے ساتھ ہی یہ اعلان کہ قادیانیوں کے مسئلہ کو مستقل طور پر حل کرنے کے لیے قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ 'ختم نبوت' تحریک کے رہنماؤں نے بھی تحمل کا ثبوت دیا اور مظاہروں اور جلوس کے منصوبے ملتوی کر دیے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ حکومت پر زور دے رہے ہیں کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

پاکستان کے شہریوں پر مشتمل کسی مذہبی یا سیاسی گروہ یا جماعت کو اقلیت قرار دینا انتہائی

Marfat.com

نازک مسئلہ ہے اور اس مسئلہ کا تعلق براہِ راست نظام جمہوریت، ملکی آئین اور سیاسی رجحانات و نظریات سے وابستہ ہے لہٰذا قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے مسئلے کے سیاق وسباق کا انتہائی غائر نظر سے مطالعہ ضروری ہے چناں چہ اس کے لیے قومی اسمبلی واحد ادارہ ہے جس میں اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا جا سکتا ہے اور قومی نمائندوں کی اکثریت ایک طرف عوام کی خواہش اور دوسری طرف اپنی ذمہ داری سے اس مسئلے کے بارے میں کوئی فیصلہ کر سکتی ہے۔

وزیر اعظم بھٹو نے یہی لائحہ عمل اختیار کیا اور اس مسئلے کے فیصلے میں اپنے اختیار استعمال کرنے سے انکار کر دیا۔ وزیر اعظم بھٹو کا یہ انکار جمہوری اداروں کی نشوونما کے لیے حوصلہ افزا ہے لیکن اس فیصلے سے پہلے قادیانیوں کے مرکز ربوہ کا ردعمل قابل اعتراض تھا۔ قادیانی فرقے کے سربراہ نے ربوہ سٹیشن کے افسوس ناک واقعہ کے بارے میں تدبر اور دُور اندیشی کا ثبوت دینے کی بجائے فوراً بالواسطہ حکومت کو موردِ الزام ٹھہرایا اور اس کے ساتھ ختم نبوت کے محرکین کے خلاف بھی بیان دیا چوں کہ قادیانیوں کی تنظیم مستحکم ہے اور غیر ممالک میں بھی ان کے رکن اور عقیدت مند موجود ہیں اس لیے ان کے موقف کی تشہیر غیر ممالک میں ہو سکتی ہے چناں چہ اس سلسلے میں سابق وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خاں نے لندن میں ایسا شر انگیز بیان دیا جو حکومت پاکستان کے خلاف تو تھا ہی لیکن اس بیان سے قادیانیوں کے بارے میں جو عام شہریوں میں شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں انھیں تقویت ملی۔ چودھری ظفر اللہ کے بیان کے ساتھ ہی مغربی ممالک میں پاکستان کے خلاف پراپیگنڈہ کی مہم شروع ہوگئی، حسب سابق بھارت اس مہم میں پیش پیش ہے۔ قادیانیوں کی اس ہمدردی سے پاکستان کا داخلی مسئلہ جو عوامی نمائندوں پر مشتمل حکومت منصفانہ اور دانش مندی سے حل کرنا چاہتی ہے اس میں غیر ملکی مداخلت سے مسئلہ کی نوعیت زیادہ تر سیاسی ہوگئی ہے۔

ہر ملک کو داخلی مسائل درپیش ہیں لیکن ہمارا تجربہ ہے کہ جب بھی پاکستان کو کوئی داخلی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو غیر ممالک اس مسئلے کو پاکستان کی مخالفت کا ذریعہ بناتے ہیں اگر اس زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو قادیانی رہنما نہ صرف غیر ملکی مداخلت کا آلۂ کار بنے ہیں بل کہ انھوں نے پاکستان سے اس انداز سے بے تعلقی ظاہر کی ہے کہ جیسے وہ یہاں 'آباد کار' ہیں حالاں کہ سیاسی لحاظ سے ان کا یہ رویہ ان کے لیے درست نہیں کیوں کہ اس سے ان کے مخالفین جو مذہبی

Marfat.com

نظریات کے تحت ان کی جماعتی سرگرمیوں پر معترض ہیں، قادیانیوں کے اس رویے سے ان کا یہ تاثر پختہ ہو گیا کہ قادیانی سیاسی لحاظ سے بھی پاکستان کے مخالف ہیں چناں چہ قادیانی مسئلے میں سُوجھ بُوجھ کی بجائے شدید جذبات زیادہ کارفرما ہو گئے ہیں اور اس کا ردِعمل مسئلے کے سُلجھانے میں تاخیر اور اُلجھاؤ پیدا ہو سکتا ہے۔

قادیانی سلسلے کا چوتھا مسئلہ ہمارے ہاں کی حزبِ اختلاف کا رویہ ہے۔ ربوہ واردات کے بعد دو بار شہروں میں فسادات ہوئے اور قادیانیوں کے خلاف غم و غصہ کی آگ پھیل گئی چوں کہ حکومت امن برقرار رکھنے اور ہر شہری کی جان و مال کو امان دینے میں مصروف تھی، اس لیے حزبِ اختلاف کے وہ رہنما جو حکومت کے ہر اقدام کی مخالفت پر کمربستہ ہیں، انھوں نے عوام میں یہ تاثر دینا شروع کیا کہ حکومت تشدد کر کے عوام کے اس مطالبے کو ختم کرنا چاہتی ہے اور یوں بالواسطہ وفاقی حکومت قادیانیوں کی حمایت کر رہی ہے۔ حزبِ اختلاف کا یہ رویہ ان کی جمہوریت دشمنی اور آئینِ ملک کو نظر انداز کرنے پر مبنی ہے۔ حزبِ اختلاف کے رہنماؤں نے ختمِ نبوت کی تحریک کی قیادت حاصل کرنے کے لیے عوام کو حکومت کے خلاف اُکسانا شروع کیا۔ ان کا خیال تھا کہ اگر حالات قابو میں نہ رہے اور تمام ملک میں فسادات اور لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا تو پھر موجودہ حکومت کو مستعفی ہونا پڑے گا اور اس کی جگہ فوج سنبھال لے گی اور اس طرح جمہوری نظام ختم ہو جائے گا اور فوجی نظام کے قیام کے امکانات روشن ہو جائیں گے، ان کا یہ اندازِ فکر جمہوریت دشمنی کو ظاہر کرتا ہے۔ ۱۹۵۳ء میں ایسا ہی ڈرامہ کھیلا جا چکا ہے، ان دنوں بھی فسادات کو ختم کرنے کے لیے مارشل لاء نافذ ہوا تھا اور اس کے بعد فوجی آمریت کے لیے راستہ ہموار ہو گیا تھا۔

آمریت سے کن افراد کو فائدہ پہنچا اس کے بارے میں بیان کرنا عبث ہے کیوں کہ اب ہمارے عوام کا شعور اتنا پختہ ہو چکا ہے اور وہ پہچانتے ہیں کہ فوجی آمریت سے کون سا طبقہ اقتصادی اور معاشرتی فائدہ اٹھاتا ہے۔ آمریت میں قادیانی فرقے کو بھی فائدے کے امکانات ہیں، اس کی مثال ۱۹۵۳ء کے مارشل لاء سے دی جا سکتی ہے لہٰذا حزبِ اختلاف کا اندازِ فکر بالواسطہ قادیانیوں کے مفاد میں ہے کیوں کہ دونوں فریق موجودہ جمہوری حکومت کی جگہ فوج کو سربراہ دیکھنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

اس صورتِ احوال میں دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر متنازعہ مسئلہ کو ایسی نوعیت نہ دی جائے جس سے ملک کے جمہوری نظام کو خطرہ لاحق ہو اور یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ افراد اور گروہ اپنے مفادات کو ملک کے اجتماعی مفاد پر ترجیح نہ دیں۔ قادیانی مسئلہ سیدھا سادہ نہیں، اس سے سیاسی، اقتصادی، آئینی اور معاشرتی مسائل وابستہ ہیں لہذا قومی اسمبلی کے معزز اراکین کو اس مسئلے پر غور کرنے کا موقع دیا جائے اور ہمیں توقع ہے کہ قومی اسمبلی کا فیصلہ ہر فریق کو منظور ہوگا کیوں کہ یہ فیصلہ ملک کے اجتماعی مفاد کے پیش نظر کیا جائے گا۔

☆

سوشل بائیکاٹ

۱۳ر جولائی ۱۹۷۴ء

وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ''دیر'' میں ایک جلسۂ عام کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ پسند نہیں کرتے کیوں کہ یہ اقدام اسلام کے خلاف ہے۔ مزید برآں قادیانیوں کا مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہے، اس پر غور و فکر جاری ہے، اس کے متوازی واقعہ ربوہ کی تحقیقات بھی جاری ہے، ملک کی اکثریت کے مطالبے کے سیاق وسباق پر قومی اسمبلی میں عوام کے نمائندے غور کر رہے ہیں لہذا اس صورت میں قادیانی فرقے کا سوشل بائیکاٹ پاکستان کو بیرون ملک بدنام کرنے کا ایک ایسا حربہ ہے جسے ہم خود مہیا کر رہے ہیں۔

اسلام اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام پر سوشل بائیکاٹ ایک ایسا فعل ہے جسے کوئی راس (راسخ) العقیدہ مسلمان پسند نہیں کر سکتا۔ مسلمان اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو گزند پہنچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ مسلمان جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین سمجھتے ہیں۔ عقائد کی بنا پر دوسرے مذہب کے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں پر

Marfat.com

ظلم کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے جانی دشمنوں کے لیے بھی کلمۂ خیر فرماتے تھے لہذا ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم اپنے ہم وطنوں پر عقائد کے سبب ظلم کریں۔

ہمیں توقع ہے کہ وہ افراد جو سوشل بائیکاٹ کو ایک تحریک کی صورت دے رہے ہیں وہ اس مسئلے کو انسانیت پروری کے رُخ سے بھی دیکھنے کی زحمت کریں گے اور ان معصوم بچوں اور ضعیف افراد کا بھی خیال رکھیں گے جن کا صرف قصور یہ ہے کہ وہ قادیانی فرقے میں جنم لے چکے ہیں، سوشل بائیکاٹ ایک انسانیت کش فعل ہے لہذا اس سے اجتناب کرنا ہر راسخ العقیدہ مسلمان کا فرض ہے۔

☆

سوشل بائیکاٹ- جمہوریت کش سازش

۱۵رجولائی ۱۹۷۴ء

پاکستان کا ہر باشعور شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ جس فرقہ وارانہ مسئلے کو بدامنی اور ملک میں انتشار پھیلانے کے لیے استعمال کرنے کی از حد کوشش کی گئی، اس مسئلے کو حکومت جمہوریت کے اُصولوں کے تحت حل کر رہی ہے۔ قادیانیوں کے خلاف فسادات کا سلسلہ جس واقعہ سے شروع کیا گیا تھا اس واقعہ کی بھی عدالتی تحقیقات ہو رہی ہے لہذا اب قادیانی فرقے کا سوشل بائیکاٹ کا کیا مطلب ہے؟

جمہوری نظام میں ملک کی آبادی کے کسی حصے یا فرقے یا جماعت کا سوشل بائیکاٹ سیاسی لحاظ سے جمہوریت کش ہے کیوں کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جمہوریت میں جہاں اکثریت کی حکومت ہوتی ہے یہ اکثریت مذہبی یا سیاسی لحاظ سے ایک علاحدہ جماعت یا فرقے کو ابتدائی شہری اور انسانی حقوق سے بھی محروم کر رہی ہے چناں چہ جس جمہوریت میں ایسے اقدامات کیے

Marfat.com

جائیں اسے جمہوریت نہیں کہا جا سکتا۔ جنوبی افریقہ میں جمہوری یا پارلیمانی نظام قائم ہے لیکن سفید فام جمہوریت نے افریقی باشندوں کو ابتدائی حقوق سے محروم کر رکھا ہے لہذا جنوبی افریقہ نام نہاد جمہوریہ ہے، حقیقت میں وہ ایک فسطائی ریاست ہے اور اس بات کو یورپ کے آزادی پسند سفید فام باشندے بھی تسلیم کرتے ہیں۔

اس زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو پاکستان میں قادیانیوں کے سوشل بائیکاٹ کی تحریک اس فسطائی تحریک کی نشان دہی کرتی ہے جو ملک میں نوزائیدہ جمہوری نظام کو ختم کرنے کے لیے جاری کی گئی ہے۔ پاکستان کے باشعور عوام کی اکثریت کو علم ہے کہ پاکستان میں جمہوری نظام کو ناکام بنانے والے کون سے عناصر سرگرم عمل ہیں، وہ بڑے جاگیردار، وڈیرے اور قبائلی سردار جو پاکستان میں بالواسطہ حکومت کرتے رہے ہیں اور لوگوں کے عمومی حقوق کو پائمال کرتے رہے ہیں، ان عناصر کو یہ خطرہ لاحق ہے کہ جمہوریت کے استحکام میں وہ اپنے علاقائی اور انفرادی اقتدار سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھو بیٹھیں گے چناں چہ جب بھی کسی ایسی تحریک کا آغاز ہوتا ہے جس کا مقصد جمہوریت پر ضرب لگانا ہو تو وہ ایسی تحریک کی بالواسطہ اور بلاواسطہ مدد کرتے ہیں۔

قادیانی فرقے کا سوشل بائیکاٹ ان عناصر کے نزدیک اس لیے قابل مذمت نہیں کہ اس سے جمہوریت کو نقصان پہنچتا ہے اور پاکستان غیر ممالک میں بدنام ہوتا ہے۔ جمہوریت کش عناصر اور جماعتوں کا یہی مقصد ہے کہ داخلی لحاظ سے عوام پر جمہوری نظام کی کمزوری کو ثابت کیا جائے اور بیرون ملک میں لوگوں کو یہ کہنے کا موقع دیا جائے کہ پاکستان میں جس قسم کا جمہوری نظام قائم ہے۔ اس نظام میں ملکی باشندوں پر مشتمل ایک خاص فرقے کو تحفظ میسر نہیں۔ مذہبی جنون کو فسطائیت کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے اور وہ سیاسی رہنما اور سیاسی گروہ جو جمہوری نظام میں رخنہ ڈال کر ملک کی سالمیت پر ضرب لگانے کے لیے گھات میں بیٹھے ہیں۔

سوشل بائیکاٹ کی تحریک کے سیاسی مقاصد یہی ہیں چناں چہ ملک کی حزب اختلاف کے گروہ اس سوشل بائیکاٹ کے خلاف آواز بلند نہیں کرتے، ان پارٹیوں میں NAP سرفہرست ہے جو ملک کی سالمیت کو صوبائی تعصب کے ہتھیار سے ختم کرنے کے درپے ہے۔ نیپ کے رہنما ''صوبائی حقوق'' کے نام پر وفاقی حکومت کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں کہ حکومت دو صوبوں میں شہری حقوق پامال کر رہی ہے لیکن ملک کے ایک فرقے کا سوشل بائیکاٹ کر کے بنیادی

Marfat.com

جمہوری حقوق پر جوضرب لگائی جارہی ہے اس پر خان ولی خان خاموش ہیں اوران کے نائب مفتی محموداس سوشل بائیکاٹ کے بالواسطہ ذمہ دار ہیں۔

مولانا مفتی محمودایک مذہبی جماعت کے بھی رہنما ہیں لہذا ان سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ مذہب اسلام کی رُو سے قادیانی فرقے کا سوشل بائیکاٹ جائز ہے؟ اسلام تو کافروں کو بھی تحفظ وسلامتی دیتا ہے، اسلام کے نام پر ایک ایسے فرقے کا سوشل بائیکاٹ کہاں تک جائز ہے جس فرقے کی سیاسی حیثیت کا مسئلہ مفتی صاحب اوران کے 'مریدوں' نے اٹھارکھا ہے مولانا مفتی محموداوران کے ہم خیال افرادان بچوں اورعورتوں اورضعیف لوگوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جوسوشل بائیکاٹ کی زد میں آچکے ہیں اور جنھیں پانی سے بھی محروم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔قادیانی فرقے پرعرصۂ حیات تنگ کرنے سے مذہب اسلام کا کون سارکن پورا کیا جارہاہے؟

مولانا مفتی محموداوران کے گروہ کے ساتھ جماعت اسلامی کے رہنمااوران کے مقلدین کا رویہ بھی قابل غور ہے۔ جماعت اسلامی کے رہنما اسلام کی اجارہ داری کا دعویٰ کرسکتے ہیں کیاان کااسلام مذہبی یاسیاسی لحاظ سے اپنے مخالفین سے ایسا سفاکانہ سلوک کی اجازت دیتاہے؟ کیاوہ جس 'اسلامی نظام' کوقائم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ نظام ایسا ہی ہوگا جس میں عقائد کی بناپرشہریوں کا 'سوشل بائیکاٹ' کر کے انھیں زندہ درگور کرنا ہے؟

ختم نبوت کے محرکین سے بھی یہ استفسار کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے سرورکائنات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے کس پہلوکوپیش نظررکھ کر یہ معاشرتی ظلم وستم کو جائز سمجھتے ہیں؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجسمۂ رحمت تھے آپ کے مبارک سائے میں آکر سفاک سے سفاک شخص بھی انسان بن جاتا ہے۔ رحمۃ اللعالمین کے نام پر ایسی مذموم حرکت آں حضرت کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے۔حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسرے شخص پرزیادتی سے منع فرمایا،آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے سے ہرنوعیت کے ظلم کوختم کر دیا،ان کی تعلیمات اوراللہ تعالیٰ کے احکامات میں بار باراس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ کمزور پر ظلم کرنا گناہ کبیرہ ہے لہذاسچامسلمان وہ ہے جوزیادتی اورظلم کے خلاف سینہ سپرہوجاتا ہے۔

تحریک ختم نبوت کے اکابرین یقیناً اپنے مقصد میں مخلص ہیں ان کا یہ مطالبہ کہ قادیانی

Marfat.com

فرقے کو اقلیت قرار دیا جائے۔ قوم کے نمائندوں پر مشتمل وفاقی اسمبلی میں زیر غور ہے لہذا اب انھیں اس مسئلے کی سیاسی نوعیت پر خصوصی طور پر توجہ دینی چاہیے وہ ان سیاسی عناصر کا آلۂ کار نہ بنیں جن کا مقصد پاکستان کی سالمیت اور جمہوریت کو تباہ کرنا ہے۔ 'سوشل بائیکاٹ' ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے۔ کوئی سچا مسلمان اور محبّ وطن اس معاشرتی ظلم کو برداشت نہیں کر سکتا، لہذا ہر پاکستانی مسلمان کا فرض ہے کہ وہ سوشل بائیکاٹ جیسی قبیح تحریک سے گریز کرے اور اس تحریک کے عواقب کو پیش نظر رکھ کر، ملک دشمن عناصر کے خلاف صف آراء ہو جائے۔ اگر عام مسلمانوں نے 'سوشل بائیکاٹ' کو ایک وقتی جوش وخروش قرار دے کر اس سے درگزر کیا تو اس کے نتائج ہمارے ملک اور قوم پر خوش گوار نہیں ہوں گے۔ قادیانیوں کو عقائد کے رُخ سے جانچنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی مدنظر رکھیے کہ آخر وہ بھی انسان ہیں اور انسانیت کے ناطے ان پر ظلم گویا انسانیت پر ظلم کے مترادف ہے۔

☆

Marfat.com

جمہوریت کی تاریخی فتح

۹ر ستمبر ۱۹۷۴ء

قومی اسمبلی اور سینٹ نے متفقہ طور پر آئین میں ترامیم کا بل منظور کر لیا جس کی رُو سے منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا ہے اور ختم نبوت کے خلاف تبلیغ قابل تعزیر جرم ہوگی۔ اس طرح عوام کے منتخب کردہ نمائندوں نے اس نازک مسئلہ کا حل جمہوری اُصول کے مطابق حل کر کے پاکستان میں جمہوریت کی جڑیں مضبوط کر دی ہیں۔

قادیانی یا احمدی فرقہ نوے (۹۰) سال سے ملت اسلامیہ کے لیے ایک ایسا مسئلہ بن گیا تھا جسے سُلجھانے کے لیے کوئی مبسوط قدم اٹھایا نہیں گیا تھا، اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اس مسئلے نے ایسی سنگین صورت اختیار کر لی جس سے ایک طرف تو امن عامہ کو عظیم خطرہ تھا اور دوسری طرف اس کی زد میں ہمارا نوزائیدہ جمہوری نظام آتا تھا چناں چہ وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو سے کہا گیا کہ وہ اپنے اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے اس مسئلہ کا فوری فیصلہ کریں لیکن وزیر اعظم نے اس مذہبی اور سیاسی مسئلہ پر از خود فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اس قومی مسئلہ کا حل قومی نمائندے ہی کر سکتے تھے چناں چہ وزیر اعظم نے قوم کو یقین دلایا کہ احمدیوں کے مسئلہ کو عجلت اور جذباتی انداز میں حل کرنا نتائج کے اعتبار سے درست نہیں ہوگا، قوم کو اپنے نمائندوں پر اعتماد رکھنا چاہیے، وہ اس کا صحیح اور قابل قبول حل تلاش کریں گے۔

وزیر اعظم کی اس تجویز نے نہ صرف عوامی نمائندوں کے وقار کو بلند کر دیا بل کہ یہ ثابت ہو گیا کہ ان کی متفقہ رائے اور فیصلے حقیقی معنوں میں جمہوریت کے استحکام کے لیے از حد ضروری ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ تمام مسائل کا حل قومی اسمبلی کر سکتی ہے اور قومی اسمبلی ایسا واحد ادارہ ہے جو ہر مسئلے کا حل قوم کی خواہشات اور عزم کے مطابق کر سکتا ہے۔ اب یہ واضح ہو گیا ہے کہ آئندہ ایسا داخلی مسئلہ جو ہماری قومی زندگی پر اثر انداز ہو سکتا ہے اُسے تحریک کی

Marfat.com

صورت نہیں دی جاسکتی اور اس طرح سادہ لوح عوام کو کوئی گروہ اپنے اقتصادی یا سیاسی مفاد کے حصول کے لیے استعمال نہیں کرسکتا بل کہ ایسے مسئلہ کا حل قومی اسمبلی کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

جمہوری طرز حکومت ملک کی اکثریت کے ہر قسم کے مفاد کی ضمانت ہے چناں چہ منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم قرار دے کر عوامی نمائندوں نے اسلام میں مزید فرقہ بندی کی راہیں مسدود کر دی ہیں اور ابہام و شک کی فضا کو ختم کر دیا ہے۔ یہ فیصلہ ایک طرف تو اسلام کی حقیقی خدمت ہے اور دوسری طرف اسے موجودہ دَور کے تقاضوں کے عین مطابق بھی کہا جاسکتا ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کی بقا و استحکام اور ہماری قوم کا مستقبل جمہوریت پر بنی ہے جن حالات میں جمہوری نظام قائم کیا گیا وہ ابتلا کا دَور تھا لیکن برسر اقتدار پیپلز پارٹی کے قائد جناب بھٹو نے عنانِ اقتدار سنبھالتے ہی اعلان کیا تھا کہ وہ جمہوریت سے ہیں اور ملک میں جمہوریت کے استحکام کے لیے کوشاں رہیں گے اور انھیں کوئی اس راستے سے ہٹا نہیں سکتا۔ موجودہ مسئلے کے حل میں ان کی جمہوریت نوازی کا کھلا ثبوت مل گیا ہے۔ اور وہ عناصر جو اپنی جمہوریت شکنی کو جناب بھٹو کی ذاتی مخالفت میں پیش کرتے تھے، اب انھیں جناب بھٹو کی جمہوریت پرستی کا قائل ہونا چاہیے اور ان کے مشاہدے میں یہ حقیقت آنی چاہیے کہ جمہوریت کو ناکام بنانے کی تمام کوششیں بالآخر ناکام ہوں گی۔

مستقل آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں دو فرقوں کے بعد ''قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ سے تعلق رکھنے والے افراد جو اپنے آپ کو ''احمدی'' کہتے ہیں'' - کا اضافہ کر دیا جائے گا، اس طرح رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہ کرنے والے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی رُو سے اسلام سے خارج ہیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ قادیانیوں کو وہ شہری اور آئینی حقوق حاصل نہیں جو ملک کے دیگر غیر مسلم فرقوں مثلاً عیسائیوں، ہندوؤں، بدھ مت اور پارسیوں کو حاصل ہیں۔ جمہوریت میں ملک کے تمام فرقوں اور طبقوں کے حقوق کا تحفظ ہوتا ہے، درحقیقت جمہوریت کا سرچشمہ ہی شہری حقوق کا تحفظ ہے چناں چہ اس لحاظ سے قادیانی مسئلہ ختم ہو چکا ہے اور قادیانیوں کو آئین کے لحاظ سے بہ حیثیت ایک غیر مسلم فرقہ دیکھنا چاہیے۔ لہٰذا ان کے خلاف نفرت و

Marfat.com

کشیدگی کو ختم کرنا چاہیے کیوں کہ کشیدگی کو برقرار رکھنے کی کوشش قوم کے متفقہ فیصلے کو رد کرنا اور جمہوری نظام کو کمزور کرنے کے مترادف ہوگی۔

اسلامی نقطۂ نظر سے بھی مملکت اسلامیہ میں غیر مسلموں کا تحفظ بنیادی حیثیت رکھتا ہے کیوں کہ اسلام پہلا مذہب ہے جس میں رواداری اور بُرد باری کی خصوصی ہدایت دی گئی ہے۔ پاکستانی یہ بات فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ بھارت کی سیکولر جمہوریت سے کہیں زیادہ اسلامی جمہوریت بہتر اور موثر ہے۔ بھارت میں اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں سے جبر وتشدد کیا جاتا ہے اس کا پاکستان میں عشر عشیر بھی نہیں ملتا۔

ہمیں قوی اُمید ہے کہ مسلمانوں کا ہر طبقہ قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے بعد اس بات کو ختم سمجھے گا اور اقلیتوں سے رواداری اور حسن سلوک کا ثبوت بہم پہنچائے گا کیوں کہ یہ نہ صرف مسلمانوں کی پہچان ہے بل کہ اس سے جمہوریت کا استحکام وابستہ ہے۔

☆

Marfat.com

روزنامہ نوائے وقت، لاہور

Marfat.com

ربوہ کا خطرناک حادثہ

۳۱ مئی ۱۹۷۴ء

ربوہ ریلوے سٹیشن پر گزشتہ روز بارہ ڈاؤن چناب ایکسپریس کی ایک بوگی پر لاٹھیوں، تلواروں، خنجروں اور ہاکیوں سے مسلح تقریباً پانچ ہزار افراد کا حملہ کوئی ایسا حادثہ نہیں کہ اسے معمولی سمجھ کر نظرانداز کر دیا جائے۔ یہ انتہائی خطرناک مضمرات کا حامل ہے اور اگر اربابِ اقتدار واختیار نے اس کی تفتیش وتحقیقات یا ملزموں کو قرار واقعی سزا دینے میں کسی نرمی یا تساہل سے کام لیا تو یہ حادثہ داخلی انتشار واضطراب اور خارجی خطرات سے دوچار ملت کے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔ حکومت پنجاب کے ترجمان کا یہ اعلان باعث اطمینان ہے کہ حکومت کو اس واقعہ سے پیدا شدہ صورت حال کی نزاکت کا پورا احساس ہے اور وہ امن عامہ خراب کرنے اور اشتعال انگیز کارروائیوں کے مرتکب ہونے والے عناصر کے خلاف سخت کارروائی کرے گی۔ قانون کی خلاف ورزی کسی صورت میں نہیں برداشت کی جائے گی اور ملزموں کو چاہے وہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ اپنے جرم کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ حکومت کی اس یقین دہانی کے پیش نظر، ہم عوام سے یہ اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ سرکاری تفتیش وتحقیقات کے نتائج کا انتظار کریں۔ ضبط وتحمل کا ثبوت دیں اور اپنے جذبات پر اشتعال کے سائے نہ پڑنے دیں۔

اس حادثہ کی جو تفاصیل منظر عام پر آئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ نشتر میڈیکل کالج ملتان کے ایک سو ساٹھ طلباء پشاور ڈویژن کا تفریحی دورہ ختم کرنے کے بعد واپس جا رہے تھے، جب ان کی گاڑی ربوہ ریلوے سٹیشن پر رُکی تو ایک فرقہ کے پانچ ہزار مسلح افراد نے ان پر حملہ کر دیا اور انھیں بُری طرح زدوکوب کیا۔ اس حملہ میں تیس (۳۰) طالب علم زخمی ہوگئے اور کئی مسافر طلباء کا سامان بھی لٹ گیا۔ حملہ کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ نشتر میڈیکل کالج کے طلباء نے ۲۲ مئی کو پشاور جاتے ہوئے ربوہ ریلوے سٹیشن پر ختم نبوت کے حق میں نعرے لگائے تھے جس پر ربوہ کے متذکرہ فرقہ کے طلبا اور دوسرے افراد نے انتقام لینے کا پروگرام بنایا تھا۔ اس پروگرام میں مبینہ

Marfat.com

طور پر ریلوے سٹیشن ربوہ کا سٹیشن ماسٹر بھی شریک تھا جو اسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے اور جس نے سگنل کرنے کے باوجود ٹرین کو کافی دیر تک ریلوے سٹیشن پر روکے رکھا۔

نشتر میڈیکل کالج کے طلبا کا ''قصور'' اگر واقعی یہ تھا کہ انھوں نے ختم نبوت کے حق میں نعرے لگائے تھے تو اس میں برائی یا اشتعال کی کیا بات ہے۔ یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین ہیں اور ربوہ ریلوے والے بھی گزشتہ دسمبر میں اپنے سالانہ اجتماع میں یہ اعلان کر چکے ہیں کہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم کرتے ہیں بل کہ اب تو چنیوٹ سے سرگودھا جاتے وقت ربوہ کی حدود میں داخل ہوتے ہی بڑے بڑے پتھروں پر جلی حروف میں ''خاتم المرسلین زندہ باد'' لکھا نظر آتا ہے، اس سے ان کی مراد یقیناً یہ نہیں کہ وہ خدانخواستہ مرزا صاحب کو خاتم المرسلین سمجھتے ہیں۔ پھر اشتعال اور حملہ کا کیا جواز تھا؟ انھوں نے قانون کو اپنے ہاتھ میں کیوں لیا؟

پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے، آئین کی رُو سے سرکاری مذہب اسلام قرار پایا ہے اور پاکستان کے ارباب اقتدار اپنے عہدے کا حلف اٹھاتے وقت اپنے مسلمان ہونے اور ختم نبوت کے عقیدہ پر یقین رکھنے کا اعلان کرتے ہیں۔ ربوہ کے اس فرقہ والے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں (اور جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ اب وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح ختم نبوت کو تسلیم کرنے کا اظہار کر چکے ہیں) پھر مسلمانوں کے ایک فرقہ کے لیے ختم نبوت کا نعرہ کیوں وجہ اشتعال بنا۔ ہمیں یقین ہے کہ صوبائی حکومت متذکرہ حادثہ کی تحقیقات کے دوران اس پہلو کو بھی ملحوظ رکھے گی اور اس امر کا ہمیشہ کے لیے فیصلہ کر دیا جائے گا کہ یہ فرقہ اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے کس عقیدہ کی بنا پر الگ رکھنا چاہتا ہے، وہ ختم نبوت کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں اور سڑک پر ''خاتم المرسلین زندہ باد'' کے کتبے لگوانے کا کیا مطلب ہے؟

اس ضمن میں ہم اربابِ حکومت کی توجہ اس اَمر کی جانب بھی مبذول کرائیں گے کہ اس فرقہ کا ترجمان اخبار مرزا صاحب اور ان کے عزیز و اقارب کے لیے وہی القاب استعمال کرتا ہے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، امہات المومنین یا اہل بیت کے لیے مختص ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک فرقہ اپنے مسلمان ہونے کا دعویدار بھی ہو، ختم نبوت کے اقرار کا اظہار بھی کرے لیکن اس فرقہ کے سربراہ یا ان کے خاندان کے دوسرے سربراہ یا ان کے خاندان کے

Marfat.com

دوسرے افراد کے لیے ایسے القاب استعمال کیے جائیں جو محض رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خانوادۂ رسول کے لیے مختص ہوں اور پھر ختم نبوت کے حق میں نعرہ اس فرقہ کے افراد کے لیے وجہ اشتعال بھی بنے۔

عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ربوہ کے علاقہ میں سرکاری افسر اہل کار وغیرہ تعینات کرتے وقت بالعموم ایسے لوگ یہاں بھیجے جاتے ہیں جو اس فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ ربوہ کے سٹیشن ماسٹر اور عملہ کے بعض دوسرے افراد کا اس فرقہ سے تعلق اس کا ثبوت ہے۔ ہمارے لیے یہ اَمر ناقابل فہم ہے کہ ربوہ کے قصبہ یا شہر کو انتظامی عملہ کے اعتبار سے ایک خاص فرقہ کے لوگوں کے لیے کیوں محدود و مختص کیا جا رہا ہے۔ آخر ربوہ کو ایک ''بند شہر'' کیوں بنایا جا رہا ہے۔

آخر میں ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو ایک بار پھر اپیل کریں گے کہ وہ صبر و تحمل سے کام لیں۔ وہ بڑی بڑی زیادتیاں برداشت کرتے آئے ہیں۔ اس نازک مرحلہ پر ضبط و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ قانون کو ہاتھ میں نہ لیں اور انتظار کریں کہ اربابِ حکومت اس ''تازہ شگوفہ'' کا کیا علاج کرتے ہیں۔ مسلمانانِ پاکستان کو ہوش کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے اور اشتعال یا جوش میں آ کر کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیے جو ملت کے لیے باعثِ زیاں ہو۔ ''نوائے وقت'' کے یہ کالم گواہ ہیں کہ ہم نے ربوہ کے اس فرقہ کے تو کیا ہر فرقہ کے بارے میں ہمیشہ حزم و احتیاط سے کام لیا ہے اور اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے ہمیشہ کسی فرقہ وارانہ بحث سے دامن بچانے کی کوشش کی ہے کیوں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ملک ایسی نازک بحث کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اب ربوہ ریلوے سٹیشن پر جو کچھ ہوا ہے اس کے بعد ہمارے لیے اس مسئلہ پر اظہارِ خیال سے اجتناب کرنا ممکن نہیں رہا۔ لیکن ہم یہ کہنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مسئلہ کو تشدد و طاقت کے ذریعے یا قانون ہاتھ میں لے کر حل نہیں کیا جا سکتا۔ حکومت نے اس حادثہ کا سنجیدگی سے نوٹس لیا ہے اور اس کی ساری مشینری حرکت میں آئی ہوئی ہے۔ ہمیں قانون کی حکمرانی کے عمل اور اس کے منطقی نتیجہ کا انتظار کرنا چاہیے۔

☆

Marfat.com

نظرثانی کی ضرورت

۲رجون ۱۹۷۴ء

حکومت پنجاب نے ربوہ ریلوے سٹیشن کے حالیہ حادثہ سے پیدا شدہ صورت حال کے بارے میں کسی قسم کی خبر یا تبصرہ شائع کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ یہ پابندی ایک ماہ کے لیے عائد کی گئی ہے۔

ہم یہ عرض کرنے کی پوزیشن میں نہیں کہ اربابِ حکومت نے اس قسم کا انتہائی قدم اُٹھانے میں کیا مصلحت سمجھی ہے کیوں کہ اس پابندی سے عامۃ الناس میں ایک خلا پیدا ہو جائے گا اور اس خلا میں طرح طرح کی افواہیں پھیلیں گی۔ سرگوشیاں ہوں گی، فضا مسموم ہو گی اور اس مسموم فضا سے پاکستان دشمن عناصر کو انتشار و افراتفری پھیلانے کا موقع ملے گا۔ پاکستان اس وقت انتہائی نازک حالات سے دوچار ہے اور جیسا کہ وزیراعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے کہا ہے، ہم اس وقت انتشار و تفریق کی کسی کارروائی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ربوہ ریلوے سٹیشن کے حادثہ کے خلاف جو کچھ ہو رہا تھا وہ سوادِ اعظم کا فطری ردعمل تھا لیکن یہ بات بڑی اطمینان بخش تھی کہ کسی بھی جگہ صورت حال بے قابو نہیں ہوئی تھی بل کہ اکثر مقامات پر شہریوں نے ہوش کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ اخبارات اس بارے میں انتہائی حزم و احتیاط سے کام لے رہے تھے اور وزیراعلیٰ پنجاب مسٹر حنیف رامے نے گزشتہ روز لاہور کے مدیران جرائد سے بات چیت کرتے ہوئے بعض اخبارات کے رویہ کو قابل تعریف قرار دیتے ہوئے خیال ظاہر کیا تھا کہ اس حادثہ کے بارے میں سنسر شپ یا مکمل پابندی عائد کرنے کا کوئی جواز نہیں، اس لیے اس حادثہ سے متعلقہ خبروں یا تبصروں کی اشاعت پر پابندی مناسب معلوم نہیں ہوتی بل کہ خدشہ ہے کہ افواہوں اور سرگوشیوں کی لہریں کہیں زیادہ نقصان دہ ثابت نہ ہوں۔

Marfat.com

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ اپنے اردگرد کے ماحول سے واقف ہونا چاہتا ہے اور ایسی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے جو اس کی زندگی پر کسی بھی انداز سے اثر انداز ہوسکتی ہوں۔ اگر اس کے ذوق تجسس کی تسکین کے ذرائع مسدود کر دیے جائیں تو وہ ایسے وسائل تلاش کرنے لگتا ہے جو اسے کسی ممنوعہ چیز کے بارے میں کوئی معلومات مہیا کر سکتے ہوں۔ اس لیے صوبائی حکومت کے متذکرہ اقدام کا ردعمل نہ صرف افواہوں اور سرگوشیوں کی افزائش میں ہوگا بلکہ لوگ آل انڈیا ریڈیو اور بی بی سی پر انحصار کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بی بی سی، بھارتی ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو پاکستان کے خلاف پروپیگنڈے کرنے اور طرح طرح کے منفی رجحانات پھیلانے کا موقع ملے گا۔

متذکرہ پابندی عائد کرنے کا فیصلہ کرتے وقت شاید اس پہلو کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ اربابِ حکومت کو چاہیے کہ وہ اپنے اس فیصلہ پر نظر ثانی کریں اور خواہ مخواہ دشمنوں کو انتشار پھیلانے کا موقع نہ دیں۔ اس کی بجائے اخبارات سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ مزید احتیاط سے کام لیں۔

☆

Marfat.com

مسٹر بھٹو کے تدبر کی آزمائش!

۶رجون ۱۹۷۴ء

وزیراعظم بھٹو نے قومی اسمبلی میں واقعہ ربوہ پر بحث کے دوران تقریر کرتے ہوئے بجا طور پر کہا ہے کہ قادیانی مسئلہ اس حکومت کا پیدا کردہ نہیں۔ یہ قیام پاکستان سے بھی پہلے موجود تھا جہاں تک اس حکومت کا تعلق ہے، اس نے آئین کے ذریعے صدر اور وزیراعظم کے حلف ناموں سے ختم نبوت پر قوم کا اعتقاد واضح کردیا ہے لیکن درپیش مسائل کا تقاضا یہ ہے کہ ملک میں امن وامان برقرار رکھا جائے۔ جذبات مشتعل ہونے سے پاکستان کمزور ہوجائے گا۔ موجودہ حالات میں اس مسئلہ کا حل سنجیدگی کے ساتھ سوچا جانا چاہیے۔

۲۹رمئی کو ربوہ ریلوے سٹیشن پر جو کچھ ہوا، اس کا حکومت نے سخت سنجیدگی کے ساتھ نوٹس لیا ہے۔ اس سے پہلے بھی وزیراعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو اور وزیراعلیٰ پنجاب مسٹر حنیف رامے قومی اتحاد و یکجہتی کی خاطر ضبط وتحمل کا مشورہ دیتے ہوئے ملزموں کو اپنے کیفر کردار تک پہنچانے کا یقین دلا چکے ہیں۔ لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس صمدانی نے اس اَلم ناک حادثہ کی تحقیقات شروع کردی ہے۔ سرکاری ذرائع کے مطابق حکومت نے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد کو بھی حادثہ ربوہ کے ضمن میں شامل تفتیش کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ حکومت محسوس کرتی ہے کہ کوئی شخص بھی قانون سے بالا نہیں۔ وہ مقام آگیا ہے جب حکام نے یہ محسوس کرلیا ہے کہ مرزا صاحب کو بھی تحقیقات میں شامل کرلیا جانا چاہیے۔ حکومت ابھی تک زیادہ تر اس واقعہ کے ردعمل سے ہی نبٹ رہی تھی۔ امید ہے اب وہ اس واقعہ اور اس کے محرکات سے بھی سختی کے ساتھ عہدہ برآ ہوگی۔ اس واقعہ کا جو بھی ردعمل ہوا، وہ قدرتی تھا لیکن ملک وملت کو درپیش اندرونی انتشار وخلفشار اور بیرونی خطرات کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اپنے جذبات پر قابو رکھیں، قادیانی

Marfat.com

اقلیت ہیں یا الگ فرقہ ہیں ان کی جو بھی حیثیت ہے وہ ایک الگ معاملہ ہے۔ ان کے جان و مال کی حفاظت بہر حال سواد اعظم کی ذمہ داری اور حکومت کا فرض ہے۔ پھر جو جرم ربوہ والوں سے سرزد ہوا ہے اس کا بدلہ دوسرے شہروں اور قصبوں میں رہنے والے لوگوں سے لینا کس شریعت میں جائز ہے۔ ہم بڑے نازک دَور سے گزر رہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تشدد اور لاقانونیت کی طرف بڑھتے ہوئے ہاتھ نہ رکیں اور عیار دشمن اپنی ناپاک سازشوں میں کامیاب ہو جائیں۔

پاکستان اس وقت جس قسم کے حالات سے دوچار ہے ان کے پیش نظر یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ اگر صورت حال قابو میں نہ رہی تو اس کا لازمی نتیجہ جزوی فوجی کنٹرول یا مکمل مارشل لاء کی صورت میں برآمد ہو سکتا ہے۔ ملک وملت اس وقت ان میں سے کسی کا بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔ جمہوریت خواہ کتنی ہی بُری ہی کیوں نہ ہو، آمریت اور فوجی کنٹرول سے بہر حال بہتر ہوتی ہے کیوں کہ اس میں اصلاح احوال اور جمہوری نشو وارتقاء کا امکان بہر حال باقی رہتا ہے۔ پاکستان میں جیسی بھی بُری بھلی جمہوریت ہے اگر خدانخواستہ وہ بھی نہ رہی تو پھر پاکستان کے خلاف بین الاقوامی سازشیں زیادہ شدت کے ساتھ بروئے عمل آ سکتی اور بہت جلد کامیاب ہو سکتی ہیں۔ جس کے نتائج بہر حال ملک وملت کے حق میں اچھے نہیں ہوں گے۔ پاکستان اب کسی بھی نوعیت کے فوجی راج کو برداشت نہیں کر سکتا یہ عمل نقصان دہ ثابت ہوگا۔ پھر ہمیں اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ ایک سُوپر (super) طاقت کے ایجنٹ کچھ عرصہ سے پاکستان میں کچھ زیادہ ہی مصروف ہیں۔

سندھ بلوچستان سرحد وغیرہ میں انھی ایجنٹوں نے علاقائی قومیتوں کی تحریکیں چلانے اور صوبائی تعصبات اُبھارنے کی کوشش کی ہے۔

پاکستان میں قادیانیوں کا مسئلہ کوئی نیا نہیں اور یہ اچانک پیدا نہیں ہوا۔ ملک وملت اس مسئلہ کی تباہ کاریوں سے ایک مرتبہ پہلے بھی دوچار ہو چکی ہے، حکومت کو اب اس مسئلہ کا کوئی دیرپا اور مستقل حل سوچنا چاہیے اور قوم کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔ حکمران پیپلز پارٹی نے ختم نبوت کو آئین کے ذریعے حلف میں شامل کر کے بعض ایجی ٹیٹر (Agitator) علماء کرام سے یقیناً بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسٹر بھٹو کو اس کا اجر دے گا اب انھیں قادیانی مسئلہ کا کوئی مستقل اور دیرپا مذہبی وسیاسی حل بھی پیش کرنا چاہیے۔

Marfat.com

قادیانی حضرات اگر خود ہی اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ سمجھتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو اپنے میں سے نہیں سمجھتے۔ ان کے ساتھ شادی بیاہ نہیں کرتے، ان کی نماز جنازہ اور جنازے میں شرکت نہیں کرتے۔ ان کی دعا میں ان کے ساتھ ہاتھ اُٹھا کر شامل ہونا پسند نہیں کرتے تو پھر ایسے طرز عمل کے بعد انھیں بہ طور مسلمان وہ تمام مراعات حاصل کرنے کا حق نہیں ہونا چاہیے جو انھیں دفاعی اور سول ملازمتوں میں میسر ہیں یا بنکنگ، صنعت وتجارت اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں حاصل ہیں۔ ایسی صورت میں انھیں اقلیت قرار دینے کا مطالبہ غیر منطقی یا غیر ضروری یا جذباتی نہیں۔ پھر انھیں اسمبلیوں اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں ان کی آبادی کے مطابق نمائندگی دینے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

قادیانی جماعت نے ''دَورِ حاضرہ میں سب سے پڑھا لکھا، قابل، روشن مثال، خیالی علوم جدیدہ کا ماہر، قابل فخر فرزند'' چودھری سر محمد ظفر اللہ پیدا کیا ہے لیکن چودھری صاحب نے ۱۹۵۳ء کی اینٹی قادیانی تحریک سے پانچ برس پیشتر اس مرحوم ومغفور کی نماز جنازہ میں شرکت کی بجائے غیر مسلم سفیروں کے ساتھ زمین پر بیٹھنا پسند کیا تھا جس نے چودھری صاحب کو سواد اعظم کے جذبات کی پروانہ کرتے ہوئے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ نامزد کر دیا تھا اور قوم جسے ''بابائے قوم حضرت قائداعظم محمد علی جناح'' کے نام سے جانتی ہے۔ عقیدہ کے لحاظ سے اس سے بڑھ کر کسی کی پختہ زُنّاری کیا ہو سکتی ہے؟

پاکستان کے ارباب اقتدار واختیار کو سیاسی نقطۂ نگاہ سے بھی اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیے۔ قادیانی حضرات اگر خود کو سواد اعظم سے الگ سمجھتے ہیں۔ ان کی اُمنگوں اور آرزوؤں کا مرکز قادیان ہے جو بھارت میں واقع ہے۔ یہ تصور ان کا جزوِ ایمان ہے کہ وہ ایک نہ ایک دن ضرور واپس قادیان جائیں گے۔ اب قادیان جانے کے دو ہی طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مشرقی پنجاب کو بزور بازو فتح کر کے قادیان پہنچا جائے۔ یہ ناممکن ہے۔ ویسے بھی قادیانی حضرات جہاد پر یقین نہیں رکھتے اور ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ لڑ کر مشرقی پنجاب فتح کریں گے۔ دوسرا طریقہ اکھنڈ بھارت کے ذریعے ہے یعنی مغربی پاکستان بھی خدانخواستہ بھارت کا حصہ بن جائے یا پنجاب اور تین ستانوں میں تقسیم ہو جائے جنھیں بھارت کی زیر سرپرستی بنگلہ دیش یا نیپال کا درجہ حاصل ہو جائے۔ ہمارے خیال میں یہ صورت کسی بھی باغیرت پاکستانی کو پسند نہیں ہوگی۔

Marfat.com

گذشتہ انتخابات میں قادیانی فرقہ نے پیپلز پارٹی کی ''دامے۔ درمے۔ سخنے'' مدد کی تھی اسے بدقسمتی کہہ لیجیے یا خوش قسمتی یا کچھ اور نام دے لیجیے۔ پیپلز پارٹی ان کے ساتھ اپنے وعدے پورے نہیں کرسکی اور یہ فرقہ اس سے شاکی ہوگیا۔ ظفر چودھری کی علاحدگی نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور کوئی عجب نہیں کہ یہ منظم فرقہ اب بھٹو صاحب اور ان کی پارٹی سے انتقام لینے پر تُل گیا ہو۔ حکمران جماعت اس مسئلہ سے کس طرح عہدہ برآ ہوتی ہے۔ یہ مسٹر بھٹو کے تدبر کی آزمائش ہے۔ جہاں تک قادیانی حضرات کا تعلق ہے، یہ بڑی عجیب بات ہے کہ تادم تحریر اس فرقہ کے کسی بزرگ کی طرف سے حادثہ ربوہ کے بارے میں کسی معذرت، وضاحت یا تردید کا اعلان نہیں ہوا، انھوں نے رسمی اظہار افسوس کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔

ان مسائل سے بہرکیف ارباب اقتدار وحکومت کو عہدہ برآ ہونا ہے اور ہمیں دیکھنا اور انتظار کرنا چاہیے کہ وہ صوبے میں پیدا شدہ نازک صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کیا اقدامات کرتے ہیں۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے پھر عرض کریں گے کہ وہ تحمل، برداشت اور نظم وضبط سے کام لیں۔ قانون کو ہاتھ میں نہ لیں۔ قادیانی اگر اقلیت میں ہیں تو ان کے جان و مال کی حفاظت بھی عامۃ الناس کی ذمہ داری ہے۔ ہمیں مشتعل نہیں ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے پُرامن احتجاج پر تشدد و لاقانونیت کے منحوس سائے پڑنے لگیں اور ہمارے نشیمن کو برباد کرنے کی مکروہ سازشیں کامیاب ہوجائیں۔

☆

Marfat.com

قادیانی مسئلہ کو بھی ہمیشہ کے لیے ختم کیجیے!

۹رجون ۱۹۷۴ء

پاکستان کے بعض شہروں اور قصبوں میں اب تک جو کچھ ہوا ہے یا بعض مقامات پر تھوڑی بہت جو کشیدگی پائی جاتی ہے وہ ایک واقعہ کا ردعمل ہے کوئی عام فساد یا کسی کی پیدا کردہ افراتفری ہرگز نہیں۔ یہ واقعہ جس قدر شدید تھا اس کا ردعمل بھی اسی قدر شدید ہوا ہے بل کہ اپوزیشن نے تو اس بارے میں تحمل و برداشت کا ثبوت دیا ہے، اپوزیشن اگر چاہتی تو وہ اسے ایک خوف ناک تحریک کی شکل وصورت دے سکتی تھی اور گزشتہ جمعہ کے بعد گرفتاریوں کا سلسلہ جاری رکھ سکتی تھی مگر اس نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی اسے پاکستان کو درپیش نازک حالات کے پیش نظر ایسا کرنا چاہیے، اس پر اپوزیشن کو لتاڑنا مناسب نہیں بل کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ قومی حلقوں میں مکمل اتحاد و یک جہتی کی فضا پیدا کی جائے۔ ملک کو داخلی مسائل اور انتشار آسا حالات سے نجات دلانے کے لیے مل کر کام کیا جائے۔

اس وقت سوادِ اعظم کی طرف سے جو مطالبہ کیا جارہا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں۔ ایک پرانا مسئلہ اور ایک پرانا مطالبہ ایک شدید واقعہ کے شدید ردعمل کی صورت میں دوبارہ سامنے آگیا۔ جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے وہ تقسیم برصغیر کے وقت سے موجود ہے۔ قادیانی تقسیم کے خلاف تھے، وہ اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں اور ان کی تحریک کا مقصد یہ تھا (اور اب بھی ہے) کہ دنیا کے مسلمانوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کو احمدی بنایا جائے۔ وہ ہندوستان کو اس لیے اکھنڈ رکھنا چاہتے تھے کہ ''وسیع بیس (Base)'' سے اس مقصد کے لیے کام کیا جائے۔ وہ برصغیر کی تقسیم کو عارضی سمجھتے تھے۔ ان کے ان عزائم کی تصدیق قادیانیوں کے ترجمان روزنامہ الفضل کے ۵راپریل ۱۹۴۷ء کے اس شمارے سے بہ خوبی ہو جاتی ہے جس میں چودھری اعجاز نصر اللہ (ولد چودھری اسد اللہ خاں بیرسٹر برادر چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں) کے

Marfat.com

نکاح کے موقع پر امیر جماعت کا خطبہ شائع ہوا تھا۔ اس خطبہ میں قادیانی جماعت کے امیر نے بڑے واضح الفاظ میں کہا تھا؛

"ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہندو مسلم سوال اُٹھ جائے اور ساری قومیں شِیر وشکر ہو کر رہیں تا کہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں...... ممکن ہے عارضی طور پر افتراق پیدا ہو اور دونوں قومیں جدا رہیں مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جلد دُور ہو جائے......"

قادیانی یا احمدی حضرات اگر اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ سمجھتے ہیں اور موجودہ حکومت نے حلف میں ختم نبوت کے عقیدے کو شامل بھی کر لیا ہے تو پھر اس مسئلہ کا منطقی انجام بھی ہونا چاہیے۔ ظاہر ہے یہ مسئلہ تشدد یا طاقت کے ذریعے حل نہیں ہو سکتا، اسے پُرامن طور پر آئینی طریقہ سے ہی حل ہونا چاہیے۔ اگر وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو اور وزیراعلیٰ حنیف رامے بھی اپنے آپ کو سواد اعظم سے الگ نہیں سمجھتے تو پھر اسے حکومت کے وقار کا مسئلہ بنانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اسے بلا تاخیر حل کر دینا چاہیے۔ اس میں سب کا بھلا ہے اور حکمران پیپلز پارٹی بھی اس مسئلہ کو سواد اعظم کی منشا کے مطابق حل کر کے اس قدر ہر دل عزیز ہو سکتی ہے کہ وقت سے پہلے انتخابات میں شاید تمام نشستیں حاصل کر لے۔

آخر میں ہم اس ضمن میں عالمی عدالت انصاف کے سابق جج اور قادیانیوں کے ایک رہ نما سر محمد ظفر اللہ کے اس بیان کا تذکرہ بھی ضروری سمجھتے ہیں جو انھوں نے لندن میں دیا ہے اور جس میں انھوں نے پنجاب میں اپنے فرقہ پر مظالم ڈھانے کا الزام عائد کرتے ہوئے عالمی اداروں سے اپیل کی ہے کہ وہ حالات کا جائزہ لینے کے لیے اپنے مبصرین بھیجیں۔

عالمی اداروں کے وفد بڑے شوق سے یہاں آئیں وہ خود دیکھ لیں گے کہ سر ظفر اللہ کے واویلا کی حقیقت کیا ہے۔ ہم سر ظفر اللہ صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ انھیں اپنے ہی فرقہ کے عمل کے جوابی ردعمل پر تو اپنے فرقہ پر مظالم کا گمان گزرنے لگا لیکن خود انھیں اس وقت احساس نہیں تھا کہ بانی پاکستان کے جنازے میں شریک نہ ہونے پر پاکستانی مسلمانوں کے جذبات کو کس قدر ٹھیس پہنچے گی اور ان کی اس حرکت کا خود ان کے اور ان کے فرقہ کے بارے میں کیا ردعمل ہوگا؟ اور پھر چودھری صاحب یا اس فرقہ کے کسی بزرگ نے تادم تحریر حادثہ ربوہ کی

Marfat.com

مذمت میں بیان جاری کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ چودھری صاحب کی پریس کانفرنس کو بھارتی ریڈیو بہت اُچھال رہا ہے۔ چودھری صاحب نہیں جانتے کہ مسلمانوں کا گزشتہ چھبیس ستائیس سال میں کتنی بار قتل عام ہو چکا ہے، ایسے کئی مواقع پر تو چودھری صاحب نے عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے کی کوشش نہیں کی!

ایک بار پھر ہم پاکستانی عوام سے گزارش کریں گے کہ وہ اس مسئلہ کو پُرامن طور پر حل ہونے دیں اور کسی بھی صورت میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کریں۔ یہ مسئلہ سنجیدگی کے ساتھ حکومت کے زیرِ غور ہے، انھیں اس کے فیصلے کا انتظار کرنا چاہیے۔

☆

وزیراعظم بھٹو آخرت کمالیں

۱۰رجون ۱۹۷۴ء

وزیراعلیٰ پنجاب جناب حنیف رامے نے یہ خوش خبری سنائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صوبہ بھر میں امن وامان قائم ہو گیا ہے چناں چہ حکومت نے اخبارات پر سے سنسر اور مساجد میں اجتماع پر سے عاید پابندیاں ختم کر دی ہیں اور واقعہ ربوہ کے ردعمل کے بعد گرفتار شدگان کو رہا کیا جا رہا ہے۔ رامے صاحب نے علماء کرام، عوام اور اخبارات کا بھی شکریہ ادا کیا ہے کہ انھوں نے صورتِ حال کو مزید خراب ہونے سے بچا لیا۔

وزیراعلیٰ نے یہ بھی بتایا ہے کہ انھوں نے ختم نبوت کے سلسلے میں پنجاب کے سوادِ اعظم کے جذبات سے مرکز کو آگاہ کر دیا ہے اور اس مسئلہ کا کوئی دیرپا حل سوچا جا رہا ہے چناں چہ لاہور کے اہل فکر حضرات سے ملنے اور اس ضمن میں مشورہ کرنے کے لیے وزیراعظم بھٹو پیر کو صوبائی دارالحکومت پہنچ رہے ہیں۔

Marfat.com

اس وقت حادثہ ربوہ کی شرارت کے ذمہ دار لوگوں کے خلاف پولیس مصروفِ تفتیش ہے۔ ہائی کورٹ کے ایک معزز جج نے انکوائری بھی شروع کر دی ہے۔ حادثہ ربوہ کے ردعمل پر بھی صوبائی حکومت نے قابو پالیا ہے اور اس کی وجہ وزیر اعلیٰ نے یہ بتائی ہے کہ اخبارات، علماء کرام اور بالخصوص عوام نے تعاون کے جذبے اور شدید اور بھڑکے ہوئے جذبات کے باوجود صبر وتحمل سے کام لیا ہے۔

فریق ثانی کا رویہ یہ ہے کہ تادم تحریر حادثہ ربوہ کی اس کی طرف سے مذمت نہیں کی گئی۔ سر ظفر اللہ ایسی شخصیت نے لندن میں ایک یک طرفہ شرانگیز بیان دے کر پاکستان کے بارے میں اپنے خبثِ باطن کو ظاہر کر دیا ہے۔ اگر قادیانیوں نے یا ان کی طرف سے سر ظفر اللہ نے اپنی جماعت کے لیے پاکستان کی بجائے کوئی اور پناہ گاہ چن لی ہے تو اللہ تعالیٰ انھیں یہ انتخاب مبارک کرے۔ مسلمانانِ پاکستان نے ان کے سلسلے میں جس صبر وضبط کا گزشتہ ستائیس (۲۷) سال میں مظاہرہ کیا ہے، قادیانی حضرات ان سے اس سے زیادہ قربانی کی اُمید نہ رکھیں۔ ان کے رویے کی وجہ سے پاکستان کا امن دو بار سخت خطرے سے دوچار ہو چکا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ دَورِ غلامی کی یادگار ہیں۔ کسی آزاد اسلامی مملکت میں یہ مسئلہ پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ مسلمان تو خدا کی خدائی کا بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی کی وجہ سے قائل ہیں۔

گزشتہ ایام میں ہمیں قادیانیوں کے لاہوری فرقہ کے کئی بزرگوں کے خطوط اور فون موصول ہوئے ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ وہ اس فرقہ یعنی قادیانی حضرات سے الگ ہیں اور جناب مرزا غلام احمد کو نبی نہیں صرف مجدد مانتے ہیں۔ ہمارے کالم حاضر ہیں وہ جو کہنا چاہتے ہیں لکھ بھیجیں، اشتہار چھپوائیں، پوسٹر چھپوائیں اور اپنے مسلک کا اعلان کریں لیکن ہم ان سے اتنا ضرور پوچھنا چاہتے ہیں کہ جو شخص نبوت کا دعوے دار ہو (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے کے بعد) اسے مجدد ماننا بھی کہاں تک مناسب ہے۔ توحید اور ختم نبوت اسلام کے دو بنیادی عقیدے اور ستون ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ ملت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی مذموم کوشش ہے اور اس اتحاد کا تحفظ وطن عزیز کی جغرافیائی حدود کی حفاظت سے بھی زیادہ لازمی ہے۔ اسی لیے حضرت علامہ اقبال نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی نبوت کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے ہی خارج قرار دے دیا تھا۔ بہر حال یہ ان کا اپنا

Marfat.com

معاملہ ہے۔ ہم وزیر اعظم بھٹو سے یہی عرض کریں گے کہ وہ اپنی روایتی جرات رندانہ سے کام لے کر ایک فانی انسان کی تمام کمزوریوں کے باوجود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایک ادنیٰ غلام کی حیثیت میں ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آخرت کما لیں۔ دین کے ساتھ انھیں دنیا بھی مل جائے گی۔

☆

مرزا صاحب بھی بولے

۱۱؍جون ۱۹۷۴ء

واشنگٹن سے آمدہ اطلاع کے مطابق امریکی خبر رساں ایجنسی اے پی اے کو انٹرویو دیتے ہوئے ''پاکستان کے ویٹیکن (Vatican) ربوہ کے پاپائے اعظم'' (نوٹ یہ الفاظ ہمارے نہیں) مرزا ناصر احمد نے کہا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانیوں کے خلاف موجود گڑ بڑ کا مقصد احمدی فرقہ کو تباہ کرنا ہے۔ انھوں نے کہا ہماری جائیدادوں کو لوٹا گیا، آگ لگائی گئی لیکن پولیس خاموش تماشائی بنی کھڑی رہی۔ انھوں نے واضح الفاظ میں مسٹر بھٹو کی پارٹی (بل کہ اپنی سابقہ پارٹی) پیپلز پارٹی پر الزام عائد کیا کہ یہ فسادات خود اس نے کروائے ہیں تا کہ وہ انتہا پسندوں کی حمایت حاصل کر کے اپنی بگڑی ہوئی ساکھ کو بحال کر سکے۔ مرزا صاحب نے کہا قادیانیوں کو خواہ قتل ہی کیوں نہ کر دیا جائے وہ اپنے مسلک اور عقیدے پر قائم رہیں گے۔

یہ فسادات پیپلز پارٹی نے اپنی گرتی ہوئی ساکھ بحال کرنے کے لیے کروائے ہیں یا قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کے ساتھ پنجہ آزمائی کے لیے خود شروع کیے۔ اس کا جواب تو جلد **صمدانی کمیشن رپورٹ** میں مل جائے گا لیکن یہ حقیقت ہے کہ مرزا ناصر احمد اپنے مقلد سر ظفر اللہ کے نقش قدم پر چل پڑے ہیں۔ ہم بڑے ادب کے ساتھ انھیں یاد دلانا چاہتے ہیں کہ پولیس ۲۹

Marfat.com

مئی کو بھی ربوہ ریلوے سٹیشن پر خاموش تماشائی بنی کھڑی رہی تھی جب ان کی ''امت'' نوجوان مسلمان طلبا کے خون سے ہولی کھیل رہی تھی۔ مرزا صاحب موجودہ مسندِ امارت سنبھالنے سے پہلے ساری عمر استاد اور پرنسپل رہے ہیں۔ ایک استاد کے نزدیک سب طالب علم اولاد کی طرح ہوتے ہیں۔ ان کا دل نہ اس وقت پسیجا جب ان کی دُرگت بن رہی تھی نہ تادم تحریر انھیں اس واقعہ کی مذمت کی توفیق نصیب ہوئی ہے جو ان فسادات کا باعث بنا جن کی مذمت سر ظفر اللہ لندن میں پریس کانفرنس میں اور مرزا صاحب ربوہ میں غیر ملکی اخباری نمائندوں کو انٹرویو کے ذریعے کر رہے ہیں۔

مرزا صاحب نے ہر قیمت پر اپنے مسلک اور عقیدے پر قائم رہنے کا بھی اعلان کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ وہ مسلک اور عقیدہ ہے کیا!!! ابھی گذشتہ سال دسمبر میں اپنے سالانہ اجلاس میں خود مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ وہ بھی مسلمانوں کی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ کیا مرزا صاحب نے اپنے تازہ ترین موقف پر بھی نظرِ ثانی کر لی ہے؟

کوئی نہیں چاہتا کہ مرزا صاحب اپنے دادا کا باطل مسلک وعقیدہ چھوڑیں لیکن وہ کروڑوں کلمہ گو مسلمانوں اور غلامانِ محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سے کس طرح توقع کرتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان اور اسلام کے بنیادی نظریے سے دست بردار ہو جائیں!

☆

Marfat.com

اخباری نمائندوں کے خلاف مقدمات کیوں!!!

۱۲ر جون ۱۹۷۴ء

ملک کے مختلف شہروں میں گذشتہ کچھ عرصہ سے واقعہ ربوہ کے خلاف ردعمل کے طور پر احتجاجی جلوس نکالے جا رہے ہیں۔ اس قسم کا ایک جلوس چند روز قبل بورے والہ میں بھی نکالا گیا تھا جیسا کہ ہر شہر میں اخباری نمائندے جلسوں جلوسوں اور مظاہروں وغیرہ کی رپورٹنگ کرتے ہیں۔ متذکرہ جلوس کی بھی رپورٹنگ ہوئی اور اخباری نمائندے جلوس کے ساتھ ساتھ رہے۔ نمائندہ **نوائے وقت** بھی پیشہ وارانہ فرائض ادا کر رہا تھا لیکن مقامی پولیس نے اس پر قتل، چوری اور ڈاکہ زنی کے الزامات میں مقدمہ درج کر لیا ہے۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں بھی ہمارے نمائندہ سمیت بعض اخباری نمائندوں کو پولیس نے کئی گھنٹے تک حراست میں رکھ کر پریشان کیا۔ شہر کی پولیس ان نمائندوں کو مجبور کرتی رہی کہ وہ شہر میں ہڑتال نہ کرنے کی اپیل کریں۔ چوں کہ وہ اپیل کرنے کی حیثیت میں نہ تھے اس لیے پولیس نے انھیں حوالات میں بند کر کے دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی اور ڈی پی آر رولز ۴۹ کے تحت ان کے خلاف مقدمہ درج کر کے ۱۹ جون تک جوڈیشنل ریمانڈ حاصل کر لیا ہے۔ یہ سراسر زیادتی ہے۔

بڑی عجیب بات ہے کہ اخباری نمائندوں کو خواہ مخواہ پریشان کیا جا رہا ہے اور ان کے خلاف فرضی مقدمے درج کیے جا رہے ہیں۔ کوئی بھی ذی ہوش اور ذی شعور شخص یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ ہر قسم کے واقعات کا جائزہ لینا ہر اخباری نمائندہ کا فرض ہے اور اسے معلومات حاصل کرنے کے لیے جگہ بہ جگہ جانا پڑتا ہے۔ اسے بالواسطہ یا بلا واسطہ تنگ کرنے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ کسی واقعہ کے بارے میں اخباری رپورٹ وغیرہ تیار نہ ہو سکے۔ متعلقہ حکام کو اس بات کا سدّ باب کرنا چاہیے اور متذکرہ نمائندوں کو پولیس کی من مانی کارروائی سے محفوظ رکھنے کے لیے یقین افروز اقدام کرنا چاہیے۔

Marfat.com

یہاں پر بورے والہ کے اسسٹنٹ کمشنر مسٹر سیف اللہ خاں اور ڈی ایس پی راجہ عجائب خاں کے بارے میں حکومت کی توجہ دلانا نامناسب نہ ہوگا۔ ان دونوں افسروں کو چند روز قبل فرائض سے غفلت برتنے کا مورد الزام ٹھہرایا گیا تھا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں افسروں نے مقامی سیاست دانوں کے کہنے کے مطابق لوگوں کے ایک جلوس پر مبینہ طور پر گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا۔ چناں چہ انھیں اس کی یہ سزا دی گئی کہ ایک کو رخصت قبل از ریٹائرمنٹ پر چلے جانے کا حکم دے دیا گیا تو دوسرے کو ملازمت سے الگ کر کے تحقیقات شروع کر دی گئی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کو چاہیے کہ وہ دونوں افسروں کے معاملہ پر نظر ثانی کرتے ہوئے انھیں ان کی ملازمتوں پر بحال کریں۔ انھوں نے کوئی بغاوت نہیں کی تھی اور نہ ہی حکومت کی حکم عدولی کا مظاہرہ کیا تھا، انھیں ناکردہ گناہ کی سزا نہیں ملنی چاہیے۔

☆

Marfat.com

بھٹو صاحب، ارباب سیاست، دینی رہنما

اصل مقصد آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیں

۱۴/ جون ۱۹۷۴ء

وزیر اعلیٰ پنجاب مسٹر حنیف رامے نے ایک نشری تقریر میں عوام کو پھر یقین دلایا ہے کہ ربوہ کے واقعہ کے فوری ردعمل سے نبٹنے کے بعد اب حکومت اس مسئلے کا مستقل حل تلاش کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ انھوں نے کہا ختم نبوت کا مسئلہ ہمارے عقیدہ اور ایمان کا مسئلہ ہے، اس لیے حکومت اس کا مستقل حل تلاش کرنے کی پوری کوشش کر رہی ہے۔ وزیر اعظم بھٹو خود لاہور تشریف لا کر دینی اور سیاسی رہنماؤں کے ساتھ مسئلہ کے حل کے لیے مذاکرات کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا بعض عناصر کی طرف سے بات چیت اور مذاکرات کے دوران ہڑتال اور مظاہروں کی دھمکی ناقابل قبول ہے۔

ہم وزیر اعلیٰ کی اس رائے کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں کہ بات چیت اور مذاکرات کے دوران ہڑتال وغیرہ کی دھمکی ناقابل فہم ہے۔ ہڑتال کا نوٹس دینے والے بزرگ اور دوست ہی وزیر اعظم سے ملنے والے تھے۔ انھیں تسلیم کرنا چاہیے کہ ان سے چُوک ہوگئی ہے۔ ممکن ہے ان کے انتہا پسند ساتھی اس طرح حکومت یا وزیر اعظم پر دباؤ ڈال کر خود عوام سے کریڈٹ لینا چاہتے ہیں لیکن یہ مسئلہ نہ سیاسی فائدے حاصل کرنے کا ہے نہ یہ موقع کریڈٹ حاصل کرنے کا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور کس کی کیا نیت ہے۔ ہماری تاریخ گواہ ہے جس نے بھی سیاسی لحاظ سے ختم نبوت کے مسئلہ سے مفاد حاصل کرنے کی کوشش کی اس کا انجام بخیر نہیں ہوا۔ یہ مسلمانوں کے ایمان اور عقیدے کا مسئلہ ہے کسی کو اسے سیاسی کھیل بنانے کی جرات نہیں کرنی چاہیے۔ اگر وزیر اعظم بھٹو اسے اپنے اعلانات کے مطابق سواد اعظم کے عقیدے اور ان کے نظریات کے مطابق حل کرتے ہیں تو دنیا

Marfat.com

ہی میں ان کی آخرت بھی سنور جائے گی۔

اگر خدانخواستہ خدانخواستہ وہ ڈاج (dauge) کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں پھر ان کا ہی نہیں پاکستان کا بھی خدا حافظ!

پاکستان اس وقت بڑے نازک دَور سے گزر رہا ہے۔ختم نبوت کا مسئلہ بھی نازک تر ہے۔حادثہ ربوہ نے مسٹر بھٹو کو ایسے موڑ پر لا کھڑا کیا ہے کہ وہ مجبور ہو گئے ہیں کہ اس کا مستقل حل عوام کے سامنے پیش کریں لیکن اس کے لیے وقت اور طریق کار کی ضرورت ہے۔البتہ یہ سوچ بچار اور طریق کار دریافت کرنے کا وقفہ مختصر سے مختصر ہونا چاہیے۔اگرچہ مسٹر بھٹو نے مجیب کو خود رہا کر دیا تھا۔بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا بوجھ بھی قومی اسمبلی کی منظوری کے باوجود انھیں خود اٹھانا پڑا تھا۔اب اگر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا اعلان وہ خود نہیں کر سکتے اور یہ مسئلہ اسلامی مشاورتی کونسل کے سامنے اور پھر اس کی سفارش قومی اسمبلی میں پیش کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے بھی تین چار ہفتوں سے زیادہ وقت کی ضرورت نہیں ہے۔اگر وہ ٹائم ٹیبل کا واضح اعلان کر دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ عوام اپنے وزیراعظم پر اعتماد کرتے ہوئے امن و امان کے ساتھ گھروں میں نہ بیٹھ جائیں۔قادیانیوں کے جان و مال کی حفاظت بہر حال حکومت کی ذمہ داری اور عوام کا اخلاقی فرض ہے۔ہمیں یقین ہے اس ضمن میں وزیراعظم کے دوٹوک اعلان کے بعد یہ مسئلہ امن و امان کا مسئلہ نہیں رہے گا۔لوگ مطمئن ہو جائیں گے کہ ان کے عقیدے ایمان اور جذبات کے مطابق پاکستان میں ختم نبوت کا ہمیشہ کے لیے تحفظ ہو گیا ہے۔اس سلسلے میں وزیراعلیٰ پنجاب کا رویہ قابل تعریف ہے۔پاکستان کے وزیر اطلاعات ونشریات واوقاف و حج مولانا کوثر نیازی بھی ایک عالم دین ہیں۔ابھی کل ہم نے اپنے کالموں میں ان کی حال ہی میں شائع شدہ ایک کتاب سے ختم نبوت کے موضوع پر عالمانہ مضمون شائع کیا ہے۔وہ اس حکومت کے ''شیخ الاسلام'' بھی ہیں۔ہمیں یقین ہے ایک فانی انسان کی تمام کمزوریوں کے باوجود انھیں ختم المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی پر فخر ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلام کے کیا فرائض ہیں؟ ان سے وہ کب عہدہ برآ ہوں گے!

آخر میں ہم علماء کرام سیاسی اکابر اور ارباب حکومت کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ہڑتال کو وقار یا اَنا کا مسئلہ نہ بنائیں ممکن ہے ان سطور کی اشاعت تک ہڑتال کا نوٹس دینے

Marfat.com

والے بزرگ یہ نوٹس واپس لے لیں۔ اس سے ان کے وقار میں اضافہ ہوگا۔ اگر نہ بھی لیں تو وزیراعظم بھٹو کو اسے ان عناصر کی اجتہادی سیاسی غلطی سمجھ کر درگذر سے کام لینا چاہیے۔ اس سے اصل مقصد اُن کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے۔ اگر اس نازک موقع پر فریقین میں کش مکش شروع ہوگئی تو اس سے فائدہ ختم نبوت کے دشمنوں کو ہی پہنچے گا۔ اور نہ صرف مسٹر بھٹو ایک تاریخ ساز کارنامے کے اعزاز سے محروم ہوجائیں گے بل کہ اس بدقسمت ملک کی تاریخ کا دھارا بھی غلط سمت میں مڑ سکتا ہے۔ تمام متعلقہ حضرات کو سیاست لڑانے کی بجائے اپنی عاقبت اور اس ملک کے مستقبل کا خیال کرنا چاہیے۔

☆

قادیانیوں کا مسئلہ ۔ وزیراعظم کی یقین دہانی

۱۵ر جون ۱۹۷۴ء

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کا یہ اعلان باعث اطمینان ہونا چاہیے کہ ربوہ کے واقعہ سے تعلق رکھنے والے سارے مسئلہ کو جولائی کے پہلے ہفتہ میں قومی اسمبلی میں پیش کر دیا جائے گا۔ حکمران جماعت کے ارکان پر پارٹی کی طرف سے کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا جائے گا اور انھیں آزادی ہوگی کہ وہ کم وبیش نوّے (۹۰) سال پرانے اس اہم دردناک مسئلہ کو عوام کی اکثریت کی خواہشات، ایمان اور عقیدے کے مطابق مستقل طور پر حل کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ اس ضمن میں سواد اعظم کا مطالبہ یہ ہے کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے، ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے الگ کر دیا جائے۔ وزیراعظم نے واشگاف الفاظ میں اعلان کر دیا ہے کہ جو شخص ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں ہے۔ وزیراعظم نے اس ضمن میں اپنے موقف کی بھی وضاحت کر دی ہے اور بتایا ہے کہ بجٹ منظور ہونے کے فوراً بعد

Marfat.com

وہ یہ مسئلہ اسمبلی میں لے جائیں گے اور قومی اسمبلی سے کہیں گے کہ وہ اس بارے میں ایک قرارداد منظور کرے۔ اس کے بعد قومی اسمبلی کو اختیار ہوگا کہ وہ یہ مسئلہ اسلامی مشاورتی کونسل کو پیش کرے یا سپریم کورٹ کے کسی جج کے سپرد کر دے۔ انھوں نے یقین دلایا ہے کہ قادیانیوں کے مسئلہ پر جمہوری منصفانہ اور صحیح فیصلہ ہوگا۔ ایسا فیصلہ جو وزیراعظم کے لیے قابل فخر ہوگا۔

وزیراعظم کے اس واضح اور دوٹوک اعلان کے بعد اس بارے میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ قادیانیوں کا مسئلہ سوادِ اعظم کی خواہشات، ایمان اور عقیدے کے مطابق حل نہیں کیا جائے گا لیکن کوئی مسئلہ طے کرنے کے لیے بہرحال وقت درکار ہوتا ہے اور ہر کام کرنے کا کوئی طریقہ ہوتا ہے۔ وزیراعظم نے جو طریق کار اختیار کرنے کا یقین دلایا ہے، موجودہ حالات میں اس پر اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ وزیراعظم بھٹو اس بارے میں ذاتی فتویٰ بھی دے چکے ہیں کہ جو شخص ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں ہے اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ قومی اسمبلی عوامی اُمنگوں کے مطابق کوئی قرارداد منظور نہ کرے۔ بہرکیف عامۃ الناس کو اب چاہیے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ کے ارکان قومی اسمبلی سے رجوع کریں اور انھیں کسی طرف سے کسی ہدایت کا انتظار کیے بغیر بیان دینے پر مجبور کریں یا ان کے تحریری حلف نامے حاصل کریں اور انھیں منظر عام پر لائیں تاکہ ارکان اسمبلی کہیں اسلام و پاکستان کے دشمن عناصر کے ہاتھوں ایکسپلائٹ (Exploit) ہوکر سوادِ اعظم کی مایوسی کا موجب نہ بنیں۔ اس لیے ارکان اسمبلی پر دباؤ جاری رہنا چاہیے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ لوگ گھروں سے باہر نکل آئیں اور ان ارکان اسمبلی کا گھیراؤ کریں۔ ہم تشدد و لاقانونیت کے کبھی حامی نہیں رہے اور ہمارا یہ پختہ نظریہ ہے کہ تشدد و لاقانونیت سے مسئلے حل نہیں ہوتے بل کہ مزید اُلجھ جاتے ہیں۔ مطلب صرف یہ ہے کہ جو کام کیا جائے اور ارکان اسمبلی پر یہ دباؤ ڈالا جائے کہ وہ نہ صرف اسمبلی میں سوادِ اعظم کی رائے کا احترام کریں بل کہ وزیراعظم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انھیں یقین دلائیں کہ وہ مسلمان ہیں۔ ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے والوں کو غیر مسلم سمجھتے ہیں اور انھیں اقلیت قرار دینے کے عوامی مطالبہ کے حامی و موید ہیں۔

اس ضمن میں یہ اَمر بھی قابل توجہ ہے کہ اسلامی ممالک بالخصوص ہمارے عرب بھائی یہ فکر کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے ایک شخص کے مقلدین کا فرقہ

Marfat.com

پنپ رہا ہے، رابطہ عالم اسلامی نے اپنے ایک اجلاس میں یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ اس فرقہ کو اقلیت قرار دے دیا جائے، اگر ممکن ہو تو حکومت پاکستان اور دینی جماعتوں کے زعما، فضلا، قضاۃ اور دینی رہ نماؤں کا فوراً ایک اجلاس بلائیں اور قادیانیوں کے مسئلہ پر ان کا فتویٰ حاصل کر کے شائع کریں تا کہ اسلامی دنیا میں کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ یہ کام مولانا کوثر نیازی کو کرنا چاہیے۔ اسلامی ملکوں میں ہمارا ''امیج'' سو فیصد درست رہنا چاہیے اور اس بارے میں افریقی ممالک کو خاص طور پر اعتماد میں لینا چاہیے۔ ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ افریقہ کے مسلم ممالک کے قضاۃ و علما کرام کو مختصر نوٹس پر دعوت دے کر پاکستان بلایا جائے اور قادیانیوں کے بارے میں ان سے بھی فتویٰ حاصل کیا جائے، یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ افریقہ وہ براعظم ہے جس میں قادیانیوں کی سرگرمیاں سب سے زیادہ ہیں اور جہاں قادیانی اسلام کے نام پر مرزائیت پھیلا رہے ہیں۔ قادیانیوں کی دینی اعتبار سے ملک کے اندر اور باہر ہر جگہ بیخ کنی ہونی چاہیے۔

قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے سیاسی عواقب و نتائج بھی ہمارے پیش نظر رہنے چاہییں۔ ایم ایم احمد، سر ظفر اللہ اور ڈاکٹر عبدالسلام ایسے حضرات کی لابی خاص سرگرم ہے۔ انگریز اپنے خود کاشت پودے ''قادیانی فتنہ'' کی ابھی تک سرپرستی کر رہا ہے۔ ظفر اللہ خاں نے تحریک پاکستان کے دوران ''سر'' کا خطاب واپس کرنے کی زحمت تک گوارا نہیں کی تھی اور ایسے لوگوں کو تاہنوز انگریز کی سرپرستی حاصل ہے۔ بھارتی اور کمیونسٹ لابی، یہودی پریس اور صیہونیت پاکستان کے خلاف جس مکروہ پروپیگنڈے اور سازشوں میں مصروف ہے وہ چنداں محتاج وضاحت نہیں۔ یہ عناصر یقیناً قادیانیوں کی سرپرستی کریں گے اس لیے ہمیں ان کا جواب دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے اور باہر کی دنیا کو ابھی سے یہ بتانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ پاکستان کی اکثریت اس فرقہ کے بارے میں کیوں اور کیا رائے رکھتی ہے اور حکومت اکثریت کی رائے کا احترام کرتے ہوئے جمہوری طریقہ سے منصفانہ طور پر مسئلہ حل کر رہی ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ سر ظفر اللہ صاحب کو پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے اور عالمی اداروں کے اپنے مبصر پاکستان بھیجنے کا مطالبہ کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

آخر میں ہم وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے یہ کہنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے گرد و پیش پر بھی کڑی نظر رکھیں اور ایسے لوگوں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کریں جن کے

Marfat.com

پاکستان سے باہر رہنے والے بااثر ہم عقیدہ لوگوں کے ساتھ روابط ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ جرمنی کے مستعفی سابق چانسلر ولی برانت (Willi Brandt) کے جاسوس کی طرح مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کا کوئی ''مصاحب'' پاکستان کے راز باہر بھیج رہا ہو۔ ایسے عناصر کو ''پرائم منسٹر ہاؤس'' یا کسی اور کلیدی مقام پر برداشت کرنا نہ صرف مسٹر بھٹو بلکہ پاکستان کے لیے بھی نقصان دہ ثابت ہوگا۔

☆

علماء کرام کی گرفتاریاں

۱۷/جون ۱۹۷۴ء

راول پنڈی، اسلام آباد اور گجرات میں ۲۷ ممتاز علماء کرام اور بعض طالب علم لیڈروں کی جو گرفتاریاں عمل میں لائی گئی ہیں انھیں قومی حلقوں میں تشویش و اضطراب کی نگاہ سے ہی دیکھا جائے گا۔ اس وقت جب کہ حالات بڑی نازک صورت اختیار کر چکے ہیں اور ہر فریق کی جانب سے انتہائی حزم و احتیاط کا مظاہرہ بلکہ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنے کی ضرورت ہے۔ علماء کرام کی گرفتاریاں فضا کو مکدر و پراگندگی کے بھنگولوں میں دھکیلنے کا موجب بن سکتی ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو ان کی گرفتاریوں کے خلاف عوام کے ردعمل کا مظاہرہ شروع ہو چکا ہے۔ راول پنڈی میں ان گرفتاریوں کی اطلاع منظر عام پر آتے ہی کاروباری مراکز اور منڈیاں بہ طور احتجاج بند کردی گئیں۔ قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کے ارکان نے بھی واک آوٹ کر کے ان گرفتاریوں پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور جس قسم کی فضا پیدا ہو چکی ہے اس کے پیش نظر یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ گرفتار شدہ علماء کرام نے حوالات سے اپنی بے جواز گرفتاریوں کے خلاف راول پنڈی شہر، صدر اور اسلام آباد میں ہڑتال کرنے کی جو اپیل کی ہے وہ رائیگاں نہیں جائے گی۔

Marfat.com

ممتاز علماء کرام کی گرفتاریوں کی وجہ بیان نہیں کی گئی البتہ یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ انھیں گزشتہ جمعہ کے روز مساجد میں قادیانیوں کے بارے میں تقاریر کی بنا پر گرفتار کیا گیا ہے۔ حکومت کی جانب سے تادم تحریر ان گرفتاریوں کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی گئی۔ اس لیے ہم یہ عرض کرنے کی پوزیشن میں نہیں کہ متذکرہ عام قیاس میں کس حد تک صداقت ہے البتہ ہم یہ عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر علماء کرام کو واقعی قادیانیوں کے بارے میں تقاریر کی بنا پر گرفتار کیا گیا ہے تو پھر اس اقدام کی اجازت دینے والے حکام نے انتہائی بے تدبیری کا مظاہرہ کیا ہے۔

گذشتہ جمعہ کے روز پاکستان کے تمام شہروں اور قصبوں میں مکمل ہڑتال تھی یہ ہڑتال قادیانیوں کے بارے میں سواد اعظم کے جذبات و احساسات کا مظاہرہ تھا اور یہ بڑے اطمینان کی بات ہے کہ عامۃ الناس نے ہوش کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ اس ہڑتال کے دوران لوگوں نے مساجد میں علماء کرام کی تقاریر اور خطابات بھی سنے اور نماز جمعہ کے بعد اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اس روز ملک بھر میں کسی جگہ ہنگامہ نہیں ہوا، کہیں کوئی جھگڑا نہیں ہوا، کسی جگہ کوئی شر و فساد رونما نہیں ہوا اور عوامی جذبات کا مظاہرہ انتہائی پُرامن رہا۔ اب اگر اس روز کی تقاریر کو اندیشۂ نقص امن پر محمول کرتے ہوئے علماء کرام کو گرفتار کیا جائے تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ فضا خواہ مخواہ خراب ہوگی اگر ان تقاریر کا کوئی منفی نتیجہ برآمد ہونا ہوتا تو یہ نماز جمعہ کے بعد ہی ہو جاتا جب کہ صورت حال (ہڑتال کی وجہ سے) انتہائی نازک تھی اور ذرا سی بے احتیاطی خرابی کا باعث بن سکتی تھی۔ اگر اس نازک صورت میں بھی علماء کرام کی تقاریر امن و امان کو خراب کرنے کا موجب نہیں بن سکیں تو پھر انھیں اندیشۂ نقص امن پر محمول کرنا درست نہیں، اس لیے مناسب یہی ہے کہ گرفتار شدہ علماء کو رہا کر دیا جائے اور فضا کو مزید خراب ہونے سے بچایا جائے۔

قادیانیوں کا مسئلہ حادثۂ ربوہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، جہاں تک اس حادثہ کا تعلق ہے ربوہ والوں نے ابھی تک اس کی مذمت تو کیا اس پر اظہار افسوس تک کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ بہرکیف یہ مسئلہ اب تحقیقاتی ٹریبونل کے روبرو پیش ہے اور ہم اس پر کوئی رائے زنی کرنا مناسب نہیں سمجھتے البتہ جہاں تک قادیانیوں کا تعلق ہے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو بھی یہ کہہ چکے ہیں کہ ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے والا مسلمان نہیں ہے۔ وہ اس ضمن میں یہ وضاحت بھی کر چکے ہیں کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا معاملہ قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ قومی اسمبلی

Marfat.com

اس ضمن میں کوئی قرارداد اسلامی مشاورتی کونسل میں بھیجے گی۔ اب جب تک یہ مسئلہ اپنے منطقی انجام کو نہیں پہنچتا یعنی اسمبلی یا مشاورتی کونسل قرارداد منظور نہیں کرتی اس وقت تک حکومت سمیت تمام فریقین کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ امن وامان کی فضا قائم رکھیں اور ایسی کوئی بات نہ ہونے دیں جو ملک میں انتشار ولاقانونیت پھیلا کر پاکستان اور اسلام کے دشمنوں کو تقویت پہنچانے کا موجب بن سکتی ہو۔ ہم اس وقت انتہائی نازک حالات سے دوچار ہیں، ہماری سرحدوں پر خطرات منڈلا رہے ہیں، ہمارے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں، انڈر سوویت لابی بالخصوص سرگرم کار ہے اور ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اس لابی کے بعض بدبخت غیر ملکی و پاکستانی ایجنٹ اور گماشتے یہاں انتشار و افراتفری پیدا کرنے کے مواقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ انڈو سوویت لابی کے یہ ملکی و غیر ملکی ایجنٹ ارباب حکومت کی نظروں سے پوشیدہ نہ ہونے کے باوجود کھلم کھلا اپنے ناپاک مشن کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ارباب حکومت پاکستان دشمن عناصر کو کھلم کھلا کام کرنے کے مواقع کیوں مہیا کر رہے ہیں اور ان کا احتساب و مواخذہ کیوں نہیں کیا جاتا۔

بہرکیف ہم عامۃ الناس سے اپیل کریں گے کہ وہ پرامن رہیں اور ان بدباطن ایجنٹوں کو انتشار پھیلانے کا کوئی موقع مہیا نہ ہونے دیں۔ ہم ارباب حکومت سے بھی کہیں گے کہ وہ ملک و ملت کو درپیش نازک حالات کا سنجیدگی سے احساس کریں۔ حزم و احتیاط کا مظاہرہ کریں اور کوئی ایسا اقدام نہ کریں جو فضا کو خراب کرنے کا موجب بن سکتا ہو۔ وزیراعظم بھٹو کو ان ایام میں بالخصوص زیادہ چوکس رہنا چاہیے اور سرکاری افسروں کی کارروائیوں پر کڑی نظر رکھنی چاہیے، ہوسکتا ہے انڈو سوویٹ لابی سے تعلق رکھنے والا کوئی افسر اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لیے یہاں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرے اور حالات کو اس قدر خراب کر دے کہ پھر انھیں سنبھالا نہ جا سکے۔

☆

Marfat.com

دَورِ غلامی کی یادگار- قادیانی مسئلہ،

اسے اب ختم ہونا چاہیے

۱۹ رجون ۱۹۷۴ء

تحریک ختم نبوت کی متحدہ مجلس عمل نے وزیراعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی یہ تجویز کلیۃً مسترد کردی ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے ضمن میں ۳۰ جون کے بعد قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کی جائے۔ مجلس عمل نے ایک قرارداد کے ذریعے وزیراعظم سے کہا ہے کہ اگر وہ مسلمانوں کے جذبات واحساسات اور اس مسئلہ کی اہمیت کو سنجیدگی سے محسوس کرتے ہیں تو یہ ان کا فرض ہے کہ وہ قومی اسمبلی میں سرکاری بل پیش کریں اور اکثریتی پارٹی کے سربراہ نیز وزیراعظم کی حیثیت سے اپنی پارٹی کے ارکان سے یہ سرکاری بل منظور کرانے کی ضمانت دیں۔ مجلس عمل نے ایک اور قرارداد میں ربوہ کو فی الفور کھلا شہر قرار دینے، مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹانے، ان کی نیم فوجی تنظیموں کو خلاف قانون قرار دینے، ربوہ کے واقعہ کے ذمہ دار افسروں بہ شمول مرزا ناصر احمد کو گرفتار کرنے، سر ظفر اللہ پر ملک کے خلاف عالمی سطح پر پروپیگنڈا کرنے کے جرم میں مقدمہ چلانے اور ان کا پاسپورٹ ضبط کرنے کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ ادھر وفاقی وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازی نے علماء کے ایک وفد سے بات چیت کے دوران میں کہا ہے کہ قادیانیوں کا اہم اور دیرینہ مسئلہ سیاسی یا انتظامی فیصلوں یا کسی فوری حکم کے ذریعے حل نہیں ہو سکتا۔ یہ مسئلہ ایک صدی کے بڑے حصہ میں حل نہیں ہوا۔ اب ایک دن میں کیسے حل ہو سکتا ہے؟ انھوں نے اس سلسلہ میں وزیراعظم بھٹو کی طرف سے پیش کردہ حل کی حمایت کی اور لوگوں سے اپیل کی کہ وہ اس حل کے مختلف مراحل کی تکمیل تک صبر وتحمل سے کام لیں۔ وزیراعلیٰ پنجاب مسٹر حنیف رامے نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا البتہ عوامی نمائندوں کو چوکس رہنے کا مشورہ دیا ہے اور یہ کہا کہ بعض عناصر عوام کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

Marfat.com

اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانیوں کا مسئلہ بہت پرانا -کم وبیش 84 سال پرانا- ہے۔ ماضی میں اس کے حل نہ ہونے کی وجوہ میں سرفہرست اہمیت اس امر کو حاصل ہے کہ ان 84 برسوں میں سے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک امت مسلمہ کے لیے قادیانی مسئلہ پیدا کرنے والے انگریز اقتدار واختیار پر فائز تھے۔ مشرق وسطیٰ میں مہدی سوڈانی جب انگریز کے خلاف جہاد میں مصروف تھے مرزائیوں نے جہاد کی مخالفت کی، انگریز کی اطاعت وفرماں برداری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور جہاد کرنے والے مہدی سوڈانی کو ''خونی'' کا نام دے کر دولت برطانیہ کی سرپرستی حاصل کی اور اس طرح برطانوی سامراج کے زیر سایہ ملت مسلمہ کو کمزور کرتے رہے۔ ظاہر ہے قادیانی مسئلہ پھوٹ ڈال کر حکومت کرنے والے انگریز کے مفاد میں تھا، اس لیے اس نے اسے نہ صرف زندہ وباقی رکھنے کی کوشش کی بل کہ قادیانیوں کی سرپرستی کی تاکہ مسلمان اختلاف وانتشار کا شکار رہیں۔ قیام پاکستان کے بعد یہ مسئلہ سیاسی مصالح اور گروہی مفادات کی وجہ سے حل نہ ہو سکا اور ۱۹۵۳ء میں یہ مسئلہ سواد اعظم کی جدوجہد سے زیادہ ایک ''سیاسی سازش'' کا نتیجہ نکلا۔

بہرحال اس کوشش کو مارشل لاء کے آہنی پنجے سے کچل دیا گیا۔ اب بھی اگر ربوہ کا حادثہ نہ ہوتا تو لوگ اسے وقتی طور پر نظرانداز کیے ہوئے تھے اور قادیانی اقلیت کے بارے میں انتہائی رواداری کا ثبوت دے رہے تھے۔ یہ مسئلہ خود قادیانیوں نے زندہ کیا ہے۔ وزیراعظم بھٹو نے حادثہ ربوہ کو کسی بین الاقوامی سازش کی کڑی قرار دیا ہے شاید سرظفر اللہ نے ملک کو کمزور دیکھ کر مستقبل میں اپنا حق جتانے کے لیے بھارت کے ہاتھ مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ بہرحال سواد اعظم نے ردعمل کے طور پر اسے ہمیشہ کے لیے حل کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ بہر کیف یہ مسئلہ اگر بہت پرانا ہے یا آج پیدا نہیں ہوا تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اسے کبھی حل ہی نہیں ہونا چاہیے۔ اسے بہرحال ختم ہونا چاہیے!

یہ مسئلہ کوئی ایسا پیچیدہ نہیں کہ اسے حل ہی نہ کیا جا سکے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بارے میں ۱۹۵۳ء میں تمام مکاتب فکر کے 35 علماء نے متفقہ فتویٰ دیا تھا۔ اب بھی اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ موتمر عالم اسلامی کے حالیہ اجلاس منعقدہ مکہ مکرمہ میں 144 مسلم تنظیموں کے نمائندوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد منظور کی تھی اور

Marfat.com

ہمارے اکثر دوست مسلم ممالک بالخصوص ہمارے مسلمان عرب بھائی اس بارے میں ہم سے گلے شکوے کرتے رہتے ہیں۔ یہ مسئلہ بڑا صاف اور سیدھا ہے اگر قادیانیوں کے ساتھ رواداری برتی جائے اور انھیں مسلمانوں کی حیثیت سے برداشت کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم منکرین ختم نبوت کا اسلامی صفوں میں وجود برداشت کر کے اسلام کی تضحیک بل کہ نفی کا سامان پیدا کر رہے ہیں اور اسلام کے پورے ڈھانچہ کو تہ وبالا کر دینے کا موجب بن رہے ہیں۔ اسلام کے پیروکاروں کا یہ ایمان ہے کہ ختمی مرتبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا، اب اگر اس عقیدہ سے اختلاف رکھنے والوں بل کہ نبوت کا دعوی کرنے والوں کو بھی مسلمان سمجھا جائے تو دنیا بھی یہی سوچے گی کہ یا تو اسلام کا دعوی ختم نبوت غلط ہے یا کوئی بات ضرور ہے کہ منکرین ختم نبوت کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ اس طرح اسلام کو گزند پہنچتا ہے۔ بدقسمتی سے یہ مسئلہ ہم پاکستانیوں ہی کو درپیش ہے اور غلامی کی یادگار ہے اور یہ ہم نے بہرحال حل کرنا ہے۔

ارباب حکومت نے اب یہ مسئلہ حل کرنے کے لیے قومی اسمبلی، اسلامی مشاورتی کونسل یا سپریم کورٹ کی سفارشات کی راہ نکالی ہے۔ تحریک ختم نبوت کی مجلس عمل نے اس سے اختلاف کیا ہے اور فوری طور پر قومی اسمبلی میں مسودہ قانون پیش کر کے اسے قانونی و آئینی طور پر حل کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے اور ساتھ ہی ارباب حکومت کو مذاکرات کی راہ سجھائی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ملک کے سیاسی راہ نما نمائندے (حکومت اپوزیشن اور علماء کرام) اس امر پر تو متفق ہیں کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے البتہ طریق کار پر انھیں اختلاف ہے۔ اُمید کرنی چاہیے کہ یہ اختلاف بھی باہمی مذاکرات کے ذریعے ختم کر لیا جائے گا اور اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے متفقہ طور پر کوئی لائحہ عمل طے کر لیا جائے گا۔ البتہ مجلس عمل کی قرارداد میں انتظامی اقدام کے متقاضی جو مطالبات کیے گئے ہیں مثلاً ربوہ کو کھلا شہر قرار دینا اور مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹانا وغیرہ۔ وہ ارباب حکومت کی سنجیدہ توجہ کے مستحق ہیں۔ دریں اثنا قادیانیوں کا اقتصادی اور معاشی بائیکاٹ اپنے منطقی نتائج پیدا کرنے کا موجب بنے گا اور قادیانی حضرات بھی یہ محسوس کر لیں گے کہ ان کا مستقبل اسی میں ہے کہ انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے کیوں کہ اس طرح وہ مرتد کہلانے کی بجائے دوسری غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل آئینی

Marfat.com

تحفظات سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں اور اپنے جان و مال کے تحفظ کی ضمانت حاصل کر سکتے ہیں۔

☆

پنجاب اسمبلی-خاموش کیوں؟

۲۳رجون ۱۹۷۴ء

حادثہ ربوہ کے بعد جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا دیرینہ عوامی مطالبہ زور پکڑنے لگا تھا اور وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے بھی یہ کہہ دیا تھا کہ ختم نبوت کے عقیدے پر ایمان نہ رکھنے والا مسلمان نہیں ہوسکتا تو ایک مرحلہ ایسا بھی آیا تھا جب بعض حلقوں میں یہ توقع ظاہر کی جانے لگی تھی کہ پنجاب اسمبلی ایک قرارداد کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی سفارش کرے گی۔ یہ توقع ہنوز پوری نہیں ہوسکی البتہ سرحد اسمبلی نے اس مفہوم کی ایک قرارداد منظور کر دی ہے۔

ربوہ پنجاب میں واقع ہے اور قادیانیوں کی اکثریت پنجاب سے تعلق رکھتی ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ پنجاب اسمبلی نے اس بارے میں معنی خیز خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ پنجاب اسمبلی کے ایک قادیانی رکن چودھری محمد اعظم کا ایوان اسمبلی میں یہ بیان بھی قومی حلقوں میں حیرت و استعجاب کا موجب بنا ہے کہ عوام نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں اس مسئلہ پر اپنا فیصلہ دے دیا تھا۔ ان کی یہ منطق بڑی گم راہ کن ہے کہ انتخابات کے وقت جماعت اسلامی کے منشور میں یہ بات رکھی گئی تھی کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دے دیا جائے گا لیکن عوام نے جماعت اسلامی کے منشور کو ٹھکرا دیا اور پیپلز پارٹی کو ووٹ دیے۔ ہمیں حیرت ہے کہ چودھری صاحب کس دیدہ دلیری سے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ پیپلز پارٹی قادیانیوں کی جماعت ہے یا قادیانیوں کے زیر اثر ہے کیوں کہ انتخابات قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے مسئلہ پر نہیں ہوئے

Marfat.com

تھے اور ان میں پیپلز پارٹی کی کامیابی کی وجہ اس کے دل فریب معاشی اور اقتصادی وعدے تھے۔ چودھری صاحب کی اس منطق کا جواب تو خیر پیپلز پارٹی والے دے دیں گے اور یہ بتائیں گے کہ ان کی جماعت قادیانیوں کے زیر اثر ہے یا نہیں۔

پنجاب اسمبلی سے ہم یہ ضرور توقع کریں گے کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے عوامی مطالبہ کی حمایت میں قرارداد منظور کر کے اپنی حمیت دینی اور غیرت ملی کا ثبوت دے گی!

☆

بے بنیاد پروپیگنڈا- قابل توجہ پہلو

۲۴ر جون ۱۹۷۴ء

ماہ مئی کے آخر میں ربوہ ریلوے سٹیشن کے انتہائی افسوس ناک حادثہ کے بعد حکومت پنجاب نے جب اس حادثہ سے پیدا شدہ صورت حال کے بارے میں کسی قسم کی خبر یا تبصرہ شائع کرنے کی ممانعت کر دی تھی تو ہم نے اس پابندی کی مخالفت کرتے ہوئے یہ گذارش کی تھی کہ اس پابندی سے نہ صرف عامۃ الناس میں ایک خلا پیدا ہو جائے گا، طرح طرح کی افواہیں پھیلیں گی، سرگوشیاں ہوں گی اور فضا مسموم ہو گی بل کہ پاکستان دشمن عناصر کو ابنتشار و افراتفری پھیلانے کا موقع ملے گا نیز بھارتی ریڈیو، ٹیلی ویژن، بی بی سی اور دیگر پاکستان دشمن ذرائع ابلاغ پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا کریں گے اور طرح طرح کے منفی رجحانات پھیلائیں گے۔

یہ پابندی ایک ماہ کے لیے عائد کی گئی تھی لیکن ارباب حکومت کو جلد ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور پانچ روز کے بعد اس پابندی کو ختم کر دیا گیا مگر اس عرصہ میں پاکستان دشمن ذرائع ابلاغ اپنا کام کر چکے تھے اور پاکستان کی ساکھ کو کافی نقصان پہنچا چکے تھے۔

اب حکومت پاکستان کے ایک ترجمان نے بعض غیر ملکی اخبارات کی طرف سے پاکستان

Marfat.com

کے اندرونی واقعات کے بارے میں بے بنیاد من گھڑت اور غلط پروپیگنڈا پر مبنی خبروں کی اشاعت کے سلسلہ میں رجحان کی شدید مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ گزشتہ مئی میں پاکستان میں فرقہ وارانہ تنازعہ سے پیدا ہونے والی صورت کے بارے میں ان غیر ملکی اخبارات نے جو خبریں شائع کی ہیں وہ حقائق کے منافی اور بیرون ملک پاکستان کی ساکھ اور وقار کو مجروح کرنے کے مترادف ہیں۔ ترجمان نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ دوسرے ملکوں میں ہنگاموں اور تشدد کے واقعات کے پیش نظر سنگین صورت حال کے بارے میں یہ اخبارات محتاط رویہ سے کام لیتے ہیں لیکن پاکستان میں اگر کوئی معمولی سی گڑبڑ بھی ہو تو اسے پوری شدومد کے ساتھ اُچھالا جاتا ہے اور اس کے بارے میں منفی تاثر پیش کیا جاتا ہے۔ سرکاری ترجمان نے کہا قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور سرظفر اللہ خاں کی طرف سے عائد کردہ الزامات قطعی بے بنیاد ہیں۔

بعض غیر ملکی اخبارات و ذرائع ابلاغ - بالخصوص بھارت و برطانیہ کے اخبارات و ذرائع ابلاغ کا پاکستان کے بارے میں بالعموم جو مخاصمانہ اور معاندانہ رویہ رہتا ہے اور وہ پاکستان میں رائی جتنی کسی خرابی کو جس طرح پہاڑ بنا کر پیش کرتے رہتے ہیں اس کی ایک وجہ ہے اور وہ صرف یہ ہے کہ یہ اخبارات و ذرائع ابلاغ اسلام دشمن یہود و ہنود تنگ نظر مغربیوں اور کمیونسٹوں کی اس تحریک کے نفس ناطقہ ہیں جو اسلام کے خلاف ایک عرصہ سے جاری ہے۔ اس لیے ان سے یہ توقع نہیں کرنی چاہیے کہ وہ عالم اسلام کے حصار پاکستان کے خلاف گند اُچھالنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے دیں گے۔ انھوں نے مشرقی پاکستان میں سوویت یونین و برطانیہ کی زیرسرپرستی تخریب وسازش اور عریاں بھارتی جارحیت کے زمانے میں بھی اسی قسم کا کردار سرانجام دیا تھا اور اب وہ رہے سہے پاکستان کو بخشنے کے لیے تیار نہیں۔ ان سے یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ وہ پاکستان کے بارے میں ہمدردی تو کجا حق و انصاف سے ہی کام لیں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ سرظفر اللہ اور دوسرے قادیانی ملک سے باہر جو کچھ کر رہے ہیں ان کا ہم نے کیا نوٹس لیا ہے؟

سرظفر اللہ نے لندن میں اپنی پریس کانفرنس میں پاکستان کے خلاف جو زہر اُگلا تھا اور اس کے بعد لندن، برمنگھم، بریڈفورڈ، واشنگٹن، نیویارک اور بعض دوسرے ممالک میں قادیانیوں نے پاکستان کے خلاف جو پوسٹر بازی شروع کر رکھی ہے اس کا ہم کیا علاج کر رہے ہیں؟

Marfat.com

کیا یہ لوگ پاکستان کے پاسپورٹ پر پاکستانی شہریوں کی حیثیت سے باہر نہیں گئے اور کیا حکومت کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ انھیں واپس بلا کر ان کے خلاف ملک کو بدنام کرنے کی پاداش میں مقدمے چلائے اور اگر وہ حکومت کی ہدایت کے باوجود واپس نہ آئیں تو بین الاقوامی قانون کے تحت انھیں غیر ملکی حکومتوں کے توسط سے واپس بلایا جائے اور اگر بعض غیر ملکی حکومتیں بھی اس ضمن میں تعاون نہ کریں تو ان کے پاسپورٹ منسوخ کر کے انھیں پاکستانی شہریت سے محروم کر دیا جائے اور ہمیشہ کے لیے ملک دشمن قرار دے دیا جائے تاکہ وہ دوبارہ کبھی پاکستانی شہریت حاصل کر کے پاکستان نہ آسکیں۔

☆

قادیانی مسئلہ- اشتعال کے باوجود پُر امن رہیے!

مورخہ ۲۹رجون ۱۹۷۴ء

ایک اخباری اطلاع کے مطابق ۸۱ سالہ قادیانی لیڈر سر ظفر اللہ خاں نے دھمکی دی ہے کہ اگر پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو پاکستان میں رہنے والے اس فرقہ کے لوگ حکومت کے اس فیصلے کی بھرپور مزاحمت کریں گے اور کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اس لیے کہ یہ ہمارے ایمان اور عقیدے کی آزمائش ہے۔

سر ظفر اللہ جس کھونٹے پر ناچ رہے ہیں اس کا سب کو علم ہے۔ انھیں اپنے آقا و مولا انگریز کی سرپرستی پر بڑا ناز ہے۔ انگریز کی وساطت سے انھیں امریکہ کی سرپرستی پر بھی بھروسہ ہے، اپنے اسی بیان میں انھوں نے اعتراف فرمایا ہے کہ انھوں نے یکم سے تین مئی تک اسی سال قادیان کا بھی دورہ کیا تھا اگرچہ انھوں نے یہ تسلیم کرنے کی جرات نہیں کی کہ وہ اپنی تازہ ترین سازش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اپنی بھارت یاترا کے دوران قادیان سے نئی دہلی بھی

Marfat.com

گئے تھے۔اور بھارت کی راج دھانی میں بھارتی حکمرانوں سے ملے تھے؟

پاکستان اور عربوں کے مشترکہ دشمن اسرائیل کے شہر حیفہ (Haifa) میں بھی ان کا ایک مشن موجود ہے اگرچہ وہ گذشتہ ستائیس (۲۷) سال میں ایک بھی یہودی کو قادیانی نہیں بنا سکے لیکن یہ مشن وہاں ''کام'' کررہا ہے۔سرظفراللہ کو پاکستان کے خلاف مستقبل قریب میں متوقع لفظی جنگ میں دنیا بھر کے یہودی اور صیہونی ذرائع ابلاغ کی تائید وحمایت پر بھی ناز ہے۔اس جنگ کا آغاز خود سرظفراللہ نے لندن میں پاکستان کے خلاف اپنی پریس کانفرنس سے کیا تھا اور دوسری توپ خلیفہ قادیان مرزا ناصر احمد نے امریکی خبر رساں ایجنسی کو یہ بیان دے کر چلائی تھی کہ قادیانی فرقہ کے خلاف یہ تحریک وزیراعظم بھٹو کی پیپلز پارٹی نے چلائی ہے جو اپنی ہر دل عزیزی کو خطرے میں دیکھ کر انتہا پسندوں کی حمایت حاصل کرنا چاہتی ہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی اور وزیراعظم بھٹو کے امریکی لابی سے تعلق رکھنے والے صلاح کار یہ مشورے دے رہے ہیں کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے سے ہم دقیانوسی اور تنگ دل کہلائیں گے پاکستان کے لیے اور نئے مسئلے کھڑے ہو جائیں گے۔تمام قادیانی ففتھ کالمسٹ (Fifth Columnist) اور غیر ملکی جاسوس اور پاکستان دشمن بن جائیں گے۔ممکن ہے مسٹر بھٹو کو ڈرایا جارہا ہو کہ اس کے بعد شیعہ حضرات کی باری آئے گی لیکن شیعہ حضرات تو خود اس تحریک کے ہر اول دستہ میں ہیں وہ تو زیادہ سے زیادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلافت اول کی حق تلفی کے سلسلہ میں شاکی ہیں۔وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بارے میں تو اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جس طرح باقی تمام مسلمان۔اسی طرح عامۃ المسلمین کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شیعان علی کی طرح عزیز ہیں۔باقی رہا قادیانیوں کا مسئلہ تو خود وزیراعظم بھٹو مرزا ناصر احمد اور سرظفراللہ سے دریافت فرمالیں کہ ان کا ایمان اور عقیدہ کیا ہے؟ وہ رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تو مانتے ہیں لیکن عام مسلمانوں۔شیعہ اور سنیوں کی طرح نہیں بل کہ ان کا ایمان اور عقیدہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انبیاء کرام کی آمد کا سلسلہ بند نہیں ہوا۔مرزا غلام احمد قادیانی خدا کے فرستادہ نبی تھے اور صرف یہی نہیں ان کے بعد بھی نبی آتے رہیں گے یعنی اگر اللہ وزیراعظم بھٹو کو توفیق دے تو وہ بھی نبوت کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔گزشتہ روز قادیانیوں کا ایک وفد ہمارے دفتر میں تشریف لایا۔اس کے ترجمان جناب مرزا

Marfat.com

ناصر احمد کے زیر اہتمام شائع ہونے والے **تفسیر القرآن** انگریزی کے ایڈیٹر ملک غلام فرید صاحب تھے جب انھوں نے یہ گلہ فرمایا کہ **نوائے وقت** قادیانیوں کے خلاف یک طرفہ مواد شائع کر رہا ہے تو ان سے عرض کیا گیا کہ وہ اپنے عقیدہ کے بارے میں لکھ کر دے دیں ہم اسے بھی شائع کر دیں گے لیکن وہ نوائے وقت سے برابر کے سلوک کی اُمید نہ رکھیں۔ **نوائے وقت** ان کا ترجمان نہیں سواد اعظم کا اخبار ہے۔ اس کا عقیدہ بھی وہی ہے جو سوادِ اعظم کا ہے اس عقیدہ کی حفاظت ہم سب کی ذمہ داری ہے لیکن وہ بھی سوادِ اعظم کے مذہبی جذبات کا کچھ خیال کریں۔ ان کی خاطر اکثریت تو اپنا عقیدہ ترک نہیں کر سکتی نہ ہی اپنے مذہب سے دست بردار ہو سکتی ہے اگر سر ظفر اللہ اپنے عقیدے میں اس قدر پختگی کا برملا اظہار کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے محسن حضرت قائداعظم کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیں تو وہ عام مسلمانوں سے کس طرح توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان کی ختم نبوت کی تاویل قبول کر لیں؟ بہر حال ہم ذیل میں جناب ملک غلام فرید صاحب کی تحریر کا عکس شائع کر رہے ہیں اور فیصلہ مسٹر بھٹو پر چھوڑتے ہیں:

> ''جہاں تک میں سمجھا ہوں جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انبیاء کا سلسلہ بند نہیں کیا لیکن بعد میں اگر کوئی ایسا نبی آئے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی، (اُن) کا غلام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا خادم۔۔۔۔۔
>
> اور اگر کوئی ایسا شخص شریعت احمدیہ میں ایک شوشہ بھی زیادہ یا کم کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم محمد عربی مکی مدنی مطلبی ہاشمی کو حضور کی اس پوری شان کے ساتھ جو قرآن کریم میں وارد ہوئی ہے۔ حضور۔۔۔ مسیح نے اپنی زبان مبارک سے اپنے متعلق بیان فرمائی ہے، خاتم النبیین تسلیم نہیں کرتا،۔۔۔۔۔۔۔ جس میں وہ شامل ہے خدا اس کے فرشتوں کی اور تمام مومنوں کی لعنت ہو۔
>
> غلام فرید ایڈیٹر **تفسیر القرآن** (انگریزی)''

وزیر اعظم بھٹو پاکستانی عوام کے ساتھ ختم نبوت کے مسئلہ پر اس قدر آگے جا چکے ہیں کہ اب ان کے ''انگلش سپیکنگ یونین'' سے تعلق رکھنے والے سوشلسٹ سیکولر مشیر چاہیں بھی تو ''وقت خریدی'' نہیں کر سکتے اور اگر کر بھی لیں تو پھر بھی اب اس مسئلہ کا ایسا حل انھیں بہر حال تلاش کرنا پڑے گا جس سے عام مسلمان مطمئن ہو جائیں۔ ممکن ہے کہ ان کے سیکولر سوشلسٹ

Marfat.com

مشیر اس کا یہ حل بتائیں کہ ملک کو ''سیکولر'' بنا دیا جائے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری تو ایسے مشیر احمقوں کی جنت میں بس رہے ہیں۔ وہ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہماری جیب میں تو واپسی کا ٹکٹ ہے لیکن مسٹر بھٹو نے تو اس ملک میں رہنا ہے۔ اگر انھیں مسلمان ہونے پر فخر ہے تو پھر انھیں ''مسلمانی'' کے غلبہ سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ مسئلہ کے تمام نتائج وعواقب پر غور کرنے کے بعد قومی اسمبلی کے ذریعے سے اپنے وعدے کے مطابق بجٹ سیشن کے بعد حل کر دینا چاہیے اور اس کے منطقی نتائج سے نبٹنے کے لیے پہلے سے تیاری کر لینی چاہیے۔ لیکن ایسی تیاری کے لیے انھیں اپنے موجودہ مشیروں کے گھیرے سے نکلنا ہوگا۔

آخر میں ہم مجلس عمل اور عامۃ المسلمین سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ ہر حالت میں پُرامن رہیں، قادیانی چاہتے ہیں کہ ان کے اور مسٹر بھٹو کے درمیان محاذ آرائی ہو، جھگڑا ہو، فساد ہو۔ اس محاذ آرائی میں ان کا سراسر فائدہ اور جیت ہے اور حکومت کا اور عوام کا نقصان ہی نقصان۔ وہ بدامنی کی فضا پیدا کر کے اس آئین کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں جس میں صدر اور وزیر اعظم کے حلف ناموں میں ختم نبوت کا ذکر کر کے مرزائیت کی جڑ پر پہلی ضرب لگا دی گئی تھی۔

☆

Marfat.com

بھٹو اپنے وعدے پر قائم ہیں!

۲؍جولائی ۱۹۷۴ء

وزیراعظم بھٹو نے بنگلہ دیش کے دورہ سے واپسی پر سفر کی تھکان دُور کرنے کا بہانہ بنائے بغیر بجٹ پر بحث کے فوراً بعد قادیانیوں کا مسئلہ ایوان میں پیش کر دیا ہے چناں چہ ایوان نے متفقہ طور پر اس مسئلہ پر حکمران پارٹی کی ایک تحریک اور حزب اختلاف کی ایک قرارداد کو ایوان کی ایک خاص کمیٹی کے سپرد کر دیا ہے۔ یہ خاص کمیٹی ساری قومی اسمبلی پر مشتمل ہو گی چناں چہ اسمبلی کا اجلاس دو ہفتے کے لیے ملتوی ہو گیا ہے اور ایوان کی اس خاص کمیٹی نے یکم جولائی سے سرکاری تحریک اور اپوزیشن کی قرارداد پر بیک وقت غور شروع کر دیا ہے۔ سرکاری تحریک اور اپوزیشن کی قرارداد میں فرق یہ ہے کہ سرکاری تحریک میں صرف ختم نبوت کے منکرین کے مسئلہ پر غور کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے، اس کے برعکس اپوزیشن کی قرارداد میں مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو ختم نبوت کا منکر قرار دیتے ہوئے انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اپوزیشن کی قرارداد زیادہ موزوں اور حقیقت پسندانہ ہے۔ انگریزی محاورے کے مطابق اپوزیشن نے سانڈھ کو سینگوں سے پکڑنے کی کوشش کی ہے۔ حکومت نے صرف اس کی دُم کو چھیڑا ہے۔ بہرحال وزیر قانون مسٹر پیرزادہ نے ''اُصولی طور پر'' نہ صرف اپوزیشن کی قرارداد پر کوئی اعتراض نہیں کیا بل کہ اس کا ''خیر مقدم'' کیا ہے۔ ہمیں یقین ہے اگر حالات سازگار رہے اور مرزائی کوئی بہت بڑا فساد یا لڑائی جھگڑا کروانے میں کامیاب نہ ہوئے۔ تو قومی اسمبلی ان شاءاللہ تعالیٰ اپوزیشن کی قرارداد کو مفہوم میں تبدیلی کیے بغیر معمولی ردوبدل کے بعد متفقہ طور پر منظور کر لے گی۔ قومی اسمبلی میں یہ ایشو (issue) لے جانے سے پہلے مرکزی اسمبلی میں پیپلز پارٹی کا گروپ اسمبلی میں اپنے اتحادی ارکان سمیت وزیراعظم بھٹو کی صدارت میں اس مسئلہ پر غور کے لیے اکٹھا ہوا تھا۔ حاضرین کی غالب اکثریت سواد اعظم کے موقف کی پُر

Marfat.com

جوش حامی تھی چناں چہ وزیر اعظم بھٹو نے بھی اپنے وعدے پر قائم رہتے ہوئے ان سے کہا کہ یہ تمہارے ایمان کا مسئلہ ہے۔ تم قومی اسمبلی میں جا کر اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق اس کا فیصلہ کرو۔

اب قومی اسمبلی کو بہ طور سب کمیٹی (sub-committee) اس مسئلہ پر پندرہ جولائی سے پہلے پہلے غور کر کے اپنی سفارشات پیش کرنی ہیں۔ اپوزیشن اور حزب اقتدار سے تعلق رکھنے والے ارکان اسمبلی جو علمائے دین بھی ہیں، ان کا یہ فرض ہے کہ وہ کوئی وقت ضائع کیے بغیر اس سب کمیٹی میں عام ارکان کی صحیح رہ نمائی فرمائیں اور بہ قول وزیر اعظم بھٹو کوئی ''خوب صورت مسئلہ'' کرنے میں ان کی مدد کریں۔ عام خیال یہ ہے کہ یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے قومی اسمبلی کو آئین میں ترمیم کرنی پڑے گی۔ بہر حال یہ دردِ سر وزیر قانون اور آئین کے ماہر اسمبلی میں موجود دوسرے بزرجمہروں کا ہے، قوم تو صرف نتیجہ میں دل چسپی رکھتی ہے۔

مرزائیوں کی حامی لابی نے عامۃ المسلمین کو ڈرانے کے لیے یہ پروپیگنڈا اور کھسر پھسر شروع کی ہوئی ہے کہ اس طرح؛

(۱) مرزائی ففتھ کالمسٹ اور وطن دشمن بن جائیں گے۔

(۲) تمام سروسز میں ان کی بھر مار ہے انھیں کہاں کہاں سے نکالا جائے گا۔

(۳) یہ منافقت سے کام لیتے ہوئے ''مسلمان'' کہلانا شروع کر دیں گے۔

(۴) باہر کی ''مہذب'' دنیا ہمیں ''انتہا پسند مذہبی جنونی'' سمجھنا شروع کر دے گی۔

(۵) اور خبر نہیں کیا قیامت آجائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مسئلہ دَورِ غلامی کی یادگار ہے اگر ہم غلام نہ ہوتے تو یہ مسئلہ کبھی پیدا نہ ہوتا۔ گذشتہ تیرہ سو سال میں کسی بھی آزاد اسلامی یا مسلمان ملک میں یہ مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔ کسی بھی اسلامی یا مسلمان ملک میں کسی دیوانے یا پاگل نے بھی دعوئ نبوت کی جرات نہیں کی۔ ایران میں بہائی مذہب کے بانی کا جو حشر ہوا، اس سے کون ناواقف ہے؟

بہاء اللہ نے خود ہی اپنے آپ کو اسلام سے خارج کر لیا۔ مسلمان کہلانے کی اسے بھی جرات نہ ہوئی لیکن ایران نے اس کے باوجود اسے یا اس کے مقلدین کو برداشت نہ کیا۔ ہمیں افسوس ہے کہ آزادی کے بعد ۲۶، ۲۷ سال تک ہم نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش نہ

Marfat.com

کی۔ حالاں کہ ہم نے یہ ملک اللہ، رسول اور کسی دوسرے عیسائی فرقہ سے ہو؟

حقیقت یہ ہے کہ ہمیں مذہبی رواداری کا سبق دینے والے خود بڑے تنگ دل مذہبی ہیں، ہمارے حکمران باہر جاتے ہیں تو جمعہ کی نماز بھی ادا نہیں کرتے لیکن ملکہ برطانیہ یا ان کے شوہر نامدار کسی اسلامی ملک کے دورے پر بھی جائیں تو اتوار کے روز چرچ جانا نہیں بھولتے۔ انگریزوں سمیت کوئی مہذب سے مہذب یورپی قومی صلیبی جنگوں میں صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں شکست کو ابھی تک فراموش کر سکی ہے؟

مسلمان کا مذہبی رواداری میں کوئی جواب نہیں۔ اگر ان میں رواداری نہ ہوتی تو آج مشرق وسطیٰ میں یہودی مسئلہ پیدا نہ ہوتا اور نیم براعظم میں مسلمان کو ہندو غلبہ کے مسئلہ کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور تو اور آج ہم قادیانی مسئلہ سے دوچار نہ ہوتے۔

ہم تو مسٹر بھٹو سے یہی عرض کریں گے کہ وہ اللہ کا نام لے کر اس نیک کام کو بانگ دُہل کر ڈالیں۔ اس کے منطقی نتائج سے نبٹنے کی بھرپور تیاری کریں۔ قادیانی مسئلہ کا ہر میدان میں ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ عرب افریقہ میں اس محاذ پر کرنل قذافی اور کالے افریقہ میں عدی امین مسلمان مجاہدوں سے اس فتنہ سے نبٹنے کی درخواست کریں اور پاکستان میں یہ کارنامہ سرانجام دینے کے بعد بابر کی طرح خود جام وصبو کو توڑ کر پاکستان کو اقبال کا پاکستان بنانے کے لیے میدان عمل میں کود پڑیں اور اس ملک کو اتنا مضبوط بنا دیں کہ روس اور اس کے طفیلیوں کو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہ ہو۔

☆

Marfat.com

......پھر پابندی

۴ر جولائی ۱۹۷۴ء

اسلام آباد میں گورنروں کی دوروزہ پریس کانفرنس کے بعد حکومت پنجاب نے ڈیفنس آف پاکستان رُولز کے تحت کسی فرقہ وارانہ مسئلہ کے بارے میں حاکم مجاز کی پیشگی اجازت کے بغیر ہر قسم کی خبروں، تبصروں، آراء، بیانات، کارٹون، فوٹو، رپورٹوں الغرض کوئی بھی مواد شائع کرنے پر پابندی عائد کردی ہے۔ اسی نوعیت کے امتناعی احکامات صوبوں میں بھی جاری کیے جا رہے ہیں۔ تحفظ امن عامہ کے علاوہ اس اقدام کی یہ توجیہہ کی گئی ہے کہ قومی اسمبلی جو ایک سپیشل کمیٹی کی حیثیت سے احمدیوں کے مسئلہ پر رپورٹ مرتب کر رہی ہے اسے کسی اعتبار سے متاثر نہ کیا جاسکے۔

ہماری یہ پختہ رائے ہے کہ اظہار رائے پر کسی قسم کی پابندی کبھی ملک وملت کے لیے سُود مند نہیں ہوا کرتی اور اگر سنجیدگی سے دیکھا جائے تو ہمارے بیشتر قومی مصائب وآلام کا ایک اہم سبب یہی اظہار رائے پر پابندی تھی جس نے اس ملک میں نخل جمہوریت کو پامال کر دیا۔ اس قسم کی پابندیوں کا ایک نقصان یہ بھی پہنچتا ہے کہ ذرائع ابلاغ سے معلومات مہیا نہ ہونے کی وجہ سے طرح طرح کی افواہوں سرگوشیوں وغیرہ کے دروازے کھل جاتے ہیں، لوگ غیر ملکی ذرائع ابلاغ (اور موجودہ دَور میں زیادہ تر ریڈیو) کا سہارا لینے اور معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ غیر ملکی ذرائع (بالخصوص آکاش دانی اور بی بی سی) اپنے مخصوص مقاصد کی تکمیل کے مواقع سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔ چند ہفتے پیشتر حادثہ ربوہ کے بعد بھارت کے ذرائع ابلاغ اور بی بی سی نے پاکستان کے خلاف جو زہر پھیلایا تھا وہ ہمارے لیے درس عبرت ہونا چاہیے تھا۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ارباب حکومت نے ایک انتہائی کمزور دلیل کا سہارا لیتے ہوئے ایسے وقت میں یہ پابندی عائد کی ہے کہ پورے ملک میں مکمل امن وامان تھا۔ امن عامہ کا

Marfat.com

کوئی مسئلہ نہ تھا اور اخبارات بھی مجموعی طور پر حزم و احتیاط کا مظاہرہ بھی کر رہے تھے، ملک میں خدانخواستہ کوئی ہنگامہ و فساد نہیں ہو رہا تھا، اب اس بے جواز پابندی کا اس کے سوا اور کیا حاصل ہوگا کہ پاکستان دشمن عناصر کو ہمارے خلاف زہر پھیلانے اور ماضی کی طرح من گھڑت افسانے تراش کر ہمیں بدنام کرنے کا موقع مہیا ہو جائے گا۔

اربابِ حکومت نے سوادِ اعظم کو تو معلوماتی مواد مہیا کرنے کے ذرائع مسدود کر دیے ہیں لیکن جس فرقہ کے خلاف عامۃ المسلمین نے آواز اٹھائی تھی وہ بڑے زور شور کے ساتھ اپنی پروپیگنڈہ مہم جاری کیے ہوئے ہے، ڈاک کے ذریعے (اور دستی بھی) لٹریچر کی تقسیم کا سلسلہ جاری ہے، دیواروں پر پوسٹر لگائے جا رہے ہیں، اشتہارات تقسیم کیے جا رہے ہیں اور اس پروپیگنڈہ کا مقصد گمراہی پھیلانے یا لوگوں کے جذبات مجروح کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ اخبارات پر سنسر کی پابندیوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس فرقہ کا یک طرفہ پروپیگنڈا تو جاری رہے گا لیکن لوگ قومی اخبارات کے معلوماتی مواد سے محروم ہو جائیں گے۔

اس پابندی کے جواز میں جو دلیل اور منطق پیش کی گئی ہے وہ بھی چنداں وزنی نہیں اور ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ یہ درست ہے کہ قادیانیوں کے مسئلہ پر سوادِ اعظم کے جذبات سے قومی اسمبلی کے ارکان بے خبر نہیں لیکن ہم بڑے ادب کے ساتھ گزارش کریں گے کہ ارکان اسمبلی کی اکثریت اس مسئلہ کی دینی اور علمی پہلوؤں سے کماحقہ آگاہ نہیں۔ اس وقت جب کہ قومی اسمبلی کے ارکان سپیشل کمیٹی کی حیثیت سے قادیانیوں کے مسئلہ پر غور کر رہے ہیں۔ حق و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اس مسئلہ پر زیادہ سے زیادہ بحث ہوتا کہ ارکان اسمبلی اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں سے آگاہ ہو سکیں۔ بحث و تمحیص ہمیشہ علم میں اضافہ کا موجب ہوا کرتی ہے اور علم کی کوئی اتھاہ نہیں ہوتی۔ ارکان اسمبلی خواہ کتنے ہی عالم فاضل کیوں نہ ہوں مزید بحث و تمحیص ان کی معلومات میں اضافہ کا موجب ہی بنتی۔ پھر اگر اس مسئلہ پر بحث و تمحیص کی اتنی ضرورت نہیں تھی اور ارکان اسمبلی مسئلہ کے تمام پہلوؤں سے بہ خوبی آگاہ تھے تو پھر سپیشل کمیٹی کا اجلاس پندرہ (۱۵) دن تک جاری رکھنے میں کیا تُک تھی؟ کیا یہ مناسب نہیں تھا کہ دو تین روز میں اس مسئلہ پر بحث ختم کر کے رپورٹ مرتب کر لی جاتی؟ امت مسلمہ تو اس مسئلہ پر متفق ہے۔ وزیراعظم بھٹو بھی اس ضمن میں سوادِ اعظم کی ترجمانی کا حق ادا کر چکے ہیں اور یہ کہہ

Marfat.com

چکے ہیں کہ "جو شخص ختم نبوت کے عقیدہ پر ایمان نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں۔" تو پھر ارکان اسمبلی پندرہ دن تک آخر کیا کریں گے؟

اس کے علاوہ بھٹو صاحب نے یہ مسئلہ قومی اسمبلی (سپیشل کمیٹی کی حیثیت سے) میں پیش کر کے سواد اعظم کو مطمئن کرنے کے لیے نہایت موزوں قدم اٹھایا تھا، اس کی پریس میں تعریف ہو رہی تھی اور ہوتی رہنی چاہیے تھی۔ ارباب اختیار نے یہ پابندی عائد کر کے بھٹو صاحب کو بھی ایک جائز تعریف سے محروم کر دیا ہے۔

☆

Marfat.com

شورش اور چٹان

مورخہ ۸ر جولائی ۱۹۷۴ء

ہفت روزہ **چٹان** کے ایڈیٹر آغا عبدالکریم شورش کاشمیری کو گرفتار کر کے تین ماہ کے لیے نظر بند کر دیا گیا ہے۔ اور اس کا پریس بحق سرکار ضبط کر لیا گیا ہے۔ ہفت روزہ **چٹان** کے تازہ ترین شمارے کی تمام کاپیاں بھی ضبط کر لی گئی ہیں یہ تمام کارروائی حکومت پنجاب نے فرقہ وارانہ مواد شائع کرنے کی ممانعت سے متعلقہ حکم کی خلاف ورزی کی بنا پر ڈیفنس آف پاکستان رُولز مجریہ ۱۹۷۱ء کی دفعہ ۳۲ کے تحت کی ہے۔

ہمارے خیال میں حکومت پنجاب نے جس وقت یہ کارروائی کی اس وقت پورے حقائق اس کے سامنے موجود نہیں تھے اور اگر اربابِ حکومت کو تمام حقائق کا علم تھا تو پھر یہ سخت تعزیری اقدام بہت بڑی زیادتی ہے۔ حکومت پنجاب کے پریس نوٹ کے مطابق **چٹان** کے جس پرچہ میں قابل اعتراض مواد شائع کرنے کی بنا پر یہ کارروائی کی گئی ہے وہ اس کا نمبر ۲۷ اور اس پر یکم تا آٹھ جولائی کی تاریخ درج ہے یعنی یہ پرچہ یکم جولائی سے پہلے چھپ کر مختلف مراکز تک پہنچنا شروع ہو گیا تھا۔ حکومت پنجاب نے فرقہ وارانہ منافرت اور کشیدگی پیدا کرنے والا مواد شائع کرنے کی ممانعت سے متعلقہ حکم ۲ جولائی کو جاری کیا تھا۔ طباعت، اشاعت اور اخباری صنعت کے بارے میں تھوڑی بہت شُد بُد رکھنے والا کوئی شخص بھی یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ یکم جولائی کو شائع ہو کر تقسیم و ترسیل کے مراکز تک پہنچنے والے پرچہ پر ۲ جولائی کے حکم کی پابندی اگر ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے۔ اس حکم کے اجراء کے بعد آغا صاحب کے سامنے دو راستے تھے اولاً یہ کہ وہ یکم تا ۸ جولائی کے **چٹان** کی تمام کاپیاں ضائع کرتے۔ یہ ان کے لیے ناممکن تھا کیوں کہ اخباری زبان میں پرچہ Dispatch ہو چکا تھا ان کے سامنے دوسرا راستہ یہ تھا کہ وہ اپنی پوزیشن سے متعلقہ حکام کو آگاہ کرتے۔ ہماری معلومات کے مطابق آغا صاحب نے دوسرا راستہ

Marfat.com

اختیار کیا اور متعلقہ حکام کو یہ اطلاع دے دی کہ ان کا پرچہ جس میں ان کی دانست میں ایسا مواد شامل ہے جو سنسر ہونا چاہیے تھا۔ چھپ کر جا چکا ہے۔ انہوں نے یہ یقین بھی دلایا تھا کہ وہ آیندہ امتناعی حکم کی پابندی کریں گے پھر آغا شورش کاشمیری ویسے بھی بیمار تھے اور اس امر کا ثبوت اس حقیقت سے بھی ملتا ہے کہ حکومت کو انہیں گرفتاری کے بعد فوراً ہسپتال میں داخل کرانا پڑا۔

آغا شورش کاشمیری کی طرف سے اس وضاحت اور یقین دہانی کے پیش نظر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ درگزر سے کام لیا جاتا اور آیندہ اگر آغا صاحب امتناعی حکم کی خلاف ورزی کرتے تو سخت ترین کارروائی سے گریز نہ کیا جاتا لیکن موجودہ صورت میں یہ سزا و تعزیر صرف نامناسب ہی نہیں زیادتی کے ذیل میں آتی ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ ارباب اقتدار و حکومت اپنے اس حکم پر نظر ثانی کریں گے اور خواہ مخواہ بدمزگی پیدا نہیں ہونے دیں گے۔ ہم وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی ذاتی توجہ بھی اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ انہیں ذاتی طور پر مداخلت کرنی چاہیے اور حکومت پنجاب کے ارباب بست و کشاد کو یہ سمجھائیں کہ حقائق کو نظر انداز کر کے جو فیصلے کیے جاتے ہیں وہ چنداں سُودمند نہیں ہوا کرتے بل کہ حکومت کی بدنامی اور نقصان کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ اس طرح مسائل بڑھیں گے اور جو لوگ مسائل میں اضافہ کرنے کا موجب بنتے ہیں (خواہ یہ مسائل ناسمجھی یا کم علمی کا نتیجہ ہی کیوں نہ ہوں) وہ بھٹو صاحب کے خیر خواہ ہرگز نہیں۔

☆

Marfat.com

قادیانی مقاطعہ

۱۳؍جولائی ۱۹۷۴ء

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے دورۂ سرحد کے دوران متعدد مقامات پر عوامی اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ قادیانی مسئلہ پر عدالتی تحقیقات ہورہی ہیں، ایک ٹربیونل گواہوں کے بیانات قلم بند کررہا ہے۔ قومی اسمبلی بھی ایک خاص کمیٹی کی حیثیت سے اس مسئلہ پر غور کررہی ہے۔ وہ جب سرحد کا دورہ ختم کرکے اسلام آباد پہنچیں گے تو قومی اسمبلی کے ارکان سے کہیں گے کہ وہ اس کام کو فی الفور مکمل کریں۔

وزیراعظم نے اپنی تقاریر میں قادیانیوں کے بائیکاٹ کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ وہ ذاتی طور پر اس بات کے حق میں نہیں کہ قادیانیوں کا مقاطعہ کیا جائے کیوں کہ کسی بھی گروہ کو ضروریات زندگی سے محروم کرنا کسی بھی اعتبار سے مناسب نہیں اور نہ ہی یہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔

وزیراعظم بھٹو قادیانیوں کے مسئلہ پر متعدد مرتبہ اپنی ذاتی رائے کا اظہار کرچکے ہیں۔ وہ یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں لے گئے ہیں اور بار بار اعلان کرچکے ہیں، وہ یہ مسئلہ سواد اعظم کی خواہشات کے مطابق حل کردیں گے۔ ان یقین دہانیوں کے پیش نظر یہی توقع کرنی چاہیے کہ یہ مسئلہ حل کرنے میں تاخیر نہیں ہوگی۔ اگرچہ اس بارے میں اگر اسلامی ممالک بالخصوص سعودی عرب، مراکش، نائیجیریا، انڈونیشیا، مصر وغیرہ کے علماء کرام کا کنونشن بلا کر ان کی رائے حاصل کرلی جاتی تو زیادہ مناسب تھا کیوں کہ اس طرح ہم قادیانیوں کے بین الاقوامی پروپیگنڈہ اور دباؤ کا احسن اور موثر طریق پر جواب دے سکتے تھے۔ ہماری رائے میں اب بھی کوئی زیادہ دیر نہیں ہوئی اور دنیائے اسلام کے علماء کرام سے اس مسئلہ پر رائے لی جاسکتی ہے۔ بہرکیف یہ بات یقینی نظر آتی ہے کہ مسٹر بھٹو اس مسئلہ کا بہت جلد فیصلہ کرلیں گے۔

Marfat.com

اشتعال انگیزی کیوں!

۱۰/اگست ۱۹۷۴ء

قومی اسمبلی کے اپوزیشن ممبروں نے ایک مشترکہ بیان میں ملک کے مختلف حصوں بالخصوص پنجاب کے شہروں میں رونما ہونے والے اشتعال انگیز واقعات علما اور طلبا کی گرفتاریوں اور ان پر مبینہ تشدد پر سخت تشویش کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ ملک میں پھیلی ہوئی بے چینی کے پیش نظر قومی اسمبلی کے اجلاس میں ۱۰ اگست سے وقفہ نہ کیا جائے اور قادیانی مسئلہ کا جلد از جلد فیصلہ کرنے کے لیے اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کا بلاتوقف کام کرنے کی اجازت دی جائے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسمبلی کے اجلاس کے دوران کوئی سازشی ہاتھ پورے ملک میں اور بالخصوص پنجاب میں حالات کو اس حد تک بگاڑ دینا چاہتا ہے کہ اسمبلی کا کام کرنا قریباً ناممکن ہو جائے۔ بیان میں الزام عائد کیا گیا ہے کہ حکومت پنجاب اپوزیشن ارکان کی بار بار اپیلوں کے باوجود حالات کو بہتر بنانے کی بجائے اپنی غیر دانش مندانہ حرکات سے انھیں خراب تر کر رہی ہے، بیان میں مطالبہ بھی کیا گیا ہے کہ پولیس اور سکیورٹی فورس کا تشدد بند کرایا جائے۔ مساجد کی حرمت و تقدس کو پامال نہ کیا جائے، مساجد میں دفعہ ۱۴۴ نافذ نہ کی جائے، ان کے لاؤڈ سپیکر واپس کیے جائیں اور ڈیفنس آف پاکستان رُولز کے تحت گرفتار شدگان کو رِہا کیا جائے۔

جہاں تک اپوزیشن ارکان کے پہلے مطالبہ یعنی قومی اسمبلی کے مسلسل یا بلا وقفہ اجلاس کا تعلق ہے، ہم نہیں سمجھتے کہ اسے پذیرائی سے کیوں محروم رکھا جائے کیوں کہ وزیراعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو خود یہ فرما چکے ہیں کہ عوام اسمبلی کے فیصلہ کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں اور اس بارے میں تاخیر مناسب نہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر یہ واقعی مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ اسمبلی کا اجلاس ملتوی کرنے کا خیال بھی ذہن میں لایا جائے۔ ہمیں توقع ہے کہ ارباب اقتدار

Marfat.com

اس جائز ومعقول مطالبہ کو تسلیم کرنے اور اسمبلی کا اجلاس بلا وقفہ جاری رکھنے میں تامل سے کام نہیں لیں گے۔

ہم ان کالموں میں بارہا گزارش کر چکے ہیں کہ تشدد کی کوکھ سے ہمیشہ تشدد ہی پیدا ہوتا ہے، ہر عمل کا ایک ردعمل ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ ردعمل انتہائی شدید ہوتا ہے۔ پنجاب کے مختلف شہروں سے پولیس اور سکیورٹی فورس کے بے جا تشدد اور اشتعال انگیزی کی خبریں منظر عام پر آتی رہتی ہیں اور اس کے ردعمل کے طور پر بعض شہروں میں مسلسل ہڑتالیں بھی ہوئی ہیں، اس صورت حال نے فضا کو کافی حد تک مکدر کیا ہے اور یہ تسلیم کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیے کہ اشتعال انگیزی اور تشدد عوامی تشویش واضطراب میں اضافہ کا موجب ہی بنے ہیں۔ لوگ پہلے ہی ملک وملت کو درپیش خطرات ومسائل کی سنگینی سے پریشان ہیں۔ قادیانی مسئلہ کے بارے میں انتظامیہ کے رویہ نے ان کی پریشانی میں مزید اضافہ کیا ہے اور وہ منفی رجحانات کے شکار ہوتے نظر آ رہے ہیں حالاں کہ خود وزیراعظم اس بارے میں اس دوٹوک موقف کا اعلان کر چکے ہیں کہ یہ مسئلہ سواد اعظم کی مرضی کے مطابق حل کیا جائے گا۔

ہمارے لیے یہ اَمر نا قابل فہم ہے کہ جب اس مسئلہ پر حزب اقتدار اور حزب مخالف کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، حکومت یہ معاملہ عوام کی اکثریت کی رائے کے مطابق طے کرنا چاہتی ہے، وہ عوام کی اُمنگوں اور آرزوؤں کا احترام کرتی ہے، پھر یہ اشتعال انگیزی اور بلا جواز تشدد کیوں؟ علماء وطلبا کی گرفتاریوں کا کیا مقصد؟ اوکاڑہ، گوجرانوالہ، لائل پور، کھاریاں، جہلم وغیرہ سے اشتعال انگیزی اور تشدد کی جو خبریں منظر عام پر آئی تھیں ان کا کیا جواز تھا؟ جہاں تک کھاریاں کا تعلق ہے گورنر پنجاب نے وہاں پولیس فائرنگ کی تحقیقات کے لیے ایک ٹربیونل قائم کر دیا ہے۔ ٹربیونل کے قیام کے اس اقدام سے مقامی آبادی کو واقعی اطمینان نصیب ہوگا لیکن جس سپرنٹنڈنٹ پولیس پر سنگین الزامات عائد کیے گئے تھے اسے ہنوز معطل یا لائن حاضر نہیں کیا گیا۔ حالاں کہ یہ تحقیقات کا بنیادی تقاضا تھا۔ اسی طرح اوکاڑہ میں وسیع پیمانہ پر گرفتاریوں کا آخر کیا مقصد تھا، جہاں تک گرفتاریوں کا تعلق ہے یہ عمل دوسرے شہروں میں بھی جاری ہے اور اپوزیشن کے دعووں کے مطابق پنجاب میں قریباً پانچ ہزار افراد گرفتار کیے جا چکے ہیں۔ اس قسم کے اقدامات سے نہ صرف لوگوں میں بے چینی اور اضطراب پھیلتے ہیں بل کہ حکومت کے خلاف

Marfat.com

بدظنی اور بدگمانی بھی پیدا ہوتی ہے، اربابِ اقتدار کو سوچنا چاہیے کہ جب وہ سوادِ اعظم کی رائے کا احترام کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں تو پھر یہ سب کچھ آخر کیوں روا رکھا جا رہا ہے۔

☆

انتہائی معقول اور مناسب

۴ ستمبر ۱۹۷۴ء

علماء کرام کا یہ متفقہ مطالبہ بڑا معقول مناسب اور جائز ہے کہ جن افراد کو تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں کی گئی تقاریر کی پاداش میں گرفتار کیا گیا ہے انھیں بلا تاخیر رہا کیا جائے۔ یہ مطالبہ اس تاریخی کنونشن میں ایک قرارداد کے ذریعے کیا گیا جو گزشتہ روز جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ میں ہوئی اور جس میں ملک کے مختلف حصوں کے علماء نے شرکت کی۔

ہمارے لیے یہ اَمر نا قابل فہم ہے کہ جب ختم نبوت کے مسئلہ پر اربابِ سیاست میں کوئی اختلاف نہیں۔ خود وزیر اعظم بھٹو اور کئی دوسرے زعماءِ حکومت اس معاملہ میں سوادِ اعظم کی ترجمانی کر چکے ہیں اور عامۃ الناس کو بارہا یقین دلا چکے ہیں کہ یہ مسئلہ عوامی اُمنگوں کے مطابق حل کیا جائے گا۔ قومی اسمبلی نے ایک خاص کمیٹی کی حیثیت سے قادیانی مسئلہ پر غور وخوض شروع کیا تھا وہ اب آخری مراحل میں ہے اور حکومت 7 ستمبر تک اس بارے میں اپنا فیصلہ منظر عام پر لانے کا وعدہ کر چکی ہے تو پھر آخر ان لوگوں کو رِہا کرنے میں کیا قباحت ہے جو اس تحریک کے سلسلہ میں اسیری و گرفتاری سے دو چار ہوئے ہیں۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ممکن ہے گرفتار ہونے والے بعض لوگ جوش میں آ کر ہوش کا دامن ہاتھ میں نہ تھام سکے ہوں اور جذبات کی رَو میں بہہ گئے ہوں لیکن جب کہ حالات پُرسکون ہیں اور سوادِ اعظم بھی یہ محسوس کر رہے ہیں کہ بہ ظاہر ایسی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اربابِ حکومت عامۃ الناس کی اُمنگوں کا احترام نہ کریں تو پھر کوئی وجہ

Marfat.com

نہیں کہ اسیرانِ تحریک کو رِہا کیوں نہ کر دیا جائے بل کہ ان اسیران کی رِہائی فضا کو مزید خوش گوار بنانے اور حکومت کی نیک نامی کا موجب ہی بنے گی۔ ہمیں توقع ہے کہ علماء کی کنونشن کے اس مطالبہ کو جلد پذیرائی نصیب ہوگی۔

☆

قادیانی مسئلہ۔ باعث اطمینان وامتنان!

۸رستمبر۱۹۷۴ء

یہ امر انتہائی اطمینان و امتنان کا باعث ہے کہ دَور غلامی کی یادگار نوے (90) سالہ پرانے قادیانی مسئلہ کا بالآخر حل تلاش کر لیا گیا ہے۔ یہ مسئلہ طے کرنے کی غرض سے قومی اسمبلی میں حکومتی پارٹی اور حزب مخالف کے ارکان پر مشتمل جو خصوصی کمیٹی قائم کی گئی تھی اس نے مکمل اتفاق رائے سے افہام وتفہیم اور بھائی چارے کے ماحول میں جو حل تلاش کیا ہے وہ سواد اعظم کی توقعات سے بڑھ کر ہے۔ اس وقت جب کہ یہ سطور معرض تحریر میں لائی جا رہی ہیں قومی اسمبلی خصوصی کمیٹی کی متفقہ قرارداد پر غور کر رہی ہے اس کے بعد اس قرارداد کو قانونی شکل دینے کے تمام مراحل طے کر لیے جائیں گے اور سینٹ میں متعلقہ قانونی مسودات کی توثیق کے بعد آج ہی ایک قانون نافذ کر دیا جائے گا۔ ہمیں توقع ہے کہ ان قانونی اقدامات کے ذریعے آئین میں ''مسلمان'' کی جامع تشریح کر دی جائے گی اور یہ صراحت کر دی جائے گی کہ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا یا کسی اور بشر کو نبی ماننے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ علاوہ ازیں اقلیتوں سے متعلقہ آئینی شق میں ترمیم کر کے اس امر کی صراحت بھی کر دی جائے گی کہ مرزائی قادیانی یا لاہوری غیر مسلم اقلیت ہیں۔

اگر یہ تمام مراحل بہ خیر وخوبی طے ہو گئے اور ان سطور کی اشاعت تک حسب توقع متعلقہ قانونی وآئینی اقدامات کی تفاصیل منظر عام پر آ گئیں تو سواد اعظم کے لیے اس سے بڑھ کر امتنان وتشکر کی کوئی اور بات نہیں ہوگی اور ہمیں یقین ہے کہ پوری قوم یہ مسئلہ خوش اُسلوبی سے طے

Marfat.com

اس مسئلہ کا جب تک کوئی فیصلہ نہیں ہوتا، اس وقت تک سواد اعظم کا یہ اولین فرض ہونا چاہیے کہ وہ ملک کو درپیش بھیانک خطرات اور نازک حالات کا احساس کریں، پُرامن رہیں اور کوئی ایسی بات نہ ہونے دیں کہ پاکستان کے دشمن یہاں امن عامہ کا مسئلہ پیدا کرنے یا انتشار و افراتفری پیدا کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔ اس اثنا میں اگر انھیں کسی جانب سے اشتعال دلانے کی بھی کوشش کی جاتی ہے تو انھیں ضبط وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے پُرامن رہنا چاہیے۔ ایسے اِکا دُکا واقعات سننے میں آئے ہیں کہ سواد اعظم کے جذبات کا احترام نہیں کیا گیا اور انھیں مشتعل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہم عوام سے یہ اپیل کریں گے کہ وہ مشتعل نہ ہوں، اکثریت میں ہونے کی وجہ سے سواد اعظم کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے۔

جہاں تک قادیانیوں کے مقاطعہ کا تعلق ہے اس بارے میں ہم کچھ عرض کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ سنسر کی پابندیوں کے باعث ایسی خبریں منظر عام پر نہیں آرہی ہیں جن کے پیش نظر کوئی رائے قائم کی جائے البتہ طرح طرح کی افواہیں پھیل رہی ہیں۔ اگر کسی جگہ قادیانیوں کے مقاطعہ یا سماجی بائیکاٹ کی قسم کی کوئی چیز ہے تو اسے نرم یا کسی حد تک ختم کرنا چاہیے کیوں کہ جیسا کہ وزیراعظم بھٹو نے کہا کسی کو اشیائے خوردنی سے محروم کرنا مناسب نہیں۔ آخر غلام احمدی بھی پاکستان کے شہری ہیں اور اس مسئلہ کا فیصلہ ہونے کے بعد بھی وہ پاکستان کے شہری رہیں گے، شہریوں کے کسی طبقہ کو ضروریاتِ زندگی سے محروم کرنا اچھا نہیں بل کہ نامناسب ہے۔

☆

Marfat.com

تو پھر پکڑ دھکڑ کیوں!!!

۴؍ اگست ۱۹۷۴ء

قادیانی مسئلے کے بارے میں ایک طرف تو اطلاع بڑی اطمینان بخش ہے کہ صمدانی ٹربیونل نے اپنا کام قریب قریب مکمل کر لیا ہے۔ دوسری طرف وزیر اعظم پاکستان اپنے دورۂ بلوچستان میں ہی نہ صرف یہ اعلان کیا کہ اس مسئلے کے حل میں عجلت روا رکھی جائے گی بل کہ انھوں نے اس سلسلہ میں یکم اگست کو کوئٹہ میں ایک اعلیٰ سطح کی کانفرنس بھی بلائی۔ توقع ہے کہ قومی اسمبلی اس سلسلہ میں فیصلے کے لیے کوئی قریبی تاریخ مقرر کرے گی یہ باتیں ان لوگوں کے لیے بھی تسلی کا باعث ہونی چاہیے جو اس بارے میں کسی تساہل کے روادار نہیں اور پنجاب کی انتظامیہ کے لیے بھی ان میں صبر وتحمل اور نرم روی کا اشارہ موجود ہے کہ مسئلہ چوں کہ حل ہونے کے قریب ہے اس لیے اس سلسلہ میں پکڑ دھکڑ اور سخت گیری سے احتراز کیا جائے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ نہ تو فیصلہ طلب کرنے والوں نے اب تک انتظار کی زحمت گوارا کی اور نہ انتظامیہ کے ذمہ دار افسروں نے صبر وتحمل کا کوئی ثبوت دیا۔ سرگودھا، چنیوٹ، لاہور، اوکاڑہ وغیرہ کئی شہروں اور قصبوں سے ایسی خبریں آ رہی ہیں کہ پکڑ دھکڑ اور سخت گیری کا سلسلہ پہلے سے کچھ کم نہیں زیادہ ہی ہے۔ کئی مقامات پر پولیس کے مبینہ تشدد کے خلاف احتجاج بھی ہوئے۔ حد یہ ہے کہ اسیر طالب علموں سے ملاقات کرنے والوں پر بھی پولیس نے لاہور میں لاٹھی چارج کیا اور ملاقات بھی نہ ہونے دی۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ جب اس مسئلے کو جلد از جلد طے کرنے کے اقدامات ہو رہے ہیں تو فریقین میں یہ کش مکش کیوں جاری ہے؟ مطالبہ کرنے والوں اور انتظامیہ دونوں کو اب صبر وضبط سے انتظار کرنا چاہیے لیکن انتظامیہ شاید اس بارے میں کچھ زیادہ ذکاوتِ حس کا ثبوت دے رہی ہے۔ ایک اعلان کے ذریعے اخباروں پر سنسر شپ کی پابندی میں مزید ایک ماہ کی توسیع کر دی گئی ہے۔ اگر فیصلہ چند دن میں ممکن ہے تو پھر ہفتہ بھر کی توسیع کیا

Marfat.com

معنی؟ سوائے اس کے اس سے شکوک پیدا ہوں۔ اخبارات نے اس معاملے میں جس ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے اس کے پیش نظر اس توسیع کا کوئی جواز ہے نہ ان اقدامات کے پیش نظر جو جلد فیصلہ کرنے کے سلسلے میں کیے جا رہے ہیں۔

☆

۷ ستمبر دُور نہیں!

۷ راگست ۱۹۷۴ء

وزیر اعظم بھٹو نے کوئٹہ میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ قومی اسمبلی ۷ ستمبر تک قادیانیوں کے مسئلہ کا فیصلہ کر دے گی، حکومت اس مسئلہ کو طول نہیں دینا چاہتی کیوں کہ یہ نہ ملک کے مفاد میں ہے اور نہ حکومت ہی کے مفاد میں۔ یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اس پر ٹھنڈے دل کے ساتھ غور ہونا چاہیے۔ انھوں نے مزید کہا کہ اس مسئلہ کو طے کرنے کے لیے وہ بذات خود حزب اختلاف کے رہنماؤں سے صلاح مشورہ کریں گے۔

بڑی اچھی بات ہے کہ وزیر اعظم نے ایک انتہائی پیچیدہ مسئلے کے (جس نے قومی زندگی کو بے چینی واضطراب سے دوچار کر رکھا ہے) حل کے لیے ایک قطعی تاریخ کا تعین کر دیا ہے۔ ایک ماہ کی مدت کچھ زیادہ نہیں۔ صمدانی کمیشن کی رپورٹ بیس (۲۰) اگست تک پیش ہوگی، وزیر اعظم چاہتے ہیں کہ قومی اسمبلی اس رپورٹ سے بھی استفادہ کر سکے، وہ خود اس مسئلہ کے ضمن میں اپوزیشن لیڈروں سے بھی ملنا چاہتے ہیں۔ یہ جذبہ بھی نیک ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وزیر اعظم اپنے اس وعدہ پر قائم ہیں کہ وہ قادیانی مسئلہ کو سواد اعظم کی خواہشات کے مطابق حل کریں گے بلاشبہ اس مسئلہ کی راہ میں بین الاقوامی نوعیت کی پیچیدگیاں بھی حائل ہوں گی لیکن ساتھ ہی ساتھ ہمیں یہ بھی نہ بھولنا چاہیے کہ اس مسئلہ کے بارے میں پورے عالم اسلام کے بھی کچھ احساسات ہیں اور وہ بھی پاکستان سے کچھ توقعات وابستہ کیے ہوئے ہے۔ بہرکیف ۷ ستمبر

Marfat.com

دُور نہیں جو بھی فیصلہ ہوگا سامنے آجائے گا تاہم اس مرحلہ پر وزیراعظم بھٹو کی توجہ پولیس تشدد کی جانب مبذول کرانا نہایت ضروری ہے۔ فیڈرل سکیورٹی فورس نے ظلم وتشدد کی جو کارروائیاں کی ہیں ان کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ گزشتہ روز اوکاڑہ میں سینکڑوں خواتین نے احتجاجی جلوس نکالا، مبینہ طور پر پولیس نے ایک مسجد کی بے حرمتی کی، اس شہر میں شہری حکام اور پولیس کے رویہ کے خلاف گزشتہ بارہ روز سے ہڑتال جاری ہے، ادھر لائل پور میں بھی اندھا دُھند پکڑ دھکڑ کے خلاف بہ طور احتجاج ہڑتالیں کی جارہی ہیں، بے چینی واضطراب کی بڑی وجہ یہ ہے کہ قادیانی مسئلہ کے ضمن میں سواد اعظم کے جن افراد کو مختلف شہروں اور قصبوں سے گرفتار کیا گیا تھا انھیں رِہا نہیں کیا جارہا۔ ایک واضح تاریخ کے تعین کے بعد اب ان تمام گرفتار شدگان کو رِہا کردینا چاہیے تاکہ حالات معمول پر آجائیں اور عام لوگوں کا غصہ ٹھنڈا ہو، جس کی بنیاد ہی اس بات پر تھی کہ مسئلے کو جلد حل کیا جانا چاہیے!

ہم احتجاج کرنے والوں سے بھی گزارش کریں گے کہ وہ پُرامن رہیں، سات ستمبر کو برآمد ہونے والے نتیجہ کا انتظار کریں۔ وزیراعظم بھٹو ایک سے زیادہ مرتبہ کہہ چکے ہیں کہ مسئلہ سواد اعظم کی خواہشات کے مطابق حل ہوگا، وہ دیکھیں وزیراعظم کس حد تک اپنا وعدہ ایفا کرتے ہیں۔

مختلف شہروں میں دستی بم وغیرہ پھینکنے کی جو واردات ہورہی ہیں۔ حکومت کو اس کا نوٹس لیتے ہوئے وارداتوں کے مرتکبین کو سخت سزا دینی چاہیے۔ یہ لوگ فساد، افراتفری اور حکومت کے لیے لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا کرنا چاہتے ہیں تاکہ حالات پُرامن نہ رہیں اور حکومت کسی اچھے فیصلہ تک نہ پہنچ سکے۔

آخر میں ہم ایک بار پھر ارباب حکومت کو مشورہ دیں گے کہ وہ اس سلسلے میں تمام گرفتار شدگان کو فوری طور پر رِہا کردیں تاکہ ہڑتالوں اور احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ بند ہوکر حالات بہتر ہوسکیں۔

☆

Marfat.com

اسے ہم آغاز کا نام تو دے سکتے ہیں یہ ہماری منزل نہیں - ابھی تو ہمیں یہاں غیر اسلامی گروہی علاقائی قومیتی عصبیتوں کے فتنے ختم کرنے ہیں، ابھی ان کمیونسٹوں، ترقی پسندوں، سائنٹفک سوشلسٹوں وغیرہ کا احتساب ومواخذہ کرنا ہے جنہیں بانی پاکستان نے بھی وطن کے لیے خطرہ قرار دیا تھا اور جو اسلامی اقدار وشعائر کو پامال کرنے بل کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔ منکرین ختم نبوت کو ہم نے غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا ہے لیکن ان لوگوں کا کیا ہوگا جو سرکاری دربار کی سرپرستی میں ہمارے اساسی نظریات کو پامال کرنے کی ناپاک کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔

مسئلہ حل ہونے کے بعد!

قادیانیوں اور لاہوری احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے متفقہ فیصلہ پر قومی حلقوں میں جس مسرت واطمینان اور جوش وخروش کا اظہار کیا گیا ہے نیز وزیر اعظم بھٹو ارکان قومی اسمبلی کو اس نہایت جرات مندانہ اور تاریخی فیصلہ پر تحسین وتہنیت کے جو ڈونگرے برسائے گئے ہیں وہ ناقابل فہم نہیں۔ اسلامیانِ پاکستان کو اپنی خواہشات کے مطابق اس فیصلہ کے حل پر واقعی خوشی ہوئی ہے اور یہ کوئی خوشامد نہیں، وزیر اعظم واقعی مبارک باد کے مستحق ہیں لیکن جوش ومسرت کے اس اظہار کے ساتھ لوگ اب اس امر کے بھی منتظر ہیں کہ اس قانونی وآئینی حل کے تقاضوں کی تکمیل کا آغاز بھی جلد ہونا چاہیے۔ کلیدی آسامیوں پر فائز یا مختلف حکومتی شعبوں بالخصوص اسمبلیوں، سینٹ، سرکاری ملازمتوں وغیرہ میں اپنی آبادی کے تناسب سے کس قدر زیادہ حصہ وصول کر رہے ہیں اور اسے معقول سطح پر لانے کے لیے کیا کچھ ہونا چاہیے۔ کسی شہر، قصبہ وغیرہ میں وہ عام شہریوں سے زیادہ مراعات سے بہرہ ور تو نہیں۔ اگر ایسا ہے تو اس کا سدّ باب کس طرح ہونا چاہیے۔ آئین کی ایک شق میں ترمیم کے ذریعے اسمبلیوں میں ان کی نشستوں کا تعین تو کر دیا گیا ہے مختلف ملازمتوں میں بھی ان کا کوٹہ مقرر ہونا چاہیے۔ اس طرح ان کے حقوق کا بھی تحفظ ہو جائے گا اور سواد اعظم کو بھی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔ علاوہ ازیں اس امر کا بھی جائزہ لینا چاہیے کہ انتخابی فہرستوں کی از سر نو تیاری کی تو ضرورت نہیں۔ مناسب تو یہی ہے کہ جداگانہ طریق انتخاب کا اُصول اپنایا جائے تا کہ اسمبلیوں کے لیے اپنے نمائندے بھی یہ خود ہی منتخب کریں۔ ہمیں توقع ہے کہ اربابِ حکومت ان مسائل پر بھی بلا تاخیر توجہ کریں گے، آخر میں ہم یہ

Marfat.com

عرض کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس بارے بھی ہشیار و چوکس رہنا چاہیے کہ وطن دشمن اور منحرف عناصر اس قومی فیصلہ کو سبوتاژ کرنے کی کوشش نہ کریں۔

☆

افہام وتفہیم، ایک خوش آیند جذبہ

۱۰ ستمبر ۱۹۷۴ء

قادیانیوں اور لاہوری احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور اس دیرینہ مسئلہ سے متعلقہ بعض دوسرے اُمور کے بارے میں حکمران جماعت اور اپوزیشن کے مابین افہام وتفہیم کا جو جذبہ کارفرما رہا ہے بلاشبہ وہ ایک خوش آیند بات اور نیک شگون ہے۔ خود وزیراعظم بھٹو اور اپوزیشن کے رہنماؤں نے سات ستمبر کے تاریخی اعلان کے موقع پر توقع ظاہر کی ہے کہ افہام و تفہیم کا یہ جذبہ کارفرما رہا تو دوسرے قومی مسائل حل ہونے کی راہ بھی نکل آئے گی۔ بلاشبہ اس جذبہ کو برقرار رکھنے کی اشد ضرورت ہے اور قومی مسائل کے حل کا واحد اور یقینی راستہ یہی جذبہ ہو سکتا ہے۔ حکمران پارٹی اور اپوزیشن نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ جب انھوں نے اس جذبہ کو اور افہام وتفہیم کے اُصول کو راہ نما بنایا تو اُلجھنیں ختم ہوگئیں اور پوری قوم نے ان کی اس رَوِش کو سراہا۔ قوم ہرگز ہرگز یہ نہیں چاہتی کہ حکمران جماعت اور اپوزیشن باہمی عداوت کا مظاہرہ کریں۔ پارلیمانی جمہوریت میں اپوزیشن کا کردار بھی اُتنا ہی اہم ہوتا ہے جتنا کہ حکمران جماعت کا۔ کیوں کہ اس نظام میں آج کی حکمران جماعت کل اپوزیشن بنچوں پر بھی بیٹھ سکتی ہے اور آج کی اپوزیشن کل کو اقتدار و اختیار کی مالک بھی بن سکتی ہے۔

☆

Marfat.com

ختم نبوت۔اسیرانِ تحریک رِہا کیے جائیں!

۱۴ر ستمبر ۱۹۷۴ء

قادیانی مسئلہ کے سوادِ اعظم کی منشا کے مطابق اور خوش اُسلوبی کے ساتھ طے ہو جانے کے بعد قومی حلقوں میں اس توقع کا اظہار ہونے لگا تھا کہ حزبِ اقتدار اور اپوزیشن نے اس مسئلہ کے حل کی تلاش میں مفاہمت اور افہام وتفہیم کے جس جذبہ کا مظاہرہ کیا وہ برقرار رکھا جائے گا اور خوش گوار سیاسی فضا میں ملک وملت کو دَرپیش دیگر مسائل طے کرنے کی سعی و جہد کی جائے گی چناں چہ قومی اسمبلی میں حزبِ مخالف کے ممتاز رہنما پروفیسر غفور احمد نے اس خواہش کا اظہار بھی کر دیا تھا کہ اپوزیشن اور حکومتی پارٹی کے مابین مذاکرات کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے،قومی حلقوں نے یہ توقع بھی ظاہر کی تھی کہ سیاسی فضا کو مزید خوش گوار بنانے کی غرض سے ان تمام علماء کرام،طلبا اور دیگر افراد کو رِہا کر دیا جائے گا جنھیں قادیانیوں کے خلاف تحریک کے سلسلہ میں گرفتار کیا گیا تھا۔وزیر اعظم بھٹو نے قومی اسمبلی میں اپنی تقریر کے دوران یہ اعلان کیا تھا کہ اسیرانِ تحریک کے بارے میں نرم رویہ اختیار کیا جائے گا اور انھیں رہا کر دیا جائے گا۔لیکن یہ بڑی عجیب بات ہے کہ قادیانی مسئلہ کے فیصلہ کو ٹھیک ایک ہفتہ گزر رہا ہے مگر نہ صرف اسیرانِ تحریک کو رِہا نہیں کیا گیا بل کہ تازہ گرفتاریاں عمل میں لائی جا رہی ہیں اور ابھی گزشتہ روز طالب علم لیڈر جاوید ہاشمی کو گرفتار کیا گیا ہے۔

اس پس منظر میں قومی اسمبلی کے رکن جناب ظفر احمد انصاری اور جماعت اسلامی کے قائم مقام امیر مولانا جان محمد عباسی کی جانب سے یہ مطالبہ (جس کی ''یوم تشکر'' کے موقع پر پوری قوم نے تائید کی ہے) بڑا معقول ومناسب ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک میں گرفتار کیے جانے والے تمام علماء،طلبا اور کارکنوں کو رِہا کیا جائے۔تازہ گرفتاریوں کا سلسلہ بند کیا جائے اور ۷ستمبر کے تاریخ ساز فیصلہ نے اعتماد کی جو فضا پیدا کی ہے۔اسے برقرار رکھا

Marfat.com

جائے۔اس وقت یونیورسٹیاں، کالج اور تمام دوسرے تعلیمی ادارے کھل چکے ہیں اور تعلیمی زندگی کی فضا قابل رشک طور پر خوش گوار ہے، امتحانات سر پر ہیں اور طلبا اپنی تعلیمی تیاریوں میں مصروف ہیں، ان حالات میں طلبا کو جیل میں بند رکھنے سے نہ صرف ان کا تعلیمی زیاں ہوگا بل کہ طالب علم خواہ مخواہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ آخر ان کے ساتھی طلبا کو جیلوں میں کیوں رکھا ہوا ہے اور تازہ گرفتاریاں کیوں عمل میں لائی جارہی ہیں۔ظاہر ہے اس طرح موجودہ خوش گوار سیاسی فضا نیز حکومت اور اپوزیشن کے موجودہ اچھے تعلقات کو نقصان ہی پہنچے گا۔قومی زندگی پر ایک بار پھر خلفشار وانتشار کے منحوس بادل چھا جائیں گے اور اس کا فائدہ پاکستان کے دشمنوں کو ہی پہنچے گا۔

ہمارے خیال میں اربابِ اقتدار واختیار کو جو لوگ اسیرانِ تحریک کی رہائی کے خلاف یا مزید گرفتاریاں عمل میں لانے کے مشورے دے رہے ہیں-وہ ملک وملت کی کوئی خدمت نہیں کررہے۔وزیراعلیٰ پنجاب جناب حنیف رامے نے ابھی گزشتہ روز یہ کہا تھا کہ انھیں قادیانیوں کے خلاف مظاہرے کرنے والوں پر گولی چلانے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ہمارے خیال میں اُسیرانِ تحریک کو رہانہ کرنے یا مزید گرفتاریاں عمل میں لانے کے مشورے بھی اسی نوعیت کے ہیں اور ان کے نتیجہ میں اس کے سوا اور کچھ برآمد نہیں ہوگا کہ قومی زندگی میں اتحاد ویک جہتی کی جو فضا پیدا ہونے لگی ہے وہ پھر انتشار وافتراق کی نذر ہوکر رہ جائے گی۔

☆

Marfat.com

ہونے پر "یوم تشکر" منائے گی اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر شکرانہ کے نفل ادا کرے گی کہ یہ باری تعالیٰ کی نظر کرم ہی تھی جس کی بدولت وزیر اعظم بھٹو اور ان کی پارٹی کے ارکان سے لے کر حزب مخالف تک کو یہ توفیق عطا ہوئی کہ وہ متحد و متفق ہو کر ایک ایسا مسئلہ سوادِ اعظم کی توقعات کے مطابق حل کر سکیں جو قریباً ایک صدی سے ملت اسلامیہ کے لیے ناسور بنا ہوا تھا۔

فطرت کا یہ اُصول ہے کہ ہر عمل کا ردعمل ہوتا ہے۔ ہر عمل کے مضمرات ہوتے ہیں اور ہر عمل کے عواقب و نتائج برآمد ہوا کرتے ہیں۔ قادیانی مسئلہ کا جو حل تلاش کیا گیا ہے اس کا ردعمل مضمرات اور عواقب و نتائج کا برآمد ہونا بھی ایک فطری بات ہے اور ارباب اقتدار و سیاست، علماء کرام، سرکاری مشینری بل کہ پوری قوم کو ان سے خوش اُسلوبی کے ساتھ عہدہ برآ ہونے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ یہ سب کے تدبر و بصیرت کی آزمائش ہے اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آزمائش میں سرخرو فرمائے۔ اس ضمن میں اولین ضرورت تو اس بات کی ہے کہ کامیابی کا جوش (یا دوسری جانب سے ناکامی کا تاسف) کوئی ایسی صورت اختیار نہ کرنے پائے جو امن و امان کے لیے مضرت رَساں ہو۔ یہ حل قوم کے اعلیٰ ترین قانونی، آئینی اداروں نے کیا ہے اور پوری قوم کو اس کا احترام کرنا چاہیے۔ اس لیے ہم ہر فرقہ، ہر گروہ اور ہر گروپ سے اپیل کریں گے کہ وہ قومی نظم و ضبط اور امن و امان قائم رکھیں۔ مرزائیوں وغیرہ کو بھی اس فیصلہ کا احترام کرنا چاہیے اور اپنی نئی حیثیت (غیر مسلم اقلیت کی حیثیت) سے اپنے شہری فرائض سرانجام دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھنی چاہیے۔ ہم انھیں یقین دلاتے ہیں کہ پاکستان کی دوسری اقلیتوں کی طرح وہ بھی ہمارے نزدیک لائق احترام ہیں اور ہمیں توقع ہے کہ حکومت بھی بہ حیثیت غیر مسلم اقلیت ان کے حقوق کے تحفظ کا پورا اہتمام کرے گی۔

اس مرحلہ پر ہم ایک اور اہم معاملہ کی جانب توجہ دلانا بھی ضروری خیال کرتے ہیں، یہ معاملہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ فرقہ پاکستان اور دوسرے ممالک میں اسلام کی جس انداز میں تبلیغ کرتا رہا ہے یا اسلام کو جس رنگ میں پیش کرتا رہا ہے۔ اس کا توڑ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ یہ معاملہ ہمارے علماء کرام اور ارباب اقتدار و حکومت کے لیے لمحۂ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ تبلیغ بے پایاں وسائل و ذرائع کی متقاضی ہوتی ہے اور ارباب اقتدار و حکومت کو سوچنا چاہیے کہ وہ اپنے مختصر وسائل و ذرائع کے علاوہ سعودی عرب، لیبیا، خلیج کی عرب اُمارتوں

Marfat.com

اور دوسرے امیر مسلم ممالک کی امداد و اعانت سے کوئی جامع تبلیغی و اشاعتی پروگرام شروع کر کے اسلام کی کوئی خدمت کر سکتے ہیں!!!

قادیانی مسئلہ بہت پرانا تھا اور اس کے خلاف سوادِ اعظم کی تحریک بھی اُتنی ہی پرانی تھی لیکن ماضی میں سیاسی و غیر سیاسی مصلحتیں عوامی جذبات و احساسات کو دبانے بل کہ سواد اعظم کی دل آزاری کا باعث بنتی رہیں۔ تحریک ختم نبوت کے علم بردار علمائے کرام، اربابِ سیاست، تاجر، طلبا الغرض ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ خاک وخوں میں غلطاں بھی ہوئے، تشدد بھی سہتے رہے، اَسیری و نظر بندی کا نشانہ بھی بنتے رہے اور طرح طرح کی دوسری مصیبتیں بھی جھیلتے رہے۔ ہم تحریک ختم نبوت کے علم برداروں کو خراج عقیدت پیش کرتے وقت ان شہدا کو سلام کرتے ہیں جن کی قربانیاں بالآخر رنگ لائی ہیں۔

جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا کہ تحریک ختم نبوت کی داستان بہت پرانی ہے اور یہ کبھی ختم نہیں ہوئی تھی لیکن اس کی موجودہ کروٹ خود اس آئینی فرقہ کی پیدا کردہ تھی جس نے حادثہ ربوہ کا چرکہ لگا کر اس تحریک کو پھر فعال بنا دیا تھا اور اس تحریک نے اتنی شدت اختیار کر لی تھی کہ وزیر اعظم بھٹو نے بھی۔ جن کی انگلیاں ہمیشہ عوام کی نبض پر رہتی ہیں۔ یہ محسوس کر لیا تھا کہ اس مسئلہ کا علاج یہی ہے کہ سواد اعظم کی خواہشات کے مطابق اسے حل کر دیا جائے چناں چہ انھوں نے ۱۳ جون کو ہی یہ بیان دے کر یہ مسئلہ حل کر دیا تھا کہ جو مسلمان ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن ہر مسئلہ حل کرنے کا کوئی قرینہ اور سلیقہ ہوتا ہے۔ کچھ تقاضے ہوتے ہیں اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ یہ مسئلہ طے ہو گیا ہے اور وزیر اعظم بھٹو بالخصوص مبارک باد کے مستحق ہیں جنھوں نے داخلی و خارجی دباؤ اور سیاسی مصلحتوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے یہ نوّے (۹۰) سالہ مسئلہ حل کرنے کے لیے جرات و ہمت کا مظاہرہ کیا۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ مجلس عمل والے اپنے جلسے میں مسٹر بھٹو کو مدعو کر کے ان کا شکریہ ادا کریں۔ انھوں نے جو کچھ کیا ہے بے شک ان کا دینی فریضہ تھا لیکن پھر بھی وہ قوم کے شکریے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

آخر میں ہم یہ اپیل کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اب جب کہ یہ مسئلہ حل ہو گیا ہے تو ان اسیروں اور نظر بندوں کی رہائی کا بھی اہتمام ہونا چاہیے جو تحریک کے دوران پکڑے گئے تھے۔

Marfat.com

ہمیں یقین ہے کہ اربابِ حکومت پہلی فرصت میں ان کی رہائی کے احکامات صادر کردیں گے۔

☆

کی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وفا تُو نے

۹ر ستمبر ۱۹۷۴ء

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے قومی اسمبلی میں منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے متعلقہ تاریخی مسودہ قانون پر تقریر کرتے ہوئے بجا طور پر کہا ہے کہ احمدیوں کے بارے میں جو فیصلہ کیا گیا ہے وہ متفقہ اور پوری قوم کا فیصلہ ہے۔ بلاشبہ یہ مسئلہ اسّی نوے سال سے مسلمانوں کے لیے تکلیف واذیت کا موجب بنا ہوا تھا۔ اگست ۱۹۴۷ء تک غلامی کا دَور تھا اور انگریز امت مسلمہ کے جذبات واحساسات کا احترام کرنے کی بجائے اپنے خود کاشتہ پودے کی حفاظت کرکے اسلامیانِ برصغیر کی دل آزاری کا موجب بنتے رہے۔ آزادی کے بعد یہ مسئلہ سیاسی مصلحتوں کا شکار رہا اور 1953ء میں طاقت کے ظالمانہ استعمال سے اس مسئلہ کو دبانے کی کوشش کی گئی۔ ہم اس وقت اس مسئلہ کے اَلم ناک اور کرب انگیز پہلوؤں کی تفاصیل کی وضاحت کرنا نہیں چاہتے اور صرف یہ کہنے پر اکتفا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بالآخر یہ محسوس کرلیا گیا ہے کہ

بہ مصطفیٰ برسان خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی است

پاکستان اسلام اور شریعت محمدی کی سربلندی کے لیے معرض وجود میں آیا تھا اور قائداعظم کی زیر قیادت قیام پاکستان کی عہد آفریں تحریک کے دوران اسلامیانِ برصغیر کے بچے بچے نے ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لاالہ الا اللہ!!!'' کا نعرہ لگا کر یہ واضح کردیا تھا کہ ایک علاحدہ وطن کے

Marfat.com

حصول کی جدوجہد کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ایک خدا، ایک کتاب، ایک رسول، ایک ملت کی لازوال اَساس پر ایک قابل تقلید اسلامی مثالی معاشرہ معرض وجود میں لایا جائے۔ قیام پاکستان کے بعد بدقسمتی سے ہمارے وابستگان اقتدار و سیاست اور ارباب بست وکشاد خود غرضی مفاد پرستی نفسانفسی علاقائی و گروہی عصبیتوں ذاتی فلسفوں اور سیاسی مصلحتوں کا شکار ہو گئے اور پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی معاشرہ کی شکل دینے کا فریضہ فراموش کر بیٹھے۔ وہ یہ بھول گئے کہ کائنات ارضی کا یہ ٹکڑا ہم نے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا سبز ہلالی پرچم سربلند کرنے کی غرض سے حاصل کیا تھا، اس نصب العین کو فراموش کرنے کی ہم نے کافی سزا بھگتی۔

بہرکیف یہ امر باعث اطمینان ہے کہ ہماری منزل اب کچھ واضح ہوتی نظر آرہی ہے۔ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے گزشتہ روز اپنی تقریر میں اس امر کی ایک بار پھر وضاحت کر دی ہے کہ پاکستان کے نظریہ اور وجود کی بنا اسلام پر ہے۔ اب مسٹر بھٹو نے جس جرات مندی اور دلیری کے ساتھ قومی اُمنگوں کی تکمیل کا جس طرح اہتمام کیا ہے کوئی عجب نہیں کہ وہ عقبیٰ میں ان کی نجات کا موجب بننے کے ساتھ قوم کی بھی نشاۃ ثانیہ کا باعث بن جائے۔

اس وقت جب کہ پاکستان کے مسلمان اور ہمارے وابستگان اقتدار و سیاست یہ مسئلہ خوش اُسلوبی کے ساتھ متفقہ طور پر حل کرنے کی کامیابی پر فخر ومباہات کا اظہار کر رہے ہیں ہم انھیں یہ یاد دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے ''پاکستان'' کی بقاوسلامتی اسی میں ہے کہ یہاں شریعت محمدی کے اقدار و شعائر کی سربلندی کا اہتمام کیا جائے۔ اس مملکت کے ہر شہری کو خواہ وہ رائے دہندہ کی حیثیت رکھتا ہو، خواہ عوام کا نمائندہ ہو، خواہ ہیئت مقتدرہ کا رکن ہو، خواہ اِس سیاسی جماعت یا اُس سیاسی جماعت سے تعلق رکھتا ہو۔ ہم صاف صاف بتا دینا چاہتے ہیں کہ وہ اچھی طرح سن لے کہ

کی محمد سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا کے تقاضے محض ختم نبوت پر یقین نہ رکھنے والے یا کسی مدعی نبوت کو نبی یا مصلح ماننے والے کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے سے ہی پورے نہیں ہو جاتے۔ پاکستان میں شریعت محمدی کا پرچم سربلند کرنے کے لیے ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے،

Marfat.com

سر ظفر اللہ۔ نیا شوشہ

۲۱ر ستمبر ۱۹۷۴ء

قومی اسمبلی نے دو ہفتے پیشتر احمدیوں مرزائیوں وغیرہ کا مسئلہ جس خوش اُسلوبی سے سواد اعظم کی خواہشات کے مطابق حل کیا ہے اس پر نہ صرف پاکستان بھر میں اطمینان وسکون کا اظہار کیا گیا ہے بل کہ سارے عالم اسلام میں بھی اسے بہ نظر استحسان دیکھا گیا ہے۔ احمدیوں مرزائیوں کی آئینی حیثیت متعین ہونے کی بدولت ملک اس بھیانک تباہی سے بچ گیا ہے جو خانہ جنگی کے خطرہ کی صورت میں ہمارے سروں پر منڈلا رہی تھی۔ قومی اسمبلی کے فیصلہ پر اگرچہ مرزائیوں احمدیوں وغیرہ کا جماعتی سطح پر کوئی رد عمل منظر عام پر نہیں آیا لیکن یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے بھی اس فیصلہ کو اس اعتبار سے غنیمت جانا ہے کہ اقلیتی تحفظ میں آنے کے بعد وہ سکھ چین کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں گے۔ ربوہ میں زندگی معمول پر آچکی ہے وہاں بسیں وغیرہ بھی ٹھہرنے لگی ہیں، ان کا سوشل بائیکاٹ بھی ختم ہو گیا ہے اور گزشتہ دو ہفتوں کے دوران میں ملک کے کسی بھی شہر قصبہ گاؤں قریہ میں کسی ''احمدی'' یا ''مرزائی'' کی نکسیر تک نہیں پھوٹی لیکن یہ بڑی عجیب بات ہے کہ سر ظفر اللہ ایسے ''برگزیدہ مرزائی'' ملک سے باہر بیٹھ کر پاکستان سے وفاداری کا دعوی بھی کرتے ہیں اور قومی اسمبلی کے فیصلے کو ہدف تنقید بنا کر ملک کی بدنامی کا باعث بھی بن رہے ہیں۔

چودھری سر ظفر اللہ پاکستان کے بزرگ اور ممتاز قانون دان کی حیثیت سے ہمارے لیے واجب الاحترام ہیں۔ ہم ان کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اکابر پاکستان نے سر ظفر اللہ کو اپنی صف میں شامل کرنے کی جو کوشش کی تھی اور انھیں ملک کا پہلا وزیر خارجہ ہونے کا جو اعزاز بخشا تھا اور پاکستان کے طفیل انھیں عالمی عدالت انصاف میں ایک طویل عرصہ تک جج کے منصب پر فائز رہنے کا جو موقع ملا تھا چودھری صاحب اپنی عمر کے آخری حصہ میں پہنچ کر وہ سب احسانات فراموش کر چکے ہیں اور جماعتی تعصب نے انھیں اس قدر بوکھلا

Marfat.com

دیا کہ انھیں پاکستان میں امن و آشتی اور سکون و اطمینان بھی تشدد کی صورت میں نظر آتا ہے۔
چودھری صاحب اب قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں، انھیں اب تو خدا خوفی سے کام لینا چاہیے تھا اور یہ کہنے سے پہلے کہ ''ان کے فرقہ کے لوگوں کو ابھی تک تشدد کا نشانہ بنایا جارہا ہے'' اس کی تصدیق تو کر لینی چاہیے تھی۔

سر ظفر اللہ نے اپنے اس انٹرویو میں مذہب یا ایمان کے بارے میں بندے اور خدا کے تعلق کا جس انداز سے ذکر کیا ہے وہ کسی سیکولر معاشرہ میں ہی قابل پذیرائی ہوسکتا ہے اور پاکستان کوئی سیکولر ملک نہیں، ایک اسلامی مملکت ہے اور اس کے آئین میں تمام قوانین وضوابط کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی ضمانت دی گئی ہے۔ قومی اسمبلی نے صرف یہ فیصلہ کیا ہے کہ آئین میں لفظ ''مسلمان'' کی تشریح وتوضیح کر دی ہے۔ یہ اس کا آئینی اور دستوری فریضہ تھا۔ یہ درست ہے کہ نیتوں کا حال صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے وہ علیم و بصیر ہے لیکن جہاں تک مسلمان ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا تعلق ہے اس نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مسلمان ہونے کی شرائط کے بارے میں انسانوں کو آگاہ کر دیا ہے۔

یہی تعریف ساری دنیا میں مسلّم ہے اور قومی اسمبلی نے دستور میں ''مسلمان'' کی بھی یہی تعریف کی ہے اور اس پر ساری امت مسلمہ متفق ہے۔ چودھری صاحب بڑے متقی، پرہیز گار اور مومن ہوں گے لیکن اگر وہ مسلمان کی اس تعریف کو تسلیم نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے فرمائی ہے تو پھر معاف کیجیے انھیں مسلمانوں میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ قومی اسمبلی کے ارکان پورے گیارہ دن جماعت احمدیہ کے سربراہ کے دلائل و براہین کی سماعت کرتے رہے ہیں وہ اپنے موقف کے بارے میں جو کچھ کہنا چاہتے تھے انھوں نے کہا اور ان کے دلائل سننے کے بعد قومی اسمبلی کا انتہائی آزاد خیال مسلمان رکن بھی ان کی حمایت نہیں کر سکا اور مرزائیوں احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کی تجویز پر صاد کرنے پر مجبور ہو گیا بل کہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے بعد کسی مرزائی رکن پارلیمنٹ کو بھی اس قرارداد کے خلاف ووٹ ڈال کر اپنی ''جرات ایمانی'' کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ چودھری صاحب اپنے مسلک کے بارے میں اپنے ''دینی پیشوا'' سے زیادہ ''عالم دین'' تو نہیں کہ وہ مسلمان کی تعریف پر حرف زنی کرنے لگے ہیں۔

Marfat.com

مرزائی اور احمدی پورے نوے (۹۰) سال تک انگریز اور ہندو کی پیدا کردہ فضا میں پروان چڑھتے رہے ہیں، اب اگر مسلمان ان کے عقائد کی وجہ سے انھیں اپنی صفوں میں شامل نہیں دیکھنا چاہتے اور قومی اسمبلی کے فیصلہ کے بعد انھیں اپنے حقوق و مفادات جان و مال وغیرہ کا تحفظ بھی حاصل ہوگیا ہے تو پھر ان کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ پاکستان کے اقلیتی شہریوں کی حیثیت سے ملک وملت کے لیے کام کریں اور اگر وہ یہ نہیں کرسکتے تو انھیں کم از کم سر ظفر اللہ کے بیان اور **الفضل** کی تحریروں کی طرح پرانی باتوں کا اعادہ کر کے حسب سابق فتنہ پھیلانے سے تو گریز کرنا چاہیے۔ ارباب اقتدار وحکومت کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ آئین میں ترمیم کر کے قانونی و انتظامی تقاضے پورے کریں۔

مرزائیوں احمدیوں وغیرہ کے بہ حیثیت اقلیت جان و مال، حقوق و مراعات کے تحفظ کا انتظام تو ہوگیا ہے بل کہ لوگ خود ان کے شہری حقوق کا حد سے زیادہ پاس کرنے لگے ہیں۔ اب حکومت کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس فرقہ پر بے جا سرکاری نوازشات، کلیدی آسامیوں کی صورت میں انعامات اور اپنے حصہ سے زیادہ مراعات سواد اعظم میں کسی نئی تلخی کا موجب نہ بن جائیں۔ حادثہ ربوہ کے بعد مرزائیوں کے خلاف تحریک میں جو مطالبات کیے گئے تھے وہ قومی اسمبلی کے فیصلہ کے قانونی و انتظامی تقاضے ہیں اور انھیں جلد از جلد پورا ہونا چاہیے۔

☆

Marfat.com

مجلس عمل توجہ کرے!

۲۶ر ستمبر ۱۹۷۴ء

ہمارے نوٹس میں یہ بات لائی گئی ہے کہ تحریک ختم نبوت کے حالیہ ولولہ انگیز مرحلہ کے دوران گوجراں والہ میں جن افراد کو گرفتار کیا گیا تھا وزیر اعظم بھٹو کی واضح ہدایات کے باوجود ان میں سے دو درجن سے زائد اسیروں کو رہا نہیں کیا گیا۔ ان اسیروں میں سے بیشتر مزدور پیشہ ہیں اور ان کے بیوی بچے فاقہ کشی کی نوبت کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ہم یہ عرض کرنے کی پوزیشن میں نہیں کہ گوجراں والہ کے علاوہ اور کس قصبے میں کتنے اسیر ابھی تک جیلوں میں پڑے ہیں اور ان میں سے کتنوں کے بیوی بچے نانِ شبینہ کو ترس رہے ہیں لیکن یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے کہ ہمارے وابستگانِ اقتدار و سیاست (بہ شمول حزب اختلاف) قادیانی مسئلہ کے تسلی بخش تصفیہ کو اپنی کامیابی پر محمول کر کے مسرتوں کے شادیانے بجا رہے ہیں، دیگیں پکا پکا کر بانٹ رہے ہیں لیکن جن لوگوں کی سعی و جہد اور قربانی کی بدولت انھیں یہ دن دیکھنا نصیب ہوا تھا ابھی تک جیلوں میں پڑے ہیں اور ان کے بیوی بچے ناگفتنی مسائل سے دوچار ہیں۔

یہ صورت حال ارباب اقتدار و سیاست (اور مجلس عمل کے لیے بھی) فوری توجہ کی متقاضی ہے۔ اربابِ اقتدار کو دیکھنا چاہیے کہ جب وزیر اعظم نے تمام اسیرانِ تحریک کو رہا کرنے کے احکام صادر کر دیے ہیں تو یہ لوگ ابھی تک جیلوں میں کیوں پڑے ہیں؟ کون لوگ انھیں مختلف حیلے بہانے کر کے جیلوں میں رکھ کر حکومت کی ساکھ خراب کر رہے ہیں۔ مجلس عمل کے ارباب بست و کشاد کو چاہیے کہ وہ ہر صوبہ میں ضلع تحصیل اور تھانہ وار فہرستیں مرتب کریں کہ تحریک کے دوران کون کون پکڑا گیا تھا اور ان میں سے ابھی کتنے افراد جیلوں میں ہیں پھر ان کے مقدمات لڑنے اور ان کے بیوی بچوں کی امداد کا بھی کوئی جامع پروگرام وضع کرنا چاہیے۔ یہ ہمارے سامنے کی بات ہے کہ ہندو جب کوئی تحریک شروع کرتا تھا تو تحریک کے لیے قربانیاں دینے

Marfat.com

والوں کی قانونی و مالی امداد اور ان کے بیوی بچوں کی دیکھ بھال تک کا اہتمام کرتا تھا۔ مجلس عمل کو بھی قربانیاں دینے والوں کا کچھ خیال کرنا چاہیے اس کے پاس کافی فنڈز ہوں گے انھیں استعمال بھی کرنا چاہیے۔

☆

قادیانیت-آئینی ترمیم پر عمل درآمد

۷ر ستمبر ۱۹۷۵ء

سات ستمبر ۱۹۷۴ء کو عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے جو متفقہ آئینی ترمیم منظور ہوئی تھی اور جس کے ذریعے مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا تھا وہ مسلمانوں کے قریباً پون صدی سے مسلسل اور بھرپور علمی تنظیمی اور عملی جدوجہد کا بہت خوش گوار بلکہ لازوال ثمر تھی۔ اس تاریخی کامیابی پر اسلامیانِ پاکستان نے جو اطمینان ظاہر کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کا دل و جان سے شکر ادا کیا تھا وہ بالکل صحیح اور پوری طرح واجب تھا۔ کیوں کہ اس آئینی ترمیم نے فی الواقع

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

کی واشگاف صورت پیدا کر دی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عامۃ المسلمین کے اس دیرینہ مطالبہ اور تقاضائے ایمانی کے آئینی اہتمام کو بیشتر قادیانیوں نے خوش دلی سے قبول نہیں کیا کیوں کہ ان کے لیڈر اور ترجمان اپنی بھرپور ناکامی کو چھپانے کے لیے مسلمانوں کے مطلوب اس ٹھوس اور دُور رس اثرات کی حامل آئینی ترمیم کا استخفاف کرنے میں بڑی دیدہ دلیری سے کام لے رہے ہیں اور ان کے اس رویہ اور طرزِ عمل سے بہت سے مسلمان بھی پریشان

Marfat.com

ومضطرب ہو کر یہ سوال پوچھنے لگتے ہیں کہ جس آئینی ترمیم کو مسلمانوں کی تاریخی کامیابی اور قادیانیت کے مسئلہ کے مکمل حل کی ضامن ٹھوس بنیاد قرار دیا گیا تھا اس کے منطقی، قانونی اور انتظامی تقاضے پورے ہونے میں اتنی تاخیر اور سست روی کا باعث کیا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ قادیانیوں کے لیڈروں اور ترجمانوں کی نادانستہ خود فریبی یا دانستہ خوش فہمی اور اس کے کھلے اظہار سے کچھ فرق نہیں پڑ سکتا کیوں کہ ایک سال پہلے منظور ہونے والی آئینی ترمیم اتنی ٹھوس اور جامع ہے کہ قادیانیت نے مسلمانوں کے ایک نہایت بنیادی عقیدہ ختم نبوت پر ایمان کے انحراف کا جو خطرہ پیدا کر دیا تھا اس کے مکمل اور مستقل اِزالے کی بنیاد رکھ دی گئی ہے اور خدا کے فضل سے اُمید کی جا سکتی ہے کہ جس مسئلے کو حل کرانے کے لیے مسلمانوں کو تقریباً پون صدی تک مسلسل جدوجہد کرنی پڑی، اس کے تمام منطقی تقاضے پورے ہونے میں اب بہت عرصہ تک انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ ختم نبوت کے بنیادی عقیدے کے تحفظ کے لیے مسلمانوں کی جدوجہد رواں صدی کے اوائل میں اس وقت شروع ہو گئی تھی جب ایک مبلغ اور مناظر کی حیثیت سے کچھ ساکھ حاصل کرنے کے بعد مرزا غلام احمد نے نبی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا اگرچہ تمام راسخ العقیدہ مسلمانوں نے کسی تامل کے بغیر مسترد کر دیا تھا لیکن برطانوی اقتدار کی سامراجی اور اسلام دشمنی مصلحتوں کے تحت نبوت کاذبہ کے اس سلسلے کو انگریزوں نے اپنی سرپرستی میں لے لیا چناں چہ قادیانیت کے خلاف عملی جدوجہد اور تحریک کا موثر آغاز قیام پاکستان کے بعد ہی ہوا۔

ابتدائی دَور میں بعض مقتدر حلقوں اور روشن خیالی اور ترقی پسند ہونے کے مدعی حلقوں نے عامۃ المسلمین کے ایمان کے اس تقاضے اور دل کی اس پکار کو کما حقہ اہمیت نہ دی اور ۱۹۵۳ء میں تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں ملک گیر تحریک ان حلقوں کی اسی کم فہمی اور کج فکری کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکی۔ لیکن اس کے بعد جوں جوں قادیانیت کی اصلیت اور قادیانیوں کے در پردہ عزائم بے نقاب ہوتے گئے۔ انھیں دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے مطالبہ کو بڑی تیزی سے وسعت حاصل ہوتی گئی چناں چہ (۲۹) مئی ۱۹۷۴ء میں جب قادیانیوں نے اپنے گڑھ ربوہ میں مسلمان طلبا پر دیدہ دلیرانہ حملہ کیا تو اس پر ملک گیر ردعمل کو (جس میں ہر علاقہ، طبقہ اور سطح کے مسلمان شامل تھے) روکنا کسی بھی طاقت کے لیے ممکن نہ رہا، اور وزیراعظم مسٹر بھٹو نے بھی تدبر اور حقیقت پسندی سے کام لے کر یہ مسئلہ قومی اسمبلی پر مشتمل خصوصی کمیٹی کے سپرد کر دیا، جس نے

Marfat.com

دو ماہ سے زاید عرصہ تک تمام پہلوؤں کا مکمل جائزہ لینے کے بعد اس دیرینہ مسئلہ کو حل کرنے کے لیے وہ متفقہ سفارش کی تھی، جسے بعد میں پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے باضابطہ آئینی ترمیم کے طور پر اتفاق رائے سے منظور کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔

ساری قومی اسمبلی پر مشتمل خصوصی کمیٹی نے آئینی ترمیم کے ساتھ بعض قانونی اور آئینی اقدامات کی بھی سفارش کی تھی اور ارباب حکومت نے پارلیمنٹ میں ان کے سلسلہ میں بھی ضروری کارروائی کا یقین دلایا تھا، ان میں سب سے زیادہ اہمیت آئینی ترمیم کے مطابق ضابطہ تعزیرات میں تبدیلی کو حاصل تھی۔ جس کے لیے مسودہ قانون کو قومی اسمبلی میں پیش ہوئے کئی ماہ ہو چکے ہیں، اور یہ اُمید کی جاتی ہے کہ اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں اسے منظور کر لیا جائے گا۔

ضابطہ تعزیرات میں یہ ترمیم ہو جانے کے بعد مسلمانوں کے دیرینہ اضطراب کے خاتمہ کی مثبت اور موثر صورت پیدا ہو جائے گی، اور قادیانیوں کی موجودہ خوش فہمی اور ان کے ترجمانوں کی دیدہ دلیری کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا۔

دریں اثنا شناختی کارڈوں، رجسٹریشن فارموں، اسمبلی کی رکنیت کے لیے کاغذات نامزدگی وغیرہ اور اب عازمین حج کے لیے جو حلف نامے ضروری قرار دیے گئے ہیں ان کے اثرات بھی اس قدر محدود نہیں ہیں، جس قدر عام طور پر سمجھے جاتے ہیں۔ جب یہ سلسلہ اعلیٰ فنی اور پیشہ وارانہ تربیت کی درس گاہوں، ملازمتوں وغیرہ تک وسیع کیا جائے گا تو آئینی ترمیم سے متوقع نتائج زیادہ ٹھوس انداز میں اور نسبتاً تیز رفتار سے منظر عام پر آنے لگیں گے۔

بہرحال آئینی ترمیم کے بعد صحیح سمت میں قدم اٹھانے کا آغاز تو ہو گیا ہے اور مسلمانوں کی تمام توقعات بتدریج پوری ہو جائیں گی۔ ہمیں اُمید ہے کہ حکومت نے آئینی ترمیم کے موقع پر تحفظ ختم نبوت کی تحریک کے زمانہ میں تمام مقدمات واپس لینے کا جو برملا وعدہ کیا تھا اور جس پر عمل درآمد کے لیے وزیراعظم نے کئی بار اعلانات بھی کیے ہیں ان کے سلسلہ میں بھی مطلوبہ قانون اور انتظامی کارروائی میں اب مزید تاخیر نہیں کی جائے گی تا کہ کسی بھی نوعیت کی بدگمانی کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔

☆

Marfat.com

ہفت روزہ لیل ونہار، لاہور

Marfat.com

ربوے کے آدمی

۲ تا ۸ رجون ۱۹۷۴ء

ربوہ، تحریک مرزائیت کے دارالحکومت سے وحشت اور اضطراب میں جلتی سُلگتی خبر آئی، پشاور سے کراچی آنے والی چناب ایکسپریس پر تین ہزار مسلح مرزائیوں نے حملہ کیا اور اس گاڑی میں سفر کرنے والے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے 170 طلبہ پر پل پڑے، گاڑی کو ایک گھنٹہ تک سٹیشن پر روک کر، طالب علموں کو پلیٹ فارم پر لٹا کر زدوکوب کیا، جس ڈبے میں وہ سفر کر رہے تھے اس کے دروازے اور کھڑکیاں نشانہ بنے اور ٹوٹ ٹوٹ کر گرے، 50 طالب علم شدید زخمی ہوئے، 12 کی حالت نازک ہے۔

قصور ان طالب علموں کا یہ تھا کہ ملتان سے پشاور جاتے ہوئے ربوے کے سٹیشن پر انھوں نے ختم نبوت کے حق میں نعرے لگائے تھے جس پر انھیں سبق سکھانے کی تیاریاں کی گئیں، وحشیانہ منصوبہ بنایا گیا۔ اس ساری سازش میں ربوے کا قادیانی سٹیشن ماسٹر بھی شریک رہا۔ ان طالب علموں کی واپسی کا دن معلوم کر کے تین ہزار مسلح افراد ریلوے سٹیشن پر قابض ہو گئے۔ پچاس ساٹھ مخبرین سرگودھا بھیجے گئے تاکہ وہاں سے چناب ایکسپریس میں سوار ہوں اور ربوہ پہنچتے ہی اس بوگی کی نشان دہی کر دیں جس میں پاکستان کے 170 جوان بیٹے سفر کر رہے تھے...... ملک بھر میں اس کارروائی نے ردعمل کی آگ بھڑکا دی ہے، احتجاج ہو رہا ہے، لوگ سڑکوں پر ہیں اور ربوے کی اس ''مملکت اندر مملکت'' کو ختم کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

مرزائیت کیا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے؟ بدقسمتی سے ہمارے ہاں اسے محض ایک مذہبی ٹولہ سمجھا گیا ہے لیکن درحقیقت یہ ایک سیاسی تحریک ہے، ایسی تحریک جس کا مقصد اکھنڈ بھارت کا قیام اور برصغیر میں سامراجی مفادات کی نگہداشت ہے۔ یہ مقاصد اس تحریک کے رہنماؤں کی کھلی سرگرمیوں سے بھی واضح رہے ہیں، اور ان کی جھلک ان کے ''ارشادات'' اور ''بشارات''

Marfat.com

میں بھی مل جاتی ہے۔ یہ تحریک سیدھے سادے مسلمانوں کو علمی تاویلات اور رومانی تعبیرات کے دام میں اُلجھا کر بے وقوف بناتی ہے اور انھیں مرزائیت کا ''بپتسمہ'' دے دیتی ہے۔ اب تو بے شمار نوجوان ایسے بھی ہیں جو اسے محض ورثے میں وصول کر کے سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ انھیں کچھ معلوم نہیں مرزائیت کیا ہے، نہ انھوں نے کبھی اس پر غور کیا ہے لیکن میراث میں ایک مذہبی تعصب پا کر وہ مرزائی یا احمدی ہیں اور اس لفظ کے لیے اپنے اندر ایک تڑپ موجود پاتے ہیں وہ اسے بھی شیعہ سُنّی وہابی نام کی کوئی چیز سمجھتے ہیں۔

کوتاہ نظروں کی کوتاہ نظری نے مرزائیت کے خلاف اس طرح کے محاذ بنائے کہ جو اہل مرزائیت کو اشتعال دلانے اور اپنے عقیدے میں مضبوط بنا دینے میں معاون ثابت ہوئے۔ سستی نعرہ بازی، اوچھے حملوں اور فحش گالیوں سے ''مرصع'' گفتگو کسی کو قائل تو نہیں کر سکتی، غصہ ضرور دلا سکتی ہے، چناں چہ مرزائیت کے خلاف کئی ایسے مبلغین بھی اُبھرے، جنھوں نے عامیوں کے ذوق کو اُبھار کر داد و تحسین تو حاصل کر لی، ''فاتح قادیان'' اور ''فاتح ربوہ'' بھی کہلائے لیکن مرزائیت کی جڑ نہ مار سکے۔

اس میں کیا شک کہ مرزائیت ایک خطرناک مرض ہے۔ یہ مرض اگر پھیلتا گیا تو پاکستان جاں بر نہ ہو سکے گا لیکن ہم محض نعرہ بازی کو اس کا علاج نہیں سمجھتے......اس مرض کے انسداد کے لیے لازم ہے کہ اس کی قیادت کو بے نقاب کیا جائے، اس کے عزائم کھول کر بیان کیے جائیں اور سادہ لوح انسانوں کو اس ''مذہبی عفریت'' سے چھٹکارا دلایا جائے۔ ربوہ کے واقعہ نے ایک بار پھر نشان دہی کر دی ہے کہ مرزائی قیادت ایک بڑا خطرہ ہے، بہت بڑا خطرہ۔

اس قیادت نے عملی طور پر اپنی علاحدہ مملکت تشکیل دے رکھی ہے اور پاکستان کے قوانین سے بالا قانون خلیفہ صاحب کی زبان ہے، خلیفہ صاحب اپنے 'بزرگوں' کی طرح مذہبی رہنما ہیں اور اپنے کارکنوں کے مذہبی جذبات میں حلول کر کے ان سے ایسے اقدامات کراتے ہیں جو ان کے ''مذہبی درجات'' بلند کرنے والے ہوں لیکن درحقیقت ان سے پاکستان کی سالمیت اور استحکام کو نقصان پہنچے۔

خلیفہ صاحب اور ان کے ساتھی حکمران ٹولے نے اپنے مریدین کو اب ربوے کے سٹیشن پر جس طرح استعمال کیا ہے، یہ برصغیر کے موجودہ حالات میں بہت تشویش ناک ہے۔ ایٹم بم

Marfat.com

کے دھماکے کے بعد، جب کہ اتحاد اور تنظیم کی ضرورت کا احساس ہر محبّ وطن کو ہے...... اتنی بڑی شرارت بے معنی نہیں۔ اس سے ملک بھر میں مذہبی جذبات بھڑک سکتے اور خانہ جنگی کا سماں پیدا ہوسکتا ہے۔

حکومت پر لازم ہے کہ ربوے کی اس مملکت پر ضرب کاری لگائے۔ وہاں سٹیشن ماسٹر سے لے کر پولیس کے سپاہی تک سب مرزائی ہیں، آخر کیوں؟

کیا پاکستان کے آئین میں اس بات کی گنجائش ہے کہ کوئی سیاسی جماعت اپنی اس طرح کی بستی بسائے اور وہاں ملکی قانون نہ چلنے دے؟

کیا یہ سانحہ نہیں کہ پاکستان کے ایک مقام پر پاکستان کے بیٹے پٹتے رہیں اور سٹیشن ماسٹر گاڑی چلنے دے نہ پولیس موقع واردات پر پہنچے؟

کوئی ریاست، اپنے اندر کسی دوسری ریاست کا وجود برداشت نہیں کرسکتی۔ اگر ایسا ہوتو پھر دوسرے سیاسی گروہوں کو بھی ایک ایک ضلع کا قبضہ دے دینا چاہیے تاکہ وہاں ان کا اقتدار ہو جائے اور یوں سلطنت مغلیہ کے آخری دَور کی تصویر کھنچے تو مکمل طور پر کھنچے۔

جس طرح دوسری سیاسی جماعتوں کے کارکنوں پر سرکاری ملازمتوں اور نازک اداروں کے دروازے بند ہیں اسی طرح مرزائیت کے ارکان کے ساتھ بھی یہی سلوک روا رکھنا چاہیے۔ اگر جماعت اسلامی، تحریک استقلال اور مسلم لیگ جیسی محبّ وطن جماعتوں کا کوئی رکن سرکاری ملازم نہیں رہ سکتا تو پھر اس جماعت مرزائیت کے ارکان کس طرح 'امتیاز' کے مستحق ٹھہرے؟

اس کے ساتھ ہی ساتھ تحریک مرزائیت کے قائدین کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے مذہبی اصطلاحات کا جامہ پہننے سے باز رکھا جائے ...... کسی بھی سیاسی جماعت کے قائدین کو خلیفہ، امیر المومنین اور اسی طرح کے دوسرے مناصب گھڑ کر ان پر خود کو فائز کر لینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ آئینی طور پر ان حضرات کو مذہبی اقلیت قرار دیا جائے کیوں کہ ان کے اعتقادات کو عامۃ المسلمین لائق ملامت سمجھتے ہیں اور ان صاحب کو جنھیں یہ نبی مانتے ہیں؛ مسلمان- جھوٹا اور کاذب قرار دیتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی ماننے کا تصور کر ہی نہیں سکتے۔ اس مسئلے کا حل یہی ہے کہ ان کا مسلمانوں سے الگ

Marfat.com

تشخص تسلیم ہو، اور انھیں ہر وہ تحفظ اور ہر وہ حق دیا جائے جس کے غیر مسلم مستحق ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کی ''جماعت احمدیہ'' ایک سیاسی جماعت ڈکلیئر ہو، جس طرح کہ پاکستان میں بسنے والے ہندوؤں نے بھی اپنی تنظیم ''کانگرس'' کے نام سے بنا رکھی تھی، اور پھر یہ بھی دیکھا جائے کہ کیا اس جماعت کی سرگرمیاں، سیاسی جماعتوں کے پاس شدہ قانون کے مطابق ہیں؟ اور عقیدۂ اکھنڈ بھارت کی قائل کسی جماعت کو یوں زہر پھیلانے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

مجیب الرحمٰن شامی

۳۰ مئی ۱۹۷۴ء

☆

Marfat.com

بلاعنوان

۹ تا ۱۵ ارجون ۱۹۷۴ء

یکم جون کو حکومت پنجاب نے اخبارات اور جرائد پر پہرہ بٹھا دیا...... حکم ہوا، حادثۂ ربوہ سے پیدا شدہ صورتِ حال کے متعلق کسی قسم کی خبر یا تبصرہ شائع نہ کیا جائے۔ یہ حکم نامہ ۳۰ دن تک حکمران رہے گا۔

پنجاب کے وزیر اعلیٰ خود اخبار نویس رہے ہیں، اہل دانش میں بھی ان کا شمار ہوتا ہے، اسی لیے ہمیں تعجب ہوا، اور دُکھ بھی کہ ان صاحب کے دَور میں تو ایسا فیصلہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ لاہور کے روزنامہ اخبارات کے ایڈیٹروں سے ملاقات کے دوران انھوں نے اتفاق بھی کیا تھا کہ سنسر ہوگا، تو بُرا ہوگا۔ انھوں نے اخبارات سے تعاون کرنے اور احتیاط سے کام لینے کی اپیل کی تھی، کیوں کہ خبریں رُک جائیں تو افواہیں پھیلتی ہیں اور افواہیں جذبات کا جو بازار گرم کر سکتی ہیں، اس سے کسی کو انکار کی مجال نہیں...... لیکن پھر جانے کیا ہوا کہ بندش آزادی پر غالب آ گئی اور اب تک یہی صورت ہے۔

اور یہ صورت ہمارے لیے پسندیدہ نہیں...... ہم اس پر مضطرب ہیں اور اس اضطراب کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اخبارات پہلے ہی محتاط تھے، حکومت ان سے رابطہ رکھتی اور اپنا نقطۂ نظر واضح کرتی تو ان کی احتیاط میں اضافہ ہو سکتا تھا۔ اب آل انڈیا ریڈیو اور بی بی سی کی طرف لوگوں کے کان لگے رہتے ہیں اور ان کی واضح دروغ گوئی اور پاکستان دشمنی کے باوجود ان کا کوئی نہ کوئی حرف کسی نہ کسی دل میں حرفِ صداقت بن کر اُتر ہی جاتا ہے۔ اگر حالات کی واضح اور سچی تصویر لوگوں کے سامنے آتی رہتی تو دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ حالات کہیں زیادہ تیزی سے معمول پر آ جاتے۔

بہر حال اب جب کہ سرکاری دعویٰ ہے، حالات صوبے بھر میں معمول پر ہیں تو پھر سنسر کی

Marfat.com

ضرورت کیا رہی؟ اس لیے ہمارا مطالبہ ہے کہ اگر غیر معمولی حالات میں (حکومت کے نقطۂ نظر سے) اخبارات اور جرائد کی زباں بندی لازمی ٹھہر گئی تھی تو اب تک یہ روِش کیوں؟ حالات میں سکون اور ٹھہراؤ پیدا ہو رہا ہے تو قلم سے پہرے بھی ہٹا دیجیے کہ

زمانہ یوں تو کسی پر نظر نہیں کرتا
قلم کی بے ادبی درگزر نہیں کرتا

☆

Marfat.com

سب سے اہم بات

۱۶ تا ۲۲ رجون ۱۹۷۴ء

۱۳رجون کو شام کے وقت وزیراعظم بھٹو ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر قوم سے مخاطب ہوئے اور اپنی حکومت کے اس عقیدے کا اعلان کیا کہ جو شخص ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتا۔ مسلمان نہیں ہے۔ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مسئلہ قومی اسمبلی کے سامنے پیش کرنے کا وعدہ ہوا اور کہا گیا کہ اس ۹۰ سال پرانے مسئلے کا حل کیا جائے گا۔ وزیراعظم نے آواز بلند کرتے ہوئے کہا کہ:

> ''قادیانیوں کا مسئلہ حل کرنے کا شرف بھی مجھے حاصل ہوگا اور یہ اعزاز مجھے خدا کے حضور سرخ رُو کردے گا۔''

آج جون کی ۱۴ تاریخ ہے اور جولائی کی آمد میں صدیاں نہیں، ۱۶ دن باقی ہیں۔ مسلمان عوام وزیراعظم کو ۱۶ دن کا یہ موقع دینے کو تیار ہیں بہ شرط یہ کہ اس کے بعد مسلمانوں کے جذبات اور مطالبات کی تسکین کا مرحلہ آئے۔ اُمید کی جانی چاہیے اور کوشش بھی کہ یہ مرحلہ آئے گا اور ضرور آئے گا۔ علماء، طلبا اور سیاسی زعماء پر لازم ہے وہ اس دوران نہ تو ایسے مشتعل ہوں کہ خون کا بازار گرم ہونے کا خدشہ پیدا ہو، اور نہ ایسے سرد ہوں کہ خون رَگوں میں جم کر رہ جائے۔ یہ ۱۶ دن کا مرحلہ بڑا ہے، اسے دانش مندی سے عبور کرلیا گیا تو پھر منزل تک رسائی آسان ہوگی۔

اس عرصے کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ نزاع قادیانیوں اور مسلمان عوام کے درمیان ہے اور انھی کے درمیان رہے۔ حکومت نے اب تک اس معاملے میں مسلمانوں کے جذبات کے ساتھ جذبات کا اظہار کیا ہے، قادیانیوں کی جان و مال کی حفاظت کی کوشش تو کی ہے (اور کرنی بھی چاہیے) لیکن ان کے عقائد سے کسی طرح ہم آواز نہیں ہوئی۔ قادیانیوں کی سازش اور کوشش یہ ہوسکتی ہے کہ جھگڑا اس طرح بڑھے کہ حکومت اور عوام دست و گریباں ہو جائیں اور حضرات ربوہ بیچ میں سے نکل ہی جائیں۔ اب تک تو علماء، طلبا اور سیاسی زعماء نے اس کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیا اور جدوجہد کا رخ ربوے کی سلطنت کے خلاف ہی رہا ہے۔ آیندہ کے

Marfat.com

لیے مزید ہوشیاری اور فراست سے ربوے ہی کی طرف یلغار کرنا ہوگی، ربوے ہی کی طرف حملہ کرنا ہوگا...... رخ اسلام آباد کی طرف ہوگا تو ربوے کی جیت کے امکانات بڑھ جائیں گے۔ ہاں، اگر...... ''اہل اسلام آباد'' قادیانیوں کے ناجائز حقوق کے تحفظ پر اُتریں تو پھر جنگ ان سے ہو، اور اس زور سے ہو کہ سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے اور بنجارہ لاد چلے۔ حکومت اس انجام سے بچنا چاہتی ہے تو ضروری ہے کہ وہ عوام کے خلاف کسی طور صف آرا نہ ہو، عوام کو نشانہ نہ بنائے، ان کے جذبات کے خلاف اقدامات کی حماقت کا ارتکاب نہ کرے...... اس طرح حکومت اور عوام مل کر اس مسئلے پر قابو پالیں گے اور اگر قادیانیوں کی پشت پر کوئی غیر ملکی امداد، کوئی بیرونی سہارا موجود ہے تو اسے شکست فاش دیں گے۔

قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مسئلہ نہ حزب اختلاف کا گھریلو معاملہ ہے نہ حزب اقتدار کا۔ یہ ایک قومی مسئلہ ہے، اور پوری مسلمان قوم اس سے متعلق ہے۔ اس کے خلاف قومی سطح پر جدوجہد کی جارہی ہے اور کی جانی چاہیے۔ اسے جماعتی یا گروہی رنگ دے دیا گیا یا اس سے سیاسی مفادات حاصل کرنے کی ٹھانی گئی تو بس یوں سمجھ لیجیے کہ آپ کامیابی مرزا ناصر احمد کی دہلیز پر رکھ کر چلے آئے۔

۱۴ جون کی عظیم الشان ہڑتال نے بھی واضح کر دیا ہے کہ عوام کے جذبات کس رنگ میں اور کس نقطے پر ہیں۔ اربابِ اقتدار نے بھی اسے دیکھ لیا اور یہ بھی ملاحظہ کر لیا کہ اب تک جدوجہد کا رُخ ربوے کے خلاف ہے۔ اسلام آباد سے لوگ ابھی تک اس معاملے میں تنازعہ مول نہیں لینا چاہتے۔ وہ جناب وزیراعظم اور جناب وزیراعلیٰ پنجاب کے اعلانات، ختم نبوت کے عقیدے سے وابستگی اور تعلق کی بدولت پُراُمید ہیں۔ یہ اُمید ٹوٹی تو بہت کچھ ٹوٹ جائے گا۔

وزیراعظم صاحب! آپ کے الفاظ خوب سہی، مگر الفاظ پر کون بیٹھا رہے، کون مطمئن ہو؟ ...... کیا آپ نے نہیں سنا؟

آدمی نہیں سنتا آدمی کی باتوں کو
پیکر عمل بن کر غیب کی صدا ہو جا

☆

Marfat.com

صاحب! ذرا سوچ سمجھ کر

۲۳ تا ۲۹/ جون ۱۹۷۴ء

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا مطالبہ ہے؛ قادیانیوں کے مسئلے پر بحث کرنے کے لیے قومی اسمبلی کا جو اجلاس جولائی میں ہونے والا ہے۔ اس میں ان حضراتِ غیر مسلم کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دینے کے لیے بل پیش کیا جائے۔ قرارداد کافی نہ ہوگی اور اس سے کوئی مقصد حاصل نہ ہو سکے گا۔ مجلس عمل کے سربراہ مولانا یوسف بنوری نے ۱۸ دینی اور سیاسی جماعتوں کے اس موقف کا اعلان بھی کر دیا ہے کہ قادیانیوں کا معاملہ اسلامی مشاورتی کونسل یا سپریم کورٹ میں بھیجنے کی ہرگز ہرگز کوئی ضرورت نہیں۔ ایسا ہوا، تو اسے تاخیری حربہ سمجھا جائے گا اور مسلمان عوام کسی تاخیری حربے کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ پشاور سے کراچی تک طالب علم لیڈروں نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے اور کر رہے ہیں۔

ایک طرف پاکستان بھر کے علماء کرام، مشائخ عظام، سیاسی قائدین اور طلبہ نمائندے اس رائے پر ایک آواز ہیں اور دوسری طرف پیپلز پارٹی کے شیخ الاسلام حضرت مولانا کوثر نیازی نے ''علمائے کرام'' کے ایک وفد سے ملاقات کے دوران ارشاد کیا ہے کہ ختم نبوت کے منکر کافر تو ہیں لیکن قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مسئلہ بڑا پیچیدہ اور اُلجھا ہوا ہے۔ اسے ایک دن میں حل نہیں کیا جا سکتا، اس کے دینی پہلو پر اسلامی مشاورتی کونسل اور قانونی پہلو پر سپریم کورٹ کو غور کرنا ہو گا...... مولانا کوثر نیازی کے یہ ارشادات اس شان سے اخبارات میں چھپے ہیں کہ ان کی تفصیلات دوسرے دن بھی موصول ہوئیں اور خبر دو دن چھپتی رہی۔

وزیراعظم بھٹو نے اپنے نشریے میں مشاورتی کونسل اور سپریم کورٹ کی بات تو کی تھی لیکن اس انداز سے کہ اسمبلی (جس کے سرکاری ارکان پر پارٹی کا کوئی دباؤ نہیں ہوگا) چاہے تو ان اداروں کے پاس بھیج سکتی ہے، مجھے (وزیراعظم کو) اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ ان اداروں کے پاس یہ معاملہ ضرور بھیجا جائے گا، لیکن اب وزیر اطلاعات

Marfat.com

نے وزیراعظم کی بات کو جو مفہوم عطا کیا ہے! ہمیں کہنے دیجیے کہ اس سے معاملہ پیچیدہ ہوا ہے اور اس میں اُلجھاؤ پیدا کرنے کی دانستہ یا نادانستہ کوشش فرمائی گئی ہے۔

مولانا کوثر نیازی دل پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمائیں کہ اسلامی مشاورتی کونسل میں شامل (دو حضرات کے علاوہ) علما کی حیثیت اور وقعت کیا ہے؟ اسلامی مشاورتی کونسل کی پریسٹج (prestige) کیا ہے، اور ان محترمہ نے کون سا ایسا کارنامہ انجام دیا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس کا احترام جما ہو۔ پریس ٹرسٹ، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے مطلب کے بیانات ارشاد کرنے اور اک عدد رِیش مبارک پر قبضہ جما لینے سے کوئی شخص محکمۂ اطلاعات کے مطابق ''ممتاز عالم دین'' بن جاتا ہو تو شوق سے یہ تخلیقی کاروبار جاری رکھے، لیکن ان حضرات کو کسی بھی طرح امت اسلامیہ کے اجتماعی فیصلے پر مزید غور کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ پاکستان سے لے کر مکہ میں جمع ہونے والے دنیا بھر کے مسلمان علماء تک قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے چکے، اور تو اور خود حضرت مولانا کوثر نیازی بھی اسی رائے کا اظہار کر چکے...... پھر اب اسلامی مشاورتی کونسل کیا کرے گی؟ اس کے سامنے دو ہی راستے تو ہوں گے: قادیانیوں کو مسلمان قرار دے یا غیر مسلم، فرض کیجیے غیر مسلم قرار دے دیتی ہے تو پھر اس فتوے کی کیا حیثیت ہوگی؟ یہ کاغذ کا ٹکڑا کسی کے کیا کام آسکے گا؟ کیا یہ ٹکڑا مشاورتی کونسل اور اس کے خالقوں کی جاہ و حشمت کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا باعث نہ بن جائے گا؟

اب رہا سپریم کورٹ کا معاملہ...... سبحان اللہ! جب دستور بن رہا تھا اور مطالبہ ہو رہا تھا کہ عدالتوں کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ قومی اسمبلی کے بنائے ہوئے قوانین کو اسلام کی کسوٹی پر پرکھ سکیں...... اور اگر اسمبلی کوئی حرکت خلاف اسلام ہو تو اسے رد کر سکیں تو حضرت مولانا سمیت کسی بھی سرکاری رکن اسمبلی نے یہ بات مان کر نہ دی۔ اسمبلی کے بنائے ہوئے قوانین کو (اسلام کی بنیاد پر) 'جسٹس ایبل' (Justiceable) بنانے پر تیار نہ ہوئے...... لیکن اب حضرات محترم اسے سپریم کورٹ کے حوالے کرنے پر مُصر ہیں، جس مسئلے پر کوئی اختلاف ہی نہیں، اس وقت سپریم کورٹ کی رائے لینے کا فیصلہ، ؎ پسلی پھڑک اُٹھی نگہ انتخاب کی

لیکن بہر حال سپریم کورٹ ایک باوقار ادارہ ہے اس پر عوام کو بھی اعتماد ہے اس کی عظمتوں کے اور رفعتوں کے سامنے ہر پاکستانی کا سر خم ہے...... اگر حضرت مولانا کی سکیم پر عمل کرتے

Marfat.com

ہوئے مسئلہ اس کے پاس بھیجنا ہی ٹھہر جائے، تو پھر مانگئے، تین دن کے اندر اندر ریفرنس...... مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے کی قرارداد پر بھی تو تین دن کے اندر اندر جواب مانگا گیا تھا۔ اب ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟ غیر معیّنہ مہلت دے کر معاملہ کسی کے سپرد کرنے کا تو صاف اور واضح مطلب سرد خانے کی رونق بڑھانا ہے۔

حضرت مولانا نے ایک اور لذیذ بات ارشاد فرمائی کہ اپوزیشن والے جو آرڈی نسں، آرڈی ننس کے ذریعے مسئلہ حل کرنے کا شور برپا کر رہے ہیں تو یہ ان کی ''دورنگی'' کا واضح ثبوت ہے۔ حکومت کسی چھوٹے سے مسئلے پر بھی آرڈی ننس جاری کرتی ہے تو یہ 'غیر جمہوری' کا ہنگامہ کھڑا کرتے ہیں لیکن اب اتنے بڑے مسئلے پر آرڈی ننس کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

حضرت! افسوس، آپ اپوزیشن کے مطالبے کو سمجھے ہی نہیں، یہ مطالبہ تو سرکار کا یہ کردار دکھانے کے لیے کیا جا رہا ہے کہ اپنی ذرا ذرا سی خواہش پر تو آرڈی ننس لے کر آجاتی ہے لیکن کروڑوں مسلمانوں کے مطالبے پر قومی اسمبلی کی حاکمیت کا خیال آیا ہے......کوئی شخص قومی اسمبلی کی برتری کے تصور سے انکار نہیں کر سکتا۔ یہ مطالبہ نہیں اس خواہش کا اظہار ہے کہ کاش یہ حکومت اپنی خواہشات کو بھی، قومی خواہشات ہی کی طرح سمجھ لے اور ہر معاملے کو قومی اسمبلی میں پیش کرنے کی عادت اپنائے۔

حضرتِ کوثر اسلام ہی کا نام لے لے کر اس مقام تک پہنچے ہیں، آج بھی ان کی شخصیت کا اصل مظہر ''مولانا'' کا لفظ ہے۔ ان پر لازم ہے، اس لفظ کی لاج رکھیں، اپنی جماعت کے قائدین پر زور دیں کہ وہ کسی قسم کی ''تاخیری منصوبہ سازی'' نہ کریں......اس کے ساتھ ہی ساتھ بیرون ملک پبلسٹی کی طرف توجہ دیں، ظفر اللہ خان کی گمراہ کن پریس کانفرنس اور مرزا ناصر احمد کے شرانگیز انٹرویو سے جو غلط تاثر اُبھرا ہے اور یہودی پریس جس طرح مرزائیوں کو 'مظلوم' بنا کر اُچھال رہا ہے، اس کا رد کریں۔ دنیا کو بتائیں کہ جارحیت مرزائیوں نے کی ہے اور مسلمان عوام ان کی جان اور مال کے درپے نہیں، صرف ان کا علاحدہ تشخص تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔ جناب وزیر اطلاعات کل عالم کو یہ بھی بتائیں کہ مرزائی حضرات نے اہل پاکستان کا معاشی اور سماجی استحصال کر رکھا ہے۔ کم اہلیت کے مرزائی بڑے عہدوں پر جا پہنچتے ہیں اور مسلمانوں سے ان کی نفرت کا عالم یہ ہے کہ ان کے غموں میں شریک ہونا کفر سمجھتے ہیں۔ ظفر اللہ خان نے قائداعظم

Marfat.com

تک کا جنازہ نہیں پڑھا تھا۔

وزارتِ اطلاعات یہ فرض ادا کرلے، تو پھر یقین رکھیے مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہے گی اور حکومت کے بعض عناصر جس ''غیر ملکی دباؤ'' اور ''غیر ملکی پروپیگنڈے'' سے خوف زدہ ہو رہے ہیں، ان کا خوف دُور ہو جائے گا۔

حیرت ہے ابھی تک وزارتِ اطلاعات اور حکومت کے دوسرے ذرائع نے ان خطوط پر کام کا آغاز نہیں کیا، اسے نا اہلی قرار دیا جائے یا بدنیتی پر محمول کیا جائے؟ اگر نا اہلی ہے تو اس کی سزا اہل اقتدار کو تو بھگتنا پڑے گی، پاکستانی عوام کو بھی وہ خواہ مخواہ ساتھ لپیٹ لیں گے...... اور اگر یہ بدنیتی ہے، تو پھر یاد رکھیے اس معاملے میں ''بدنیتی'' نہیں چلے گی۔ یہ خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ناموس کا معاملہ ہے اگر اس کو مصلحتوں اور اغراض میں چھپانے اور دبانے کی کوشش کی گئی تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز ہرگز اسے معاف نہ کریں گے اور اہل اقتدار کے اقتدار کا سورج اس طرح غروب ہوگا کہ رات کی سیاہی ہمیشہ کے لیے ان کا مقدر بن جائے۔

کوثر نیازی صاحب! آپ وزیر اطلاعات ہیں اور مولانا بھی، آپ بہ خوبی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو لمحے لمحے کی اور ہر ہر دل کی اطلاع ہے۔ اس کا نظام اطلاعات آپ کے نظام اطلاعات سے کہیں موثر اور کہیں منظم ہے۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سچے غلام کا کردار ادا کیجیے۔ یہ دنیا رام کہانی ہے، جان بھی اک دن جانی ہے اور اقتدار کو بھی چلے ہی جانا ہے۔ اس لیے 'تاخیری راہیں' ڈھونڈنے کی بجائے ایسے قدم اٹھایئے، ایسے کوشش کیجیے، ایسے زبان کھولیے کہ معاملات کی گرہیں کھلتی چلی جائیں۔

سرحد اسمبلی کا فیصلہ

وزیر اعظم بھٹو نے اپنے نشریے میں مفتی محمود کو طعنہ دیا تھا کہ ان کے دَورِ اقتدار میں سرحد اسمبلی نے مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کے لیے کچھ نہیں کیا۔ مفتی صاحب نے اسی وقت جواب دے دیا تھا کہ یہ مسئلہ طے کرنا قومی اسمبلی کا کام ہے، سرحد اسمبلی کا نہیں...... لیکن وزیر اعظم کو

Marfat.com

اصل جواب سرحد اسمبلی نے دیا ہے، جہاں متفقہ طور پر یہ قرارداد منظور ہوئی کہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دے دیا جائے اور حکومت کو ان کے سیاسی اور انتظامی اثر سے محفوظ رکھنے کی تدبیر ہو۔

سرحد اسمبلی کے اس بروقت فیصلے کو پورے ملک میں سراہا جا رہا ہے۔ دیکھیں پنجاب، سندھ اور بلوچستان کی اسمبلیاں بھی ایسی ہی قرارداد منظور کرنے کی سعادت کب حاصل کرتی ہیں؟......اور پھر ایک جلسۂ عام میں ہاتھ اُٹھوا لینے کو عوام کی رائے قرار دے کر شیخ مجیب کو چھوڑ دینے والے، ملک بھر کے مسلمانوں کے مشترکہ مطالبے کو کب آئینی شکل دیتے ہیں؟

☆

Marfat.com

سیاہ گھڑی

۳۰ جون تا ۶ رجولائی ۱۹۷۴ء

سرزمین پنجاب نے یہ سیاہ گھڑی بھی دیکھی اور ایک نہیں، دو بار دیکھی کہ اس کے منتخب نمائندوں کی اسمبلی میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش نہ کی جا سکی۔ پہلے تو حزب اختلاف کے قریباً ۲۳ رارکان نے اس ضمن میں قرارداد کا نوٹس دے رکھا تھا، اس سے قومی اسمبلی کو یہ سفارش کرنا مقصود تھا کہ مرزا غلام احمد کو مذہبی پیشوا ماننے والوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ سپیکر نے فنی ضوابط کا سہارا لے کر قرارداد پیش نہ ہونے دی، اس کے بعد ۲۷ جون کو اپوزیشن کے ۲۵ اور حکومتی پارٹی کے ۴۵ رارکان نے پھر اسی مضمون کی قرارداد پیش کی، تو اسمبلی کے ضابطوں کی دیوار جوں کی توں رہی۔ حزب اختلاف نے اجلاس کا بائیکاٹ کیا...... قائد ایوان حنیف رامے نے الزام لگایا کہ حزب اختلاف جمہوریت کو ناکام بنانا چاہتی ہے۔ رامے صاحب کی یہ منطق بھی عجیب ہے، ذرا یہ تو وضاحت کریں کہ قرارداد پیش نہ ہونے سے جمہوریت کس طرح مضبوط ہوتی ہے؟ یہ معاملہ بھی خوب ہے کہ کوئی سرکاری من مانی ماننے سے انکار کرے، تو فوراً ارشاد فرما دیا جائے: جمہوریت کے خلاف سازش ہے۔ جمہوریت حزب اقتدار کی بے لگامیوں پر سر ہلاتے رہنے کا نہیں، جمہور اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہیں جو حکومت اپنی رضا کے لیے کسی قاعدے قانون کی پروا نہ کرے اور سینکڑوں سرکاری ملازمین کو ریٹائر کر دے، وہ دینی جذبات کے اظہار کی راہ میں اسمبلی کے 'فنی ضابطے' کھڑے کر دے، کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

پنجاب اسمبلی میں حزب اختلاف کے ڈپٹی لیڈر میاں خورشید انور نے اخباری بیان میں بتایا کہ رامے صاحب قرارداد کی اجازت دینے اور اس کی حمایت کرنے پر تیار تھے، بہ شرط یہ کہ اس میں ''ختم نبوت کو نہ ماننے والوں'' کا ذکر ہوتا، مرزائیوں کا نام لے کر اقلیت قرار دینے کی

Marfat.com

بات نہ ہوتی……اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اختیار ’’ختم نبوت کو نہ ماننے والوں‘‘ کو جوڑ توڑ لگائے ہوئے ہیں، اس سے ان کی مراد وہ نہیں جو عامۃ المسلمین کی ہے اور وہ اس کی اس ’قادیانی تاویل‘ کا راستہ بھی کھلا رکھنا چاہتے ہیں کہ……حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آئے گا……اسی لیے قرارداد میں مرزائیوں کا ذکر گوارا نہیں ہوا۔ اگر یہ تاثر صحیح ہے تو پھر ہم بتا دینا چاہتے ہیں، یہ کاوش اور کوشش ہرگز ہرگز کامیاب نہ ہوگی۔ اس طرح اہل اقتدار نہ صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عذاب کے مستحق ٹھہریں گے، بل کہ مسلمان عوام کے سامنے بھی ان کی حیثیت اتنی مجروح ہو جائے گی کہ اقتدار جاں بر نہ ہو سکے گا۔ یہ ناموس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ ہے، اس میں ’سیاست بازی‘ اور ’تاویل در تاویل‘ کا چکر نہیں چل سکتا۔ جس نے اپنی اغراض کو مقدم رکھ کر اس معاملے کو اُلجھانا چاہا، وہ سن لے کہ اس کے لیے نامرادی ہی نامرادی ہے۔

☆

Marfat.com

اوراب ''چٹان'' بھی

۱۴تا۲۰رجولائی ۱۹۷۴ء

'جسارت' کی بندش کے پروانے کی سیاہی خشک نہ ہوئی تھی کہ ہفت روزہ 'چٹان' پر بھی وار ہوگیا۔ ڈیفنس آف پاکستان رُولز اس ہفت روزے کے خلاف حرکت میں آیا جس نے وطن عزیز سے محبت کی شمع روشن رکھی اور جو پاکستان دشمن قوتوں اور عناصر کے خلاف ایسی چٹان بنا رہا کہ جسے تسخیر نہ کیا جاسکے۔ یہی نہیں جناب آغا شورش کاشمیری شدید علالت کے دوران گرفتار ہوئے اور ''میرا سب کچھ میرے وطن کا ہے'' کا نعرہ بلند کرنے والے کی آزادی بھی ڈی پی آر نے چھینی۔ 'چٹان' پریس ضبط ہوا اور اس سے آگے بڑھ کر مسعود پرنٹرز پر بھی حملہ کر دیا گیا۔ اسے بھی سیل کر دیا گیا۔ آغا صاحب کی واجب الاحترام بیگم نے ایک اخباری بیان میں اس کارروائی پر شدید احتجاج کرتے ہوئے بتایا کہ مسعود پرنٹرز میں 'چٹان' کبھی چھپا نہیں، یہ آغا صاحب کے بچوں کا پریس ہے اور خواجہ صادق کاشمیری اس کے کیپر (keeper) ہیں۔

حکومت کا کہنا ہے کہ 'چٹان' نے ''فرقہ وارانہ'' خبروں اور تبصروں کی اشاعت پر پابندی کے حکم کو کوئی اہمیت یا حیثیت نہیں دی، اور یکم تا آٹھ جولائی کے شمارے میں (جو سرکار کے نزدیک آٹھ جولائی کا شمارہ ہے) خلاف ورزیوں کے ڈھیر لگا دیے، اس لیے کارروائی ضروری ہوگئی تھی...... یہ درست سمجھیں کہ 'چٹان' کا مذکورہ شمارہ ۸رجولائی ہی کا ہے تو بھی سب جانتے ہیں کہ ہفت روزوں پر تاریخ اشاعت چند روز بعد کی درج کی جاتی ہے جب کہ وہ شائع پہلے ہی ہو جاتے ہیں۔ 'چٹان' عام طور پر جمعرات کی شام کو مارکیٹ میں پہنچ جاتا ہے، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو چار جولائی کو مذکورہ شمارہ بازار میں دستیاب تھا۔ طباعت اور جلد بندی کے مراحل سے گزرنے میں بھی وقت لگتا ہے اور پھر یہ کہ ساری کاپیاں ایک روز چھپ نہیں سکتیں۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ خود اخبار نویس ہیں اور ایک ہفت روزے (نصرت) کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں، انھیں تو معلوم ہونا چاہیے کہ پرچہ کس طرح چھپتا ہے اور کن کن مرحلوں سے گزر کر قارئین تک پہنچتا ہے۔

Marfat.com

''نوائے وقت'' کی اطلاع ہے، آغا صاحب نے سنسر لگنے کے بعد متعلقہ حکام کو اطلاع دے دی تھی کہ ان کا پرچہ چھپ رہا ہے (یا چھپ چکا ہے) اس لیے وہ 'پابندیوں کی پابندی' نہیں کر سکے، آیندہ ہفتے ایسا نہیں ہوگا۔ اس کے بعد بھی اس طرح کی خوف ناک کارروائی بل کہ کارروائیوں کی کوئی اخلاقی بنیاد تلاش کرنا کس طرح ممکن ہے؟

چلیے، اگر کسی کو 'چٹان' کا وجود گوارا نہیں رہا تھا، تو پھر یک طرفہ کارروائی کا جواز کہاں سے نکل آیا؟ کوئی اظہارِ وجوہ کا نوٹس، کوئی صفائی کا موقع دیے بغیر حملہ کر ڈالنا کہاں کی منصفی ہے؟ 11 جولائی کے اخبارات میں یہ خبر چھپی ہے کہ جھنگ کے ایک ہفت روزہ 'جھنگ نیوز' کے پرنٹر اور پبلشر کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اظہار وجوہ کا نوٹس دیا ہے کہ وہ پندرہ دن کے اندر اندر جواب دیں کہ ان کے ہفت روزے نے 'فرقہ بندی' سے متعلق ممنوعہ خبر کیوں چھاپی ہے؟

دیکھ لیجیے، ایک ہی حکومت، ایک ہی صوبہ، ایک ہی جرم اور دو مختلف رویّے...... 'جھنگ نیوز' سے تو صفائی طلب کر لی گئی (اور اچھا کیا گیا، ایسا ہی ہونا چاہیے تھا) لیکن ''چٹان'' کے خلاف ڈی پی آر (DPR) اس طرح داغ دیا گیا کہ چٹان پریس کا 'ہم صحبت' مسعود پرنٹرز بھی زد میں آ گیا۔

چٹان اور صاحب چٹان کے خلاف یہ ہنگامہ اس لیے بھی تعجب کا باعث بنا ہے کہ جناب آغا شورش کاشمیری نے حالات کو اعتدال پر رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی اور لاہور میں ان کی اولین مساعی کے باعث ہی امن و امان کا کوئی جذباتی مسئلہ پیدا نہ ہونے پایا۔ تحریریں گواہ ہیں کہ آغا صاحب حکومت کے خلاف جذبات کو بھڑکانے کے لیے نہیں، دھیما کرنے کے لیے کوشاں رہے۔ اربابِ اقتدار یہ بھی تو سوچیں کہ اگر وہ حالات پر گرفت رکھنا چاہتے ہیں تو پھر انھوں نے خود کو ایک بڑے مددگار اور معاون سے محروم کر لیا ہے۔

اخبار نویس وزیراعلیٰ جواب دیں کہ اگر ان کے دَور میں بھی معاملات اس طرح چلتے رہیں اور اخبارات اور جرائد کی زندگی سے حسب منشا کھیلنا رَوا ٹھہرے، تو پھر ان کی ذات کو 'بابرکات' کیسے تسلیم کر لیا جائے؟ کرسی پر فائز ہو کر 'دانش مندی' کا دعوی کرنے والے بھی کرسی پر فائز ہو کر کرّ و فر میں ڈوب جائیں، تو پھر ایسی دانش سے پناہ کیوں نہ مانگی جائے۔

☆

Marfat.com

سب کچھ بہہ جائے گا

۱۸ تا ۲۴ راگست ۱۹۷۴ء

''اس مسئلہ'' کو حل کرنے کے لیے پوری قومی اسمبلی پر مشتمل کمیٹی دن رات کام کر رہی ہے، حزب اختلاف کے رہنماؤں سے لے کر مجلس عمل کے سربراہ مولانا یوسف بنوری تک اس کی رفتارِ کار پر اطمینان کا اظہار کر چکے ہیں، وزیراعظم بھٹو کئی مقامات پر ''اس مسئلہ'' کو عوامی خواہشات کے عین مطابق حل کرنے کی یقین دہانی کر چکے ہیں۔ مجلس عمل کی دانش مندانہ رہنمائی نے کہیں بھی مسلم عوام کے جذبات کو بے راہ رو نہیں ہونے دیا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کی مشینری میں ایسے کل پرزے موجود ہیں جو حالات کو پُرامن نہیں رہنے دینا چاہتے۔ ''اس مسئلہ'' کے ضمن میں پورے پنجاب میں علمائے دین اور طلبہ کی بے محابا گرفتاریاں کی جارہی ہیں اور جو گرفتار ہیں ان کی ضمانت تک نہیں ہونے دی جاتی۔ جب مسلم عوام اس پر احتجاج کرتے ہیں تو ان پر سڑکوں، بازاروں اور جیلوں میں بے دریغ تشدد کیا جاتا ہے۔ اس ظالمانہ تشدد کی داستان کیمبل پور، عارف والہ، سرگودھا، لائل پور، گوجرانوالہ کون سے شہر قصبہ میں نہیں دہرائی گئی وہ کون سی جگہ ہے جہاں اس ظالمانہ تشدد کے خلاف کئی کئی بار ہڑتال نہیں ہوئی۔ کبیر والا میں کیا شرم ناک کھیل نہیں کھیلا گیا اور اوکاڑہ میں تو پورے تیرہ (۱۳) روز ہڑتال رہی، حتی کہ قوم کی بیٹیاں سر بازار احتجاج پر مجبور ہوگئیں۔

ہم وزیراعلیٰ پنجاب سے یہ کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ وہ معاملات میں براہِ راست مداخلت کریں ورنہ گرفتاریوں، تشدد اور جواباً ہڑتالوں کی یہ لہر سب کچھ بہا لے جائے گی۔

☆

Marfat.com

اے حضرت اقتدار!

۱۵ تا ۲۱ ستمبر ۱۹۷۴ء

سات ستمبر رحمتیں لے کر آیا...... عوام کے منتخب نمائندوں نے بہ یک آواز ہر دو مرزائی گروہوں، قادیانی اور لاہوری کو مسلمانوں سے الگ کر دیا۔ اب یہ حضرات آئینی اور قانونی طور پر بھی غیر مسلم قرار پائے۔ پورا ملک اس فیصلے کی خبر سنتے ہی جگمگ جگمگ کرنے لگا، ہر طرف مسرت کی لہر دوڑی اور یوں اطمینان کا سکہ بیٹھا کہ حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخ روئی ہوگی۔

اس فیصلے کا کریڈٹ سب مسلمانوں کا حق ہے۔ حزب اقتدار، حزب اختلاف علما، طلبہ، سیاسی کارکن، صحافی سب نے اپنا فرض ادا کیا، مرزائیت کے خدوخال اُجاگر کیے اور اس کی صحیح تصویر دیکھی بھی اور دکھائی بھی۔ اب یہی تصویر دستور کے صفحات پر ثبت ہوگئی ہے۔

اس اعلان اس دستوری حکم کے بعد ملک بھر میں رواداری اور خیر سگالی کی جو فضا پیدا ہوئی، اُمید ہے وہ مزید آگے بڑھے گی۔ اب دوسرے مسائل پر بھی گروہی اغراض کی بجائے قومی مقاصد سامنے رکھ کر غور ہوگا اور ان کا حل تلاش کرنے کی سعی ہوگی۔ بلوچستان کا مسئلہ اس ضمن میں اہم ترین ہے اور سب کی توجہ کا طالب۔

اہل اقتدار اور اہل اختلاف پر لازم ہے جنگ و جدال کو خیر باد کہہ دیں، اسلامی اور جمہوری اقدار کے فروغ کے لیے تعاون سے گریز نہ کریں۔ کھلے دل کے ساتھ ہاتھ بھی کھلے رکھیں، آگے بڑھنے کے لیے نیک جذبوں کو تھامنے کے لیے۔

جناب بھٹو نے کہہ دیا تھا کہ تحریک ختم نبوت کے دوران میں گرفتار ہونے والے تمام افراد رہا کر دیے جائیں گے...... ایسا ہونا بہت ضروری تھا لیکن نامعلوم ایسا کیوں نہ ہو سکا، ایسا کیوں نہیں ہو رہا۔ ظفر جمال بلوچ، فرید پراچہ، عبدالشکور اور ان کے بے شمار ساتھی ہنوز گرفتار ہیں......

Marfat.com

ان کی رہائی کی بجائے نئی گرفتاریاں جاری ہیں۔ قائد طلبہ جاوید ہاشمی کو بھی ملتان میں ان کے گاؤں سے گرفتار کرلیا گیا ہے۔ ایسے عالم میں کہ وہ خونی حادثے سے سنبھل نہیں سکے اور برادر بزرگ کا کفن بھی میلا نہیں ہوا...... یہ انداز، یہ تیور بتاتے ہیں حکومت کے اندر کوئی گروہ ایسا ہے جو آگ بجھتی نہیں دیکھ سکتا، اسے آگ لگانے سے سروکار ہے اور آگ ہے کہ لگائی جارہی ہے۔ رواداری اور محبت کی چاندنی کو بجھایا جارہا ہے۔ خدشہ ہے اس گروہ کے ہاتھ پھیل گئے تو مفاہمت کے بڑھے ہوئے ہاتھ سمٹ جائیں گے، کٹ جائیں گے۔

حضرات اقتدار! ان ہاتھوں، ان بازوؤں کے عزائم پر غور کرلیں...... یہ انھی کے گلے کی طرف بڑھ رہے ہیں، انھی کو دبوچیں گے۔

☆

Marfat.com

بہت بڑی رحمت

۲۲ تا ۲۸ ستمبر ۱۹۷۴ء

تحریک ختم نبوت ہزار مرحلوں سے گزر کر منزل پر پہنچی، اور اس انداز سے کہ خوش گوار پہلوؤں کی کہکشاں بکھر رہی ہے...... اس کامرانی سے ایک بار پھر واشگاف ہوا ہے۔

☆ اسلام ہمارے معاشرے میں بہت جان دار اور زندہ و متحرک قوت کی حیثیت سے موجود ہے۔ اس حیثیت کو نظر انداز کرنا ایک حماقت کے سوا کچھ نہیں۔

☆ پاکستان کے مسلمان اپنے نظریے اور اپنے دین سے بے پناہ وابستگی رکھتے ہیں، اور اس کے مخالف کسی نظریے کو تسلیم کرنے پر آمادہ و تیار نہیں۔

☆ قوم اگر متحد ہو جائے اور زعمائے قوم آپس کے اختلافات بُھلا کر یک آواز ہو جائیں، تو ناکامیوں کی پسپائی یقینی ہے۔

☆ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلمہ ہی وہ رشتہ ہے جو ہمیں متحد کر سکتا، مضبوط بنا سکتا ہے۔

☆ گروہی سیاست سے بالاتر رہ کر دینی اقدار کے لیے جدوجہد کی جائے، اور اس مقصد کے لیے قدم بہ قدم ٹارگٹ بھی متعین کر لیے جائیں مثلاً عریانی، فحاشی، سُود خوری، شراب نوشی، قحبہ گری اور جوا وغیرہ...... اور پھر ایک ایک برائی کو ٹارگٹ بنا کر متحدہ قوت اس کے خلاف لگا دی جائے، تو معاشرے کی کیفیت بہت کچھ بدل سکتی ہے۔

☆ پوری قوم میں حوصلہ پیدا ہوا، اور خود اعتمادی بھی...... کہ وہ اپنے مسائل پر قابو پانے، انھیں حل کرنے کی صلاحیتوں سے بہرہ مند ہے۔

☆ عوامی نمائندے عوام کے ہم آواز ہوئے...... عوام چوکس اور مستعد رہیں تو پھر ان کے نمائندے ان کی رائے سے سرتابی کی جرات کر ہی نہیں سکتے۔

Marfat.com

اس کے ساتھ ساتھ بہت بڑی رحمت یہ نازل ہوئی کہ موجودہ دستور پاکستان کے ساتھ پاکستانی مسلمانوں کو جذباتی وابستگی اس طرح سے ہوگئی کہ اب کسی طالع آزما کے لیے اسے منسوخ کرنا آسان نہیں رہا...... ہمارا بہت بڑا المیہ یہی رہا ہے کہ یہاں دستور کو کوئی تقدیس حاصل نہیں ہوسکی۔ دستور کو شراب کا پیالہ سمجھ لیا گیا کہ جو آیا، شراب پی کر پیالہ توڑ گیا یا آنے والے نے اپنی پسند کے پیالے کا آرڈر دے دیا۔ اسی رویّے نے ہمیں تار تار کیا...... موجودہ دستور پر اگرچہ پاکستان کے اکثر اہم سیاسی عناصر متفق تھے لیکن ایک گروہ تحریک استقلال ایسا بھی رہا کہ جسے یہ قابل قبول نہیں تھا۔ اب صورت تبدیل ہوچکی، اس دستور کے کچھ حصوں سے کسی کو اختلاف ہے، تو اس کے لیے جمہوری ذرائع سے پارلیمنٹ میں مطلوبہ اکثریت حاصل کرے اور ترمیم کرالے۔

قادیانی حضرات کی کوشش ہوگی کہ وہ دل فریب نعروں میں چھپ کر اس دستور کی حیثیت ختم کرنے، اسے منسوخ کرانے کی کوشش کریں۔ اس مقصد کے لیے وہ سیاسی گروہ راس آئے گا جو دستور کو تسلیم نہ کرنے کا اعلان کرے...... لیکن اب مسلمان عوام کے نزدیک اس دستور سے بغاوت کا اعلان عقیدۂ ختم نبوت سے بغاوت کا اعلان گردانا جائے گا۔ اس لیے جو حضرات جو گروہ جو عناصر دستور کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے لیے تیار نہیں وہ اپنی اَنا سے دست بردار ہوں، اس دستور کو تسلیم کرنے کا اعلان کریں، وگرنہ یاد رکھیں! اگر کسی بھی دلیل سے، کسی بھی زاویے سے موجودہ دستور کے خلاف مہم چلائی گئی تو یہ مہم چلانے والے مسلمان عوام کی نظروں میں کسی وقار کے مستحق نہ رہیں گے اور اس طرح چاروں شانے چت گریں گے کہ زبان حال سے صرف یہی پکار سکیں۔

میں بھی کبھی کسی کا سرِ پُر غرور تھا

☆

Marfat.com

ہفت روزہ الفتح، کراچی

درست فیصلہ، منظّم حکمت عملی

۱۳-۲۰ر ستمبر ۱۹۷۴ء

قادیانی مسئلہ حل ہو گیا۔ بھٹو صاحب نے انتہائی فراست اور بلند سیاسی تدبر کی بدولت ملک کو ایک بڑے اندرونی بحران سے بچالیا ہے۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

رجعت پسندوں کا ٹولہ اسے اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرے گا۔ ظاہر ہے کہ وہ موجودہ صورت حال سے سیاسی فائدے اٹھانے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے، موقع پرستی ان کا پرانا شیوہ ہے، ان کی کوشش ہوگی کہ وہ ایسے حالات پیدا کریں جو دائیں بازو کے انتہا پسندوں کے لیے سازگار ثابت ہوں۔ وہ منظّم طور پر ایک عرصے سے مصروف عمل ہیں اور اس کے لیے وہ پیپلز پارٹی کے ہمدرد اور حامی بن گئے ہیں۔ ان کا پروگرام یہ ہے کہ وزیراعظم بھٹو کی مقبولیت اور پارٹی کے اقتدار سے مقدور بھر فیض حاصل کریں۔ زبان سے جناب بھٹو کی تعریف کریں اور خفیہ طور پر ان کی پارٹی کی جڑیں کھوکھلی کرنے کا عمل جاری رکھیں۔ یہ ایک خوف ناک کھیل ہے جس سے جناب بھٹو یقینی طور پر آگاہ ہوں گے۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے برسراقتدار آنے کے بعد جماعت اسلامی اور دوسری رجعت پسند جماعتوں بہ شمول نیپ نے جناب بھٹو کو گوناگوں مسائل اور بحرانوں میں پھنسانے کی کوشش کی، جس قدر ممکن ہو سکا اندرونی خلفشار کو جنم دیا۔ سرمایہ داروں سے مل کر اقتصادی ابتری پھیلائی، علاحدگی کی تحریکوں کو پروان چڑھایا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جناب بھٹو کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو پاکستان ۱۹۷۲ء میں ہی انڈونیشیا بن جاتا۔ بھٹو صاحب نے معروضی حالات کو سامنے رکھ کر جو کچھ کیا ہے اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ انھوں نے دائیں بازو کی سیاست کو تسلیم کر لیا ہے بل کہ انھوں نے تو دشمن کو اس کے ہتھیار ہی سے ایسی شکست دی ہے کہ اب مذہبی

Marfat.com

اجارہ داری بھی ختم ہوگئی اور ساتھ ہی ساتھ پارلیمنٹ کی بالادستی کو تسلیم کروالیا، ایسا نہ ہوتا تو پیشہ ور مُلّا اسلام کے مقدس نام پر پورے ملک کو مذہبی جنون میں مبتلا کر دیتے جس کے نتائج کم از کم پاکستان کے لیے مفید ثابت نہ ہوتے۔

وقت کا اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ تمام محاذوں پر ترقی پسند اور بائیں بازو کے کارکن متحد ہو جائیں، گروہ بندی اور شخصی اختلافات کے خلاف بھرپور مزاحمت کریں، اپنی صفوں کو منظم کریں اور سوشلسٹ معیشت کے قیام کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں وقف کر دیں۔ جماعت اسلامی اور اس کی کاسہ لیس تنظیموں کو بے نقاب کریں۔ گلی گلی کوچے کوچے اور قریہ قریہ پھیل جائیں تاکہ موثر طور پر دائیں بازو کے انتہا پسندوں کا وہ منصوبہ ناکام ہو جائے جس کی رُو سے وہ پاکستان کو رجعت پسندوں کی پناہ گاہ بنانا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے اس راہ میں ہمیں جان و مال کی قربانیاں دینی پڑیں، یہ کوئی نئی بات نہ ہوگی۔

ہر کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ ما نیست

آج کے دَور میں ہماری محاذ آرائی صرف وطن دشمن رجعت پسند طاقتوں سے ہے، نئے محاذ کھولنے اور مہم جوئی کی راہ پر چلنے سے رجعت پسند ٹولہ مضبوط ہوگا۔ معروضی حالات کا مطالعہ اشد ضروری ہے۔ رومانوی طرز فکر اور عمل چند ذہنوں کی تشفی تو کرسکتا ہے لیکن انقلاب نہیں لا سکتا۔ سائنسی سوچ رکھنے والے مزدوروں، کسانوں اور نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ جذباتی عمل سے گریز کریں۔ پیپلز پارٹی کے قائد نے عوامی جدوجہد کے دوران بلاشبہ سوشل اِزم کے لیے راستے متعین کیے ہیں۔ اقتدار کے حصول سے جن لوگوں نے یہ مطلب اخذ کیا تھا کہ پاکستان میں سوشل اِزم آگیا ہے وہ غلطی پر تھے اس لیے کہ پیپلز پارٹی کو ورثے میں جو نظام ملا ہے اسے فوری طور پر تہس نہس نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس نظام کی رکھوالی نوکر شاہی پوری قوت کے ساتھ موجود تھی اور ہے۔ بھٹو صاحب نے صنعتی اور زرعی اصلاحات کے ذریعے سوشلسٹ معیشت کے قیام کے لیے پہلا اقدام کیا۔ مزید کارروائی اس صورت میں کامیاب ہوسکتی ہے جب کارکن پارٹی کے سوشلسٹ پروگرام کو لے کر آگے بڑھیں گے۔ اب یہ کارکنوں کو فیصلہ کرنا ہے کہ اس ملک کا مقدر کیا ہوگا۔ انھوں نے وقت کے تقاضے کو پورا کیا تو یقیناً کامیابی ان کے قدم چومے گی۔

☆

Marfat.com

ہفت روزہ نصرت، کراچی

سات ستمبر

۱۰ ستمبر ۱۹۷۴ء

چھ ستمبر ہماری...... پاکستانیوں کی...... تاریخ کا سب سے بڑا دن ہے کہ اس نے اس قوم کو خود اس کا پتہ بتلایا تھا، اس روز کا سورج اپنی ہی طرح یہ روشن حقیقت لے کر طلوع ہوا تھا کہ اس قوم کے مزاج میں بڑی اعلیٰ اور ارفع سچائیاں ہیں اور اس کے حوصلے سمندروں اور صحراؤں کی طرح بے کراں ہیں۔ اب کئی سال سے قوم اس کرب سے گزر رہی تھی کہ چھ ستمبر روشن لمحوں کے ساتھ رِستے زخموں کی یادیں لے کر آتا ہے، وجد کرتی ہوئی مسرتیں دُکھوں کے بہاؤ میں بہہ جاتی ہیں۔

اب کی بار بھی چھ ستمبر اُداسیوں کی گرد میں گزر گیا لیکن سات ستمبر کی شام ڈھلی تو ایک سورج دھماکے سے اُفق پر آیا۔ اسلام آباد میں قومی اسمبلی کے ایوان سے قوم کو اتنی بڑی خوش خبری سنائی گئی کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد پاکستان کے مسلمانوں کے لیے اسے سب سے زیادہ خوش کن خبر قرار دیا جاسکتا ہے۔

احمدیت کا مسئلہ ۹۰ سال سے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے اذیت کا سبب بنا ہوا تھا کتنی ہی بار انسانوں کے ہجوم بازاروں میں بے قابو ہوئے اور انھیں خاک وخون میں تڑپایا گیا، کتنی ہی بار حکمرانوں کے جھوٹے وعدے اور کتنی ہی بار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے لیے گھروں سے نکلنے والوں کے لیے زِنداں کے دروازے کھولے گئے......

سات ستمبر کے دن ان سب قربانیوں کا صلہ مل گیا، آج عالم بالا میں اس تحریک کی نذر ہونے والوں کی روحیں ضرور شادماں ہوں گی۔ اپوزیشن کے ایک رہنما کا یہ تبصرہ بلاشبہ اپنی جگہ مکمل ہے کہ؛

Marfat.com

''ملت اسلامیہ ہی نہیں اسلام بھی وزیر اعظم بھٹو کا شکر گزار ہے۔''

سات ستمبر کا دن پاکستان کی تاریخ کے ماتھے پر ہمیشہ جھومر بن کر چمکا رہے گا۔ آنے والا ہر سال اس لمحے کے حضور سر جھکا کر گزرے گا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ الفاظ اس جذبے کی شدت کو بیان ہی نہیں کر سکتے جو ہر مسلمان کے سینے میں اُمڈ آیا ہے...... تاریخ ہی اس دن کی عظمت متعیّن کرے گی۔

☆

Marfat.com

ہفت روزہ اخبار جہاں، کراچی

قومی اسمبلی کی بالادستی مسلّم ہوگئی

قادیانی مسئلے کا متفقہ حل۔ جمہوریت کی فتح
دیگر سیاسی مسائل بھی اسی جذبے اور اعتماد سے حل کیے جائیں

۲۵ر ستمبر ۱۹۷۴ء

گذشتہ ہفتے پاکستانی عوام کی اکثریت ایک ایسی روحانی سرخوشی سے فیض یاب ہوئی کہ ہر پاکستانی مسلمان ہی نہیں دنیا بھر کے مسلمانوں نے اسے دل کی گہرائیوں تک محسوس کیا۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام نام لیوا ایک ایسی تسکین محسوس کر رہے تھے جو صدیوں بعد نصیب ہوئی ہے۔ پنجاب کے قریے قریے میں چراغاں ہوا، مٹھائی بانٹی گئی، مبارک بادیں دی گئیں۔

ایک بہت پرانا مسئلہ ۹۰ سالہ مسئلہ...... انتہائی خطرناک مسئلہ...... حل ہوگیا۔

یہ دینی مسئلہ تھا......

اس کا حل دین متین کی فتح بھی تھی......

اس کا حل پاکستانی عوام کی اکثریت کی فتح تھی۔

اس کا حل عوام کے منتخب نمائندوں کی فتح تھی۔

یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس کے حل میں بے شمار رکاوٹیں حائل ہو جاتی تھیں اور یہ مسئلہ پاکستان میں اکثر فسادات کا موجب بنتا تھا اور یہ ایک ایسا ناسور تھا جو پاکستان کی رگ رگ میں سرایت کرتا جا رہا تھا۔ قادیانیوں اور لاہوریوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا کوئی آسان بات نہ تھی لیکن عوام کے اتحاد اور قومی اسمبلی کے ارکان کی اتفاق رائے نے اسے ممکن بنا دیا۔ اب مختلف لوگ اس کا سہرا اپنے اپنے سر باندھتے پھریں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا سہرا صرف اس جمہوری فضا کے سر ہے جو اس وقت ملک میں موجود ہے ورنہ ۱۹۵۳ء میں بھی عوام نے بے پناہ

Marfat.com

قربانیاں دی تھیں اور یہ مسئلہ سیاسی شاطروں کی چال کا شکار ہو کر رہ گیا تھا۔ ۱۹۵۳ء سے لے کر ۱۹۷۴ء تک اس مسئلے کے خلاف جدوجہد کا دعوی کرنے والی تمام جماعتیں لمبی تان کر سوئی رہی تھیں اور کبھی اس کا ذکر تک نہیں سنا گیا تھا...... حالاں کہ اسی عرصے میں قادیانیوں نے اپنے آپ کو اندرون ملک اور بیرون ملک زیادہ منظم کیا۔ انھیں حکومتوں کی حمایت بھی حاصل رہی۔ اب اگر اس دَور میں اس مسئلے کا حتمی حل تلاش کرنا ممکن ہوا ہے تو اس کی وجہ وہ جمہوری ماحول ہے جو اس عوامی حکومت نے پیدا کیا ہے۔ اس مسئلے کے حل سے جہاں عوام میں وزیر اعظم بھٹو کی قیادت کو اور استحکام اور مقبولیت ملی ہے وہاں اپوزیشن کے ان رہنماؤں کی حیثیت بھی کم زور ہوئی ہے جو اٹھتے بیٹھتے اس حکومت پر غیر جمہوری غیر آئینی ہونے کا الزام عاید کرتے رہتے ہیں۔ اس مسئلے پر بھی انھوں نے قادیانیوں سے زیادہ اس حکومت کے خلاف مہم چلا رکھی تھی کہ یہ مرزائی نواز حکومت ہے۔ یہ اس کا فیصلہ بالکل نہ کرے گی۔ اس مہم سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ انھیں اس مسئلے کے حل سے اتنی دل چسپی نہیں ہے جتنی اس حکومت کا تختہ اُلٹنے سے ہے۔ جب یہ واقعہ پہلی بار ہوا ہے تو ہم نے اسی وقت اخبار جہاں میں اداریے میں لکھا تھا کہ اس مسئلے کو قومی اسمبلی میں پیش کر کے عوام کی اکثریت کی رائے کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔

ہمیں خوشی اور اطمینان ہے کہ قومی اسمبلی کے ادارے کی خودمختاری اور بالادستی قائم ہوگئی اور اس پلیٹ فارم کی وہ حیثیت ہمیشہ کے لیے تسلیم ہوگئی کہ اسلامی جمہوریہ میں قومی اسمبلی ہی تمام سیاسی، انتظامی، اقتصادی اور دینی مسائل کے حل کا اختیار رکھتی ہے۔ یہ صرف نشستند و گفتند و برخاستند کے لیے نہیں ہے۔ خود اپوزیشن کے محترم رہنماؤں کو بھی یہ احساس ہوا ہوگا کہ پاکستان کی قومی اسمبلی اتنی بے اختیار نہیں ہے جتنی وہ سمجھتے ہیں...... ہمارے خیال میں یہ جمہوری قوتوں کی بہت بڑی فتح ہے۔

اس کارروائی سے یہ حقیقت بھی واضح ہوئی ہے کہ مسائل کے حل میں اصل رکاوٹ، حکمران پارٹی اور اپوزیشن پارٹیوں کے درمیان اعتماد کا فقدان ہے۔ ایک دوسرے پر اعتماد نہ ہونے کی وجہ سے نہ تو مسائل کا حل خلوص سے تلاش کیا جاتا ہے اور نہ مسئلے پر غور و خوض کے درمیان جمہوری اُصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ تمام ذہنی صلاحیتیں مسئلے کے حل پر مرکوز کرنے کی بجائے ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی پر صرف کر دی جاتی ہیں۔ اس کا بنیادی سبب

Marfat.com

پاکستان سے احساسِ وابستگی کا فقدان ہے۔ سب پاکستانی ہیں۔ حزب اختلاف والے بھی، حزب اقتدار والے بھی۔ ہمیں ایک فریم ورک بھی مل چکا ہے۔ اس کے اندر رہتے ہوئے کام کرنا ہے۔ اگر ہر مسئلے کے آغاز میں ایک دوسرے کی نیت پر حملے شروع ہو جائیں گے تو ظاہر ہے کہ اصل مقصد پیچھے جا پڑے گا اور سیاسی رقابتیں سامنے آجائیں گی۔

قادیانی مسئلے کے متفقہ حل کے بعد۔ ہماری دلی دعا ہے کہ ایسے تمام شکوک وشبہات دُور ہو جانے چاہئیں، کیوں کہ یہ ایسا مسئلہ تھا جس سے اعتقاد کا تعلق تھا، پاکستان کی بقا کا تعلق تھا۔ جب پوری قومی اسمبلی نے ایسے خطرناک مسئلے کو پوری جرات، دیانت داری اور خلوص کے ساتھ متفقہ طور پر حل کیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دیگر مسائل بھی اس جذبے کے تحت حل نہ کیے جاسکیں۔ اس مسئلے کے حل میں کسی نے بھی منافقت یا سیاسی مصلحت سے کام نہیں لیا ہے۔ اس اتفاق رائے کو جاری رکھتے ہوئے اب وقت آ گیا ہے کہ بلوچستان اور دوسرے اس قسم کے مسائل دیانت داری اور خلوص سے طے کر لیے جائیں۔ اس مسئلے کا حل بھی اپوزیشن اور حکمران پارٹی دونوں سے اس باہمی اعتماد کا تقاضا کرتا ہے جس کا مظاہرہ قادیانی مسئلہ کے فیصلے تک پہنچنے کے دوران کیا گیا ہے۔

......ہم رسمی طور پر وزیر اعظم، ان کی حکومت، ان کی پارٹی، قومی اسمبلی کے سپیکر اور تمام ارکان کو مبارک باد پیش کرنا ضروری نہیں سمجھتے بل کہ یہ گزارش ضروری سمجھتے ہیں کہ اب ان کا یہ فرض ہو گیا ہے کہ وہ دیگر تمام مسائل کا حل بھی اسی پلیٹ فارم سے ڈھونڈیں...... کیوں کہ اس طرح وہ اس ادارے کو وہ مقام، وہ اختیار، وہ اتھارٹی، وہ حیثیت، وہ مرتبہ، وہ استحکام دے جائیں گے کہ آنے والی تمام نسلیں اس ادارے کے اس اختیار اور بالا دستی کو تسلیم کر لیں گی اور یوں پاکستان میں جمہوری روایت انتہائی مستحکم اور جمہوریت کی بنیادیں انتہائی مضبوط ہو جائیں گی۔

☆

Marfat.com

The Pakistan Times, Karachi

Marfat.com

Fair and Correct Process

July 02, 1974

As promised to the nation by Prime Minister Bhutto, the National Assembly has taken up the Qadiani issue immediately after the completion of business relating to the Budget. The mal-contents who with obvious motives were insinuating that the Bhutto Government was going to back out of its commitments, or trying to play for time, stand exposed. A decisive process to permanently resolve the 80 year old controversy has now started, and it is by any reckoning a fair and legitimate process. The task of discussing "the question of the status in Islam of persons who do not believe in the finality of the prophet hood of Muhammad (Peace be upon him)" has been assigned to the highest forum in the country -the entire National Assembly will function as a Special Committee. Besides meeting the constitutional and political requirements of the issue this formula will make for flexibility of procedure; this would not have been possible under the normal rules of open National Assembly sessions.

The process initiated by the Law Minister on Sunday is also in harmony with the dictates of unity and discipline. Before making his proposal to the National Assembly Mr. Pirzada sought a brief adjournment for Government-Opposition consultations and thus a broad consensus was achieved. This unanimity underscored, on the one hand, the absence of any real differences on the essential issue and. on the other hand, an encouraging realization of the perils of pursuing partisan course on such sensitive questions. The Prime Minister's pledge that he would not make it a party issue was reinforced by the proposal that the Committee of the House would not have full quorum if less than 10 members of the Opposition were present. Further, despite the fact that the terms of reference for the Committee were specific and comprehensive, the government party did not oppose the resolution that the Opposition members tabled in

Marfat.com

the Open House. These gestures on the part of the Government, which re-affirm its faith in Khatm-i-Nabuwat and democratic principles, must be reciprocated in the same spirit by the Opposition both inside and outside the National Assembly. As Mr. Abdul Hafeez Pirzada said, all agitation and controversy on the issue outside the Committee should cease. There is no need for any such activity now because if anybody sincerely wishes to contribute anything to the task of the Special Committee he can do so through its members. Besides, the functions of the Committee include "examination of witnesses and perusal of documents." Moreover, any public agitation now would only impair the national image, distract common people from their productive pursuits and even vitiate the climate of amity which is necessary to enable the Committee to fulfill its delicate assignment. The supreme interests of the people demand that the whole issue should be quickly put out of the way and with as much dignity and sobriety as responsible Muslims must display.

ترجمہ: **غیر جانب دار اور درست کارروائی**- جیسا کہ وزیر اعظم بھٹو نے قوم سے وعدہ کیا تھا- قومی اسمبلی نے بجٹ بحث مکمل ہونے کے فوراً بعد قادیانی مسئلہ پر غور شروع کر دیا ہے۔ (اس کارروائی کے آغاز سے) وہ لوگ ظاہر ہو گئے جو اپنے مفاد کے سبب ناخوش گوار تاثر دے رہے تھے کہ بھٹو حکومت اپنے وعدہ سے پیچھے ہٹ چکی ہے یا ٹال مٹول سے کام لے رہی ہے۔

اسّی (۸۰) سالہ پرانا (قادیانی) مسئلہ مستقل طور پر حل کرنے کے لیے ایک فیصلہ کن عمل شروع ہو چکا ہے اور یہ ہر لحاظ سے ایک غیر جانب دار اور قانونی عمل ہے۔ ان لوگوں کی حیثیت متعیّن کرنے کا سوال جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے - ملک کے سب سے اعلیٰ ادارے یعنی قومی اسمبلی کے تمام اراکین پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس مسئلہ کی آئینی اور سیاسی ضروریات کو پورا کرنے کے علاوہ یہ فارمولا طریقۂ کار کی لچک کو ظاہر کرے گا کیوں کہ قومی اسمبلی کے کھلے اجلاسوں کے عام اُصولوں کے مطابق اس مسئلہ کو حل کرنا ممکن نہ تھا۔

Marfat.com

وزیر قانون نے اتوار کو جو طریقۂ کار شروع کیا وہ اتحاد اور نظم وضبط کے قواعد سے بھی مطابقت رکھتا ہے۔قومی اسمبلی میں اپنی رائے پیش کرنے سے قبل مسٹر پیرزادہ نے حکومت اور اپوزیشن کے مابین مشاورت کے لیے ایک مختصر وقفہ کی درخواست کی چناں چہ (اس بارے) وسیع اتفاق رائے حاصل کیا گیا۔اس اتفاق رائے نے ایک طرف اہم معاملات میں عدم اختلاف پر زور دیا اور دوسری طرف حساس مسائل میں دھڑے بندی کے سنجیدہ خطرات کے احساس کو اُبھارا ہے۔وزیراعظم بھٹو نے اپنا وعدہ کہ وہ اس کو ایک پارٹی مسئلہ نہیں بنائیں گے-اس کمیٹی کی تجویز سے بھی ظاہر کردیا کہ خصوصی کمیٹی کا کورم حزب اختلاف کے دس (۱۰) ارکان کی موجودگی کے بغیر مکمل نہ ہوگا۔اس حقیقت کے باوجود کہ خصوصی کمیٹی کے کام کا دائرہ کار بہت حد تک خاص اور جامع ہے حکومتی پارٹی نے اس قرارداد کی مخالفت نہیں کی جو کہ حزب اختلاف کے ارکان نے اسمبلی میں پیش کی۔حکومت کی جانب سے یہ رویہ ختم نبوت کے عقیدہ اور جمہوری اُصولوں پر اس کے یقین کی مزید تصدیق کرتا ہے،اور بجا طور پر حزب اختلاف کی جانب سے قومی اسمبلی کے اندر اور باہر قدر کی نگاہ سے دیکھا جانا چاہیے۔جیسا کہ مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ نے کہا،کمیٹی سے باہر اس مسئلہ پر ہر طرح کا احتجاج اور جھگڑا بند ہو جانا چاہیے،اب اس بارے ایسی کسی سرگرمی کی ضرورت نہیں کیوں کہ اگر کوئی سنجیدگی سے اس مسئلہ بارے خصوصی کمیٹی کے کام میں معاونت کرنا چاہتا ہے تو وہ اسے اپنے نمائندہ ارکان کے ذریعے کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ کمیٹی کے دائرہ کار میں گواہوں کی شہادت اور کاغذات کا معائنہ کرنا بھی شامل ہے۔ نیز اب کسی قسم کا عوامی احتجاج قومی وقار کو مجروح کرے گا،عوامی نمائندوں کے تعمیری کام میں رخنے ڈالے گا یہاں تک کہ دوستانہ ماحول کو پراگندہ کرے گا جو کہ کمیٹی کے سپرد کیے گئے کام کی تکمیل کے لیے بہت ضروری ہے۔عوامی مفادات کا تقاضا ہے کہ تمام معاملہ جلد از جلد سنجیدہ اور باوقار طرزِ عمل- جو کہ ہر ذمہ دار مسلمان کو اپنانا چاہیے- سے حل کرلیا جائے۔

☆

Marfat.com

A Duty to Islam

July 14, 1974

Occasional signs of restiveness notwithstanding, the people have by and large maintained an attitude of positive restraint over the Qadiani issue, especially since.the question was taken up by the National Assembly. The common man has responded wholeheartedly to the appeal that all agiatational activities should cease so that the National Assembly could deal with the matter in an atmosphere free from tension and recri..nation. However, some sections have lately made attempts to start a social boycott of the Qadianis. At places some over-zealous but plainly misguided, elements have even tried to prevent people from going to the Qadiani shops and forbidden shopkeepers to all provisions to the Qadianis. As Prime Minister Bhutto declared at his public meeting in Dir the other day, such a boycott of the Qadianis (or any other group of people for that matter) cannot be justified in any way. Whatever the ultimate verdict on the status of the Qadianis, their rights as citizens of Pakistan are inviolable as those of any other class of citizens. They will enjoy all the freedoms guaranteed by the Constitution to all people, regardless of their caste, creed or color.

That the boycott call should be issued by those who carry the banner of Khatm-i-Nabuwwat is astounding. As Muslims they can hardly forget the ideals of tolerance and forgiveness set by the Prophet of Islam when he did not retaliate even against his worst tormentors and only prayed for their salvation. A Muslim cannot be true to his faith if he is not a good human being, if he does not respect human life, if he does not alleviate the sufferings of fellow men, and if he does not resist oppression in any form even if the oppressor is his own brother. When the whole world was steeped in medieval barbarism and the Western concept of the dignity of man was not even born, the Muslim States had abolished all discrimination; they protected the basic human rights of even the

Marfat.com

non-believers. The people of Pakistan cannot allow a few feeble-minded folk to spoil this glorious Islamic tradition of peace, tolerance and humanitarianism. We fervently hope that wherever the over-zealous try to transgress the bounds of sanity, there will be men of wisdom and charitable disposition who would persuade them not to be un-true to their faith. It is a duty enjoined upon them by Islam.

ترجمہ: **ایک اسلامی فریضہ**۔ کبھی کبھار استحکام کی علامات کے باوجود بہ حیثیت مجموعی لوگ قادیانی مسئلہ کے بارے مثبت مزاحمت کا رویہ برقرار رکھتے ہیں، بالخصوص جب سے معاملہ قومی اسمبلی نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ عام آدمی نے احتجاجی سرگرمیوں کو موقوف کرنے کی اپیل پر مکمل طور پر مثبت ردعمل دیا ہے تاکہ قومی اسمبلی افراتفری اور طعن وتشنیع سے آزاد ماحول میں رہتے ہوئے اس مسئلہ پر غور کرے۔ تاہم بعض طبقات نے بالآخر قادیانیوں کا سماجی مقاطعہ شروع کرنے کی کوشش کر دی ہے۔ بعض مقامات پر بعض متعصب لیکن گم راہ عناصر نے لوگوں کو قادیانیوں کی دکانوں پر جانے، اور دکان داروں کو قادیانی لوگوں کو ضروریات زندگی کی اشیاء فروخت کرنے سے بھی روکنے کی کوشش کی ہے۔ وزیراعظم بھٹو نے ''دیر'' میں ایک عوامی جلسہ میں ایک روز قبل اعلان کیا تھا کہ قادیانیوں یا دیگر طبقات کے لوگوں کا ایسا مقاطعہ کسی بھی لحاظ سے درست نہیں ہے۔ قادیانیوں کے بارے میں حتمی فیصلہ کچھ بھی ہو، پاکستان کے شہری ہونے کی حیثیت سے اُن کے حقوق بالکل ایسے ہی ناقابل تردید ہیں جیسے دیگر طبقات کے شہریوں کے۔ وہ آئین کی ضمانت شدہ ہر طرح کی آزادی بلاتفریق ذات، نسل یا رنگ سے بہرہ مند ہوں گے۔

سماجی مقاطعہ کی تحریک اُن لوگوں نے جاری کی ہے جو حیران کن طور پر ختم نبوت کے بینر پکڑے ہوئے ہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی (تعین کردہ) عفو ودرگزر کی مثالیں انھیں یاد ہوں گی حتی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے بدترین دشمنوں کے خلاف بھی جوابی کارروائی نہ کرتے

Marfat.com

بل کہ اُن کے اِصلاحِ اَحوال کے لیے دعا فرماتے۔ایک مسلمان اپنے عقیدے کے اعتبار سے سچا مسلمان تب ہی بنتا ہے جب وہ ایک اچھا انسان بھی ہو، اگر وہ انسانی جان کا احترام نہیں کرتا، اگر وہ دوسروں کے دُکھ درد کا مداوا نہیں کرتا اور وہ کسی قسم کی بھی ناانصافی خواہ اُس کے بھائی کی جانب سے ہی کیوں نہ ہو- کے خلاف مزاحمت نہیں کرتا (تو وہ سچا مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں)۔ جب پوری دنیا بے تہذیب اور جہالت کی تاریکی میں سوئی ہوئی تھی اور انسانی وقار کے مغربی تصور نے ابھی جنم نہ لیا تھا، مسلم ریاستوں نے ہر طرح کی تفریق کو ختم کر دیا تھا، حتیٰ کہ انھوں نے غیر مسلموں کے بنیادی انسانی حقوق کا بھی تحفظ کیا۔عوام پاکستان ان چند کم شعور لوگوں کو امن، برداشت اور انسانیت کی اس شان دار اسلامی روایت کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں دے سکتے۔

☆

Marfat.com

Verdict on Ahmadis

September 09, 1974

The latest constitutional amendment settling the Ahmadiya issue has won Mr. Bhutto an abiding place in history. It is a wholly representative and unanimous decision arrived at by impeccable constitutional processes by the National Assembly. It is remarkable that the prolonged discussions have proceeded without procrastination and been attended by free discussion and full realization of individual and collective responsibility. The parliamentary debates have naturally been held at secret sessions. There is all the reason why their secrecy should be respected and maintained as long as necessary. The national consensus on this question could prove a harbinger of national reconciliation on other issues. The hope expressed by Mr. Bhutto deserves wholehearted response.

Those unhappy over the decision have cause to give serious thought to the considerations urged by the Prime Minister. The issue had generated lasting feuds and endemic outbreaks of violence over the greater part of the century. The stage had been reached when the domestic strife, poisoning private and personal and even wider economic and political relationships, had created serious implications for national security. A lasting settlement was imperative in the interests of the nation as a whole and the Ahmadiya minority in particular. It has to be seriously considered whether perpetual uncertainty and bitterness were preferable to more formal recognition of the dividing line that has always existed.

Any misgivings that the latest legislation might create among the sections directly affected should be set at rest by the Prime Minister's assurance emphasizing his government's determination to guarantee fundamental rights, religious liberty, freedom from harassment, humiliation and vandalism for all communities in Pakistan. Provision for their representation in legislatures should give them a sense of security and full confidence that they will have

Marfat.com

the necessary forum and opportunity to raise their voice in defense of their rights and for redress of their grievances. To think in terms of social un-touchability, economic sanctions and exclusion from opportunity is not called for. Mr. Bhutto has recalled the historic traditions of Islamic tolerance towards the Jews who found a ready asylum in Muslim lands, when they were being hounded out of one European country after another. The virtue has co-existed in Muslim society along with impatience of heresy.

One more point has to be stressed. The Ahmadis are a highly organized, disciplined and vocal community, which will have its own reactions. Their proselytizing activities extend over countries far and near. Pakistan's verdict on them will not be understood in Muslim countries. Some of them have even refused to accept diplomatic representatives of real or suspected Ahmadiya beliefs. Ahmadiya propagndists have been able to win non-Muslim converts as well as sympathizers, particularly in the western world. That makes it just not enough to have made a decision, but also to explain it to the outside world to combat deep rooted prejudice against Pakistan, wherever it exists. In other words, Pakistan should not find itself on the defensive in the propaganda field.

Finally, it is worth repeating that the decision reflects the will of the whole people expressed through the unanimous vote of their elected representatives and has been made possible, as the Prime Minister told the National Assembly, on Saturday, by the existence of democratic institutions in the country. The mature and responsible way in which a potentially inflammable issue has been handled and disposed of by the Prime Minister and Parliament is a tribute to both. Mr. Bhutto has fulfilled the promise he made to the nation on June 13 (1974) and in the course of only three months has succeeded in settling an issue that had ignited endless controversy and conflict for nearly a century. A long and ugly chapter has thus been finally closed. Any attempt now to reopen it in one form or another must be stoutly resisted both by the people and the Government.

ترجمہ: **احمدیوں کے بارے فیصلہ**- احمدیہ مسئلہ کے حل کے متعلق حالیہ آئینی ترمیم نے مسٹر بھٹو کو تاریخ میں ایک یادگار مقام دلا دیا ہے۔ یہ ایک مکمل نمائندہ اور

Marfat.com

متفقہ فیصلہ ہے جو کہ قومی اسمبلی میں اعلیٰ معیاری وآئینی طریقے سے حاصل ہوا۔ یہ پہلو قابل توجہ ہے کہ معاملہ کو التوا میں ڈالے بغیر طویل بحثیں منعقد ہوئیں اور اس معاملہ پر مکمل طور پر انفرادی واجماعی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے کھل کر بات کی گئی۔ پارلیمانی تقاریر خفیہ اجلاسوں میں ہوئیں۔ انھی تمام وجوہات کے سبب اس کی رازداری قبول کرتے ہوئے ضروری مدت تک برقرار رکھنی چاہیے۔ اس مسئلہ بارے قومی اتفاق رائے دیگر مسائل پر قومی مصالحت کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے۔ مسٹر بھٹو نے جو اس بارے جو اُمید ظاہر کی ہے (دیگر حلقوں کی جانب سے) اس کا دلی خیر مقدم ہونا چاہیے۔

وہ لوگ جو اس فیصلہ سے ناخوش ہیں اُن کو چاہیے کہ وزیراعظم نے جن خواہشات کا اظہار کیا ہے اُن کے بارے سنجیدگی سے غور وفکر کریں۔ اس مسئلہ نے ملک کے ایک بڑے حصہ میں ایک طویل لڑائی اور افراتفری پیدا کر دی تھی۔ قریب تھا کہ معاملہ نجی اور ذاتی لڑائی (خانہ جنگی) تک پہنچ جاتا اور حتی کہ (اس مسئلہ نے) معاشی وسیاسی تعلقات اور قومی سلامتی پر بھی اثر انداز ہوتا۔ اس مسئلہ کا ہمیشہ کے لیے تصفیہ اقلیتی احمدیہ کمیونٹی کے لیے خاص طور پر اور مجموعی حیثیت میں قومی مفاد کے لیے نہایت اہم تھا۔ اس بارے سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ آیا (احمدیوں اور مسلمانوں کے مابین) دائمی غیر یقینی اور تلخ صورت قابل قبول تھی اس بات سے کہ (دونوں طبقوں کے مابین) باقاعدہ خط فاصل کھینچنا۔ جو اگرچہ ہمیشہ سے موجود تھا۔

(احمدیوں کے بارے) جدید قانون سازی کے بارے ہر طرح کے شبہات خاص ان طبقات کے جو کہ اس سے براہِ راست متاثر ہوئے ہیں۔ وزیراعظم بھٹو کی اس یقین دہانی سے ختم ہو جانے چاہییں جس میں انھوں نے پاکستان کے تمام طبقات کے لیے بنیادی حقوق، مذہبی آزادی کی ضمانت اور بلاجواز دباؤ، ذلت اور (جائیداد کی) توڑ پھوڑ سے حفاظت کی یقین دہانی کرائی ہے۔ قانون سازی میں ان کی نمائندگی سے ان کو تحفظ اور مکمل اعتماد کا احساس مہیا ہوگا تاکہ انھیں اپنے حقوق

Marfat.com

کے تحفظ اور اپنے دُکھ درد کے مداوا کے لیے آواز اٹھانے کا موقع اور ضروری فورم میسر آئے۔ سماجی مقاطعہ، معاشی پابندیاں یا مواقع (زندگی) سے محرومی بارے نہیں کہا گیا۔ مسٹر بھٹو نے یہودیوں کے ساتھ برداشت کی تاریخی اسلامی روایات کو دہرایا ہے جن کو مسلم ممالک میں پناہ دی گئی تھی جب ایک کے بعد ایک یورپی ملک ان کو (اپنی ملکی حدود) سے باہر نکال رہے تھے۔ مسلم معاشرے کی یہ خوبی ہے کہ اس میں برداشت اور عدم برداشت (چند خاص معاملات میں) ایک ساتھ موجود رہتے ہیں۔

ایک اور نکتہ جس پر زور دیا جانا چاہیے یہ کہ احمدی لوگ بہت مربوط، منظّم اور تعلقات رکھنے والا طبقہ ہے ان کا (اس آئینی ترمیم بارے) اپنا ردعمل ہوگا۔ ان کی ارتدادی سرگرمیاں دُور ونزدیک کے ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پاکستان کا ان کے بارے فیصلہ دیگر مسلم ممالک میں نہ سمجھا جائے گا۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے احمدیہ کے اصل اور مشکوک عقائد کے سبب سفارتی نمائندوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ احمدیوں کا پراپیگنڈہ کرنے والوں نے چند غیر مسلموں سے احمدی (مرزائی) بنانے کے علاوہ خاص طور پر مغربی دنیا میں بھی اپنے ہمدرد بنا لیے ہیں۔ تو (احمدیوں کے متعلق) صرف فیصلہ کر لینا کافی نہ ہوگا بل کہ بیرونی دنیا کو یہ وضاحت بھی کرنا ہو گی تاکہ پاکستان کے خلاف جڑوں کی گہرائی تک پہنچے تعصب کا دفعیہ کیا جاسکے۔ دوسرے الفاظ میں پاکستان کو پراپیگنڈہ کے میدان میں خود کو دفاعی حیثیت میں نہیں رکھنا چاہیے۔

آخر میں اس بات کا اِعادہ ضروری ہے کہ یہ فیصلہ تمام عوام کی رضامندی کا عکاس ہے جو کہ عوام کے نمائندوں کے ووٹ سے مکمل اتفاق رائے سے ہوا جیسا کہ وزیراعظم بھٹو نے ہفتہ کے روز قومی اسمبلی کو بتایا کہ ملک میں جمہوری اداروں کے وجود سے یہ سب ممکن ہوا۔ پختہ اور ذمہ دارانہ طرزِ عمل کے ذریعے ایک بہت زیادہ جلتے ہوئے مسئلہ پر غور کرتے ہوئے حل کیا گیا، وزیراعظم اور ارکان پارلیمنٹ اس پر

Marfat.com

خراج عقیدت کے مستحق ہیں۔ مسٹر بھٹو نے تیرہ (۱۳) جون کو قوم سے جو وعدہ کیا -اسے پورا کر دیا اور صرف تین ماہ کے عرصہ میں تقریباً ایک صدی سے جاری تنازعہ اور سُلگتے ہوئے لاینحل مسئلہ کو کامیابی سے حل کر دیا۔ تاریخ کا ایک طویل اور ناخوشگوار باب بالآخر بند ہوا۔ اس باب کو دوبارہ کھولنے کی کسی بھی کوشش کی عوام اور حکومت کی طرف سے بھرپور مزاحمت کی جانی چاہیے۔

☆

DAWN, Karachi

Marfat.com

An Historic Decision

September 10, 1974

An old controversy which posed a threat to public peace and tranquility and was not without elements of delicacy and complexity has at last been got out of the way. The resolution of the Qadiani question by Parliament, in conformity with the sentiments and aspirations of the people of Pakistan, is a matter of historic significance. For about 90 years the issue has been in existence like a volcano, sometimes dormant, sometimes active, but never extinct. It is of very great significance that the issue should have been settled in a constitutional manner and through a unanimous verdict delivered by the representatives of the people. Thus when the National Assembly and the Senate passed the Constitution (Second Amendment) Bill declaring that non-believers in the absolute and un-qualified finality of the Prophet hood of Muhammad (Peace be upon Him) would be excluded from the fold of Islam not only was a painful chapter of religious controversy closed but a glorious example laid down for future reference and emulation. The manner in which the decision was taken augurs well for the growth of democracy in the country. Constitutionality is the breath of life in a democracy. The same decision coming as an official decree would not have meant the same thing. Prime Minister Zulfaqar Ali Bhutto deserved our praise and gratitude for first facing the issue boldly and then submitting it to the country's supreme sovereign body.

The achievement of unanimity by the National Assembly which functioned for several weeks as a Special Committee of the Whole House is a matter of great significance. Though it conducted its proceedings in camera, its deliberations were held against the background of a intense national upheaval. This began with the Rabwah incident at the end of May and then spread, to quote the Prime Minister, like "a prairie fire". There was loss of life and property. Truly this eruption was rooted in emotions which had been

Marfat.com

suppressed for long and the time had come when the devout followers of Islam could stand it no longer. It was wise on the part of the Government to decide not to delay it further. As the Prime Minister said, human ingenuity could always devise some method of postponing decisions, and this could be tried once more. For the logical decision needed great courage and strong conviction. It should be a matter of pride for us that the Government and the elected representatives of the people have demonstrated that courage and that conviction. But it certainly was not an easy task taking into account, as Mr. Bhutto said, the many ramifications of the decision in political and economic spheres as well as in matters involving the security of the state. He was not over stating a bit when he called it the most difficult decision in the history of Pakistan. Why it was very necessary was summarized by him when he said that the basis of Pakistan is Islam and "if a decision were taken which body of Muslims in this country feels to be against the tenets or the fundamental beliefs of Islam, it would dangerously affect the rationale and raison d'etre of Pakistan."

Leading Ulema, who had led the campaign to keep Qadianis out of the fold of Islam, have welcomed the decision whole-heartedly and called it significant not only in the history of Pakistan but also of Islam. It is now partly their responsibility to see that the Qadianis, who have now been declared a minority, are treated in the true spirit of Islam. The life, property and honor of the Qadianis are as much a sacred trust as the life, property and honor of other minorities. It is the duty of the Government to ensure that the rights of every citizen are fully protected. The Prime Minister has emphasized it in no uncertain manner that his Government was determined to ensure full protection to all communities and guarantee them all fundamental rights enshrined in the Constitution. Besides the fundamental rights, the Qadianis like all minorities also deserve religious and natural rights. All kinds of social discrimination and boycott must come to an immediate end. Those not well disposed towards Pakistan can be expected to try to represent this decision to the world at large as one which proceeded from narrow mindedness and bigotry. The designs of such peddlers of calumny can be frustrated if both the elites and

Marfat.com

the common people live up to the glorious Islamic tradition of tolerance and respect for the brother hood of all mankind. Lastly, there are also lessons for us in the manner in which the decision was reached. It will be a good augury for national unity if the same spirit of accommodation and concern for consensus is brought to bear upon the discussion and resolution of other vital national issues.

ترجمہ: **ایک تاریخی فیصلہ**- ایک قدیم تنازعہ بالآخر ختم ہو گیا جو کہ بہت زیادہ پیچیدہ اور مشکوک ہو چکا تھا، امن عامہ اور ملکی سکون کے لیے ایک بڑا خطرہ بن چکا تھا ۔عوامی اُمنگوں کے مطابق قادیانی مسئلہ کا پارلیمانی حل تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔ تقریباً ۹۰ سال سے یہ مسئلہ ایک آتش فشاں کے طور پر موجود تھا بعض وقت ساکن اور بعض وقت فعال لیکن کبھی بھی ختم نہ ہوا۔ یہ بہت اہمیت کی بات ہے کہ یہ مسئلہ عوامی نمائندوں کے اتفاق رائے سے آئینی طور پر حل ہو گیا۔ جب قومی اسمبلی اور سینٹ نے آئینی (ترمیم ثانی) بل کی منظوری دیتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر حتمی اور غیر مشروط ایمان نہ رکھنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا تو اس سے نہ صرف مذہبی تنازعہ کا ایک دردناک باب بند ہو گیا بل کہ مستقبل میں حوالہ اور عوامی جذبات کی تسکین کے لیے ایک شان دار مثال قائم ہو گئی۔ جس انداز سے (قادیانی تنازعہ کا) فیصلہ کیا گیا اس سے ملک میں جمہوری اقدار کی افزائش ہو گی۔ (مسائل کا) آئینی (حل) جمہوریت کی بقا کے لیے سانس کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی فیصلہ اگر محض ایک سرکاری فرمان سے صادر کر دیا جاتا تو یہ نتائج ہرگز برآمد نہ ہوتے۔ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو ہماری تعریف اور شکریے کے بجا طور پر مستحق ہیں کہ انھوں نے پہلی بار اس مسئلہ کا جرات مندی سے مقابلہ کیا اور پھر اسے ملک کے سب سے اعلیٰ مقتدر ادارے کے سامنے پیش کیا۔

قومی اسمبلی میں اتفاق رائے کے حصول کے لیے تمام ممبران پر مشتمل خصوصی کمیٹی نے کئی ہفتوں تک اس مسئلہ پر کام کیا جو کہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اگرچہ اس کمیٹی نے تمام کارروائی کیمرہ ریکارڈنگ میں کی لیکن یہ سب ایک شدید قومی

Marfat.com

ہیجان کے ماحول میں منعقد ہوئی۔ یہ ربوہ کے سانحہ سے شروع ہوا اور پھر پھیلتا گیا، وزیر اعظم بھٹو کے الفاظ میں ''جنگل کی آگ'' کی طرح پھیل گیا۔ اس سے مالی اور جانی نقصان ہوا۔ واقعی اس تباہ کن مسئلہ نے (مسلمانوں کے) جذبات میں سرایت کرتے ہوئے ایک طویل عرصہ تک انھیں دبائے رکھا، یہاں تک کہ راسخ العقیدہ پیروانِ اسلام نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ حکومت نے اس مسئلہ کے حل میں مزید تاخیر نہ کرنے کا دانش مندانہ فیصلہ کیا جیسا کہ وزیر اعظم بھٹو نے کہا انسان کی سہل پسند طبیعت ہمیشہ فیصلوں کو التوا میں ڈالنے کے طریقے تجویز کر لیتی ہے اور ایسی کوشش ایک بار پھر کی جا سکتی تھی۔ منطقی فیصلوں کے لیے عظیم جرات اور مضبوط حکمت عملی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ہمارے لیے باعث فخر ہے کہ عوام کے منتخب کردہ نمائندوں اور حکومت نے ایسی جرات اور حکمت عملی کا مظاہرہ کیا ہے۔ لیکن یقینی طور پر یہ سہل کام نہ تھا جیسا کہ مسٹر بھٹو نے کہا ''یہ فیصلہ بہت سے جذباتی پہلو، سیاسی و معاشرتی دوائر سے متعلق ہونے کے ساتھ ساتھ ملکی سلامتی کو بھی محیط تھا۔'' مسٹر بھٹو نے ایک ذرّہ بھر بھی مبالغہ نہیں کیا جب وہ اس فیصلہ کو پاکستان کی تاریخ کا مشکل ترین فیصلہ قرار دے رہے تھے۔ یہ فیصلہ کیوں ضروری تھا، مسٹر بھٹو نے ملخصاً کہا کہ پاکستان کی بنیاد ہی اسلام ہے اور ''اگر کوئی فیصلہ ایسا ہو جاتا جسے مسلمان اسلام کے بنیادی عقائد اور اُصول کے خلاف تصور کرتے تو یہ اَساس و مقاصدِ پاکستان پر نہایت خطرناک اثر ڈالتا۔

سرکردہ علماء — جنھوں نے قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے باہر کرنے کی تحریک کی سربراہی کی — نے اس فیصلہ کا دلی خیر مقدم کیا اور اسے نہ صرف پاکستان کی تاریخ بل کہ اسلام کی تاریخ کا اہم ترین فیصلہ قرار دیا ہے۔ اب یہ ان کی جزوی ذمہ داری ہے کہ قادیانی حضرات — جن کو اب اقلیت قرار دے دیا گیا ہے — سے اسلامی اُصولوں کے مطابق برتاؤ کیا جائے۔ قادیانیوں کی جان، مال، عزت بالکل اسی طرح قابل احترام ہے جیسے دیگر اقلیتوں کی جان، مال اور عزت۔ یہ حکومت کا فرض

Marfat.com

ہے کہ وہ ہر شہری کے حقوق کا مکمل تحفظ یقینی بنائے۔ وزیراعظم نے اس پر زور دیا ہے کہ ان کی حکومت ہر غیر یقینی صورت حال میں بھی تمام طبقات کے لوگوں کو مکمل تحفظ فراہم کرے گی نیز آئین میں موجود تمام بنیادی حقوق کی مکمل ضمانت دیتی ہے۔ ہر طرح کی سماجی تقسیم اور قطع تعلقی کو فوری طور پر ختم ہو جانا چاہیے۔ وہ لوگ جو پاکستان کے خیر خواہ نہیں۔ توقع ہے کہ وہ اس فیصلہ کو دنیا میں تنگ ذہنی اور عدم برداشت کے طور پر پیش کریں گے۔ ان دشمنوں کی منصوبہ سازی یوں خراب کی جا سکتی ہے اگر عوام کے دونوں طبقے (خاص اور عام) برداشت کی شان دار اسلامی روایت اور تمام انسانیت کے احترام کو لازم اپنا لیں۔

آخر میں جس انداز سے یہ فیصلہ کیا گیا۔ اس میں ہمارے لیے بھی سبق موجود ہیں، مستقبل میں قومی اتحاد کے لیے بہت مناسب ہوگا کہ ہم یہی جذبہ خیر سگالی اور اتفاق رائے دیگر اہم قومی اُمور پر بحث اور تصفیے کے لیے بھی بحال رکھیں۔

☆

Marfat.com

ضمیمہ

امتناع قادیانیت آرڈی ننس ۱۹۸۴ء

(اخبارات ورسائل کے اداریوں کی روشنی میں)

Marfat.com

سات ستمبر ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کے بعد اگرچہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا لیکن قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی دیگر سفارشات پر مکمل طور پر عمل درآمد نہ کیا گیا۔ محض آئین میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے بعد اسلامی شناخت و اصطلاحات کے استعمال سے مرزائیوں کو روکنے کے لیے کوئی قانون سازی نہ کی گئی جس سے مرزائیوں کے حوصلے بہ دستور قائم رہے اور انھوں نے کھلم کھلا اپنے ناپاک عقائد کی تبلیغ کے لیے لٹریچر کی اشاعت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس دوران ملک میں مارشل لاء کا نفاذ عمل میں آیا اور مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والا آئین بھی معطل ہو گیا۔ ۱۹۸۱ء میں صدر ضیاء الحق کی توجہ اس جانب مبذول کی گئی تو انھوں نے ایک آرڈی ننس کے ذریعے مرزائیوں کے بارے دستوری ترمیم کو بحال کیا لیکن تعزیرات پاکستان میں اس بارے قانون سازی کی طرف توجہ نہ کی گئی، تاہم اپریل ۱۹۸۴ء میں علماء و مشائخ کی سعی سے صدر ضیاء الحق نے تعزیرات پاکستان میں ترمیم کے لیے ایک آرڈی ننس کا اجراء کیا جسے عرف عام میں ''امتناع قادیانیت آرڈی ننس'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس آرڈی ننس کے ذریعہ تعزیرات پاکستان میں دو نئی شقیں ۲۹۸ ب اور ۲۹۸ ج کا اندراج کیا گیا۔ ہم یہاں اس آرڈی ننس کو نقل کر رہے ہیں:

آرڈیننس نمبر 20 مجریہ سال 1984ء

(امتناع قادیانیت آرڈی ننس 1984ء)

قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کا آرڈیننس

چوں کہ یہ قرین مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کی جائے۔

اور چوں کہ صدر کو اطمینان ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی بنا پر فوری

Marfat.com

کارروائی کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

لہذا اب 5رجولائی 1977ء کے اعلان کے بہ موجب اور اس سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے صدر نے حسب ذیل آرڈیننس وضع اور جاری کیا ہے۔

حصہ اول

ابتدائیہ

مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

1۔ یہ آرڈیننس قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع وتعزیر) آرڈیننس 1984ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

2۔ یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۲۔ آرڈیننس، عدالتوں کے احکام اور فیصلوں پر غالب ہوگا۔ اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود موثر ہوں گے۔

حصہ دوم

مجموعہ تعزیرات پاکستان

(ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی ترمیم

۳۔ ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء میں نئی دفعات 298ب اور 298ج کا اضافہ

مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر 45، 1860ء میں باب 15 میں، دفعہ 298الف کے بعد حسب ذیل نئی دفعات کا اضافہ کیا جائے گا۔ یعنی

Marfat.com

۲۹۸۔ب بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لیے مخصوص القاب، اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال

1۔قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے، خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے۔

الف: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین، خلیفۃ المومنین، خلیفۃ المسلمین، صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے

ب: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجۂ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ج: اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کو بھی مستوجب ہوگا۔

2۔قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لیے بلانے کے طریقے یا صورت کا اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲۹۸۔ج قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے

Marfat.com

مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے، کو کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

حصہ سوم

مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898ء

(ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء کی ترمیم

۴۔ ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹ الف کی ترمیم

مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898ء (ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء) میں جس کا حوالہ بعد ازیں مذکورہ مجموعہ کے طور پر دیا گیا ہے دفعہ 99، الف میں، ذیلی دفعہ (1) میں

الف: الفاظ اور سکتہ ''اس طبقہ کے'' بعد الفاظ، ہندسے، قوسین، حرف اور سکتے اس نوعیت کا کوئی مواد جس کا حوالہ مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء کی دفعہ 24 کی ذیلی دفعہ (1) کی شق (ی ی) میں دیا گیا ہے'' شامل کر دیے جائیں گے، اور

ب: ہندسہ اور حرف ''298۔الف کے بعد الفاظ، ہندسے اور حرف'' یا دفعہ 298۔ب یا دفعہ 298۔ج'' شامل کر دیے جائیں گے۔

ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء کی جدول دوم کی ترمیم

مذکورہ مجموعہ میں جدول دوم میں دفعہ 298 الف سے متعلق اندراجات کے بعد حسب ذیل اندراجات شامل کر دیے جائیں گے۔ یعنی

Marfat.com

1	2	3	4	5	6	7	8
298۔ ب	بعض مقدس شخصیات کے لیے مخصوص القاب، اوصاف اور خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال	ایضاً	ایضاً	ناقابل ضمانت	ایضاً	تین سال کے لیے کسی ایک قسم کی سزائے قید اور جرمانے	ایضاً
298۔ ج	قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً

حصہ چہارم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء

(مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر 30 مجریہ 1963ء) کی ترمیم

۶۔ مغربی پاکستان آرڈیننس 1963ء کی دفعہ 24 کی ترمیم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء (مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر 30 مجریہ 1963ء) میں دفعہ 24 میں ذیلی دفعہ (ا) میں شق (ی) کے بعد حسب ذیل نئی شق شامل کر دی جائے گی۔ یعنی

''(ی ی) ایسی نوعیت کی ہوں جن کا حوالہ مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر 45 بابت 1860ء) کی دفعات 298۔الف، 298۔ب یا 298۔ج میں دیا گیا ہے،'' ''یا''

شائع کردہ محکمہ فلم و مطبوعات

وزارت اطلاعات و نشریات، اسلام آباد، پاکستان

مورخہ 06.06.1984

Marfat.com

اس آرڈیننس کے نتیجہ میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298/B اور 298/C کے تحت کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا، اپنے مذہب کو اسلام نہیں کہہ سکتا، اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر اور شعائر اسلامی وغیرہ استعمال نہیں کر سکتا۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہ 3 سال قید اور جرمانہ کی سزا کا مستوجب ہوگا۔

جناب متین خالد نے اپنے ایک مقالہ میں اس آرڈی ننس کی تائید میں اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے، ذیل میں ہم اپنے قارئین کو اس مقالہ سے اعلیٰ عدلیہ کے فیصلوں کے اقتباسات پیش کر رہے ہیں:

قادیانیوں نے **امتناع قادیانیت آرڈیننس** کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا جہاں ان کی رِٹ درخواست خارج کرتے ہوئے جج صاحبان نے متفقہ طور پر اس آرڈیننس کو درست قرار دیا اور قادیانیوں کے بارے میں دو سو صفحات سے زاید اپنے تاریخی فیصلہ میں لکھا:

''قادیانی امت مسلمہ کا حصہ نہیں ہیں۔ اس بات کو خود ان کا اپنا طرز عمل خوب واضح کرتا ہے۔ ان کے نزدیک تمام مسلمان کافر ہیں۔ وہ ایک الگ امت ہیں۔ یہ متناقض ہے کہ انھوں نے امت مسلمہ کی جگہ لے لی ہے اور مسلمانوں کو اس امت سے خارج قرار دیا ہے۔ مسلمان انھیں امت مسلمہ سے خارج قرار دیتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس امت سے خارج سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں ایک ہی امت میں سے نہیں ہو سکتے۔ یہ سوال کہ امت مسلمہ کے افراد کون ہیں؟ برطانوی ہندوستان میں کسی ادارے کے موجود نہ ہونے کی بنا پر حل نہ ہو سکا' لیکن اسلامی ریاست میں اس موضوع کو طے کرنے کے لیے ادارے موجود ہیں اور اس لیے اب کوئی مشکل درپیش نہیں ہے۔'' (PLD 1985 FSC8)

سپریم کورٹ کے فل بنچ نے قادیانیوں کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کے تاریخی فیصلہ پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا:

''اس ترمیم نے مرزا قادیانی کے پیروکاروں کو جو عموماً احمدیوں کے نام سے معروف ہیں' غیر مسلم قرار دے دیا تھا۔ یہ ترمیم جمہوری' پارلیمانی نیز عدالتی طریقے پر

Marfat.com

کی گئی تھی اور پورے ہاؤس پر مشتمل خاص کمیٹی کی طویل روئیداد کے دوران احمدیوں کے دونوں گروہوں کے مسلمہ لیڈروں کو بھی اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا پورا موقع فراہم کیا گیا تھا۔ اس کمیٹی کو پیش کی جانے والی قرارداد میں یہ تصریح بھی موجود تھی کہ: ''احمدی اندرونی اور بیرونی سطح پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔'' اور یہ کہ: ''اس وقت مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والی ایک کانفرنس نے جس میں دنیا بھر سے 140 وفود نے شرکت کی تھی' بالاتفاق قرار دیا تھا کہ'' قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف سرگرم عمل ایک تخریبی تحریک ہے جو دھوکے اور مکاری سے ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔'' (مباحثہ قومی اسمبلی پارلیمنٹ جلد 4' 1974ء)'' (PLD 1988 SC 167)

لاہور ہائی کورٹ کے جناب جسٹس محمد رفیق تارڑ (سابق صدر پاکستان) نے قادیانیوں کے خلاف اپنے ایک فیصلہ میں لکھا:

''مرزا قادیانی نے بذات خود ''محمد رسول اللہ'' ہونے کا اعلان کیا اور ان تمام لوگوں کے خلاف بے حد غلیظ زبان استعمال کی' جنھوں نے اس کی جھوٹی نبوت کے دعویٰ کو مسترد کیا اور اس (مرزا قادیانی) نے خود اعلان کیا کہ وہ برطانوی سامراج کی پیداوار یعنی اس کا ''خود کاشتہ پودا'' ہے۔''(PLD 1987 Lahore 458)

کوئٹہ ہائی کورٹ کے جناب جسٹس امیر الملک مینگل نے قادیانیوں کی امتناع قادیانیت آرڈیننس 1984ء کی خلاف ورزی پر اپنے ایک فیصلہ میں لکھا:

''خواہ کچھ بھی ہو' موجودہ مقدمے میں تو یہ دیکھا جانا ہے کہ ان قادیانیوں کی نیت کیا تھی جب وہ کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر گلیوں کے ہجوم میں گھومتے پھرے؟ اس کی صریح وجہ یہی نظر آتی ہے کہ مذکورہ سائلان لوگوں سے یہ منوانے کا ارادہ رکھتے تھے کہ وہ مسلم ہیں۔ یہی بات ان کی طرف سے مجرمانہ نیت یا مجرم ضمیر (mens rea) کا اظہار کرتی ہے۔ لہذا اس مقدمے کے تسلیم کردہ واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے' اس موضوع پر بحث نہیں کی جاسکتی کہ سائلان کا یہ فعل کسی مجرمانہ ارادے یا مجرم ضمیر کے

Marfat.com

بغیر تھا کیونکہ سائلان اس بات کی کوئی دلیل بیان کرنے میں ناکام رہے ہیں کہ انہوں نے شہر کے پُر ہجوم بازاروں میں چلتے پھرتے وقت کلمہ طیبہ کے بیج (badge) کس وجہ سے لگا رکھے تھے' سوائے اس کے کہ وہ مسلم ہونے کا بہانہ کرتے تھے یا دوسروں سے خود کو مسلم منوانا چاہتے تھے۔'' (PLD 1988 Quetta 22)

لاہور ہائی کورٹ کے جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خان نے قادیانیوں کے صد سالہ جشن پر پابندی لگاتے ہوئے اپنے ایک مفصل فیصلہ میں لکھا:

''قادیانیوں کے نزدیک غیر قادیانی یا غیر احمدی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس طرح انہوں نے اپنی علیحدہ امت بنالی ہے جو امت مسلمہ کا حصہ نہیں' یہ چیز خود ان کے طرز عمل اور عقائد سے ثابت ہے' وہ مسلمانوں کو اپنی ملت سے خارج گردانتے ہیں۔ قادیانی حضرات حکومت برطانیہ کے زیر سایہ خود کو مسلمان ظاہر کر سکتے تھے، اب ایسا نہیں کر سکتے' کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک مرزا قادیانی امتِ مسلمہ میں انتشار و تفریق پیدا کر کے انگریزوں کے مفادات کے لیے کام کرتا رہا تھا.............. مرزا صاحب کے مخصوص دعویٰ کے پیش نظر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ قادیانی حضرات مرزا صاحب کو حضرت محمد ﷺ کا بدل مانتے ہیں۔ اس لیے جھنڈوں پر لکھے ہوئے اور بیجوں پر تحریر شدہ الفاظ ''محمد رسول اللہ'' کا استعمال ہر احمدی کی اپنی ذمہ داری ہے کیونکہ ایسا کرنا رسول اکرم ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرنے کے مترادف ہے۔ بلاشبہ ایسا فعل دفعہ 295۔سی ت پ کے دائرہ میں آتا ہے۔'' (PLD 1992 Lahore-1)

سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بنچ نے شعائر اسلامی استعمال کرنے پر قادیانیوں کے خلاف اپنے ایک تاریخ ساز فیصلہ میں لکھا:

''یہ بات قابل غور ہے کہ صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے قوانین، ایسے الفاظ اور جملوں کے استعمال کا تحفظ کرتے ہیں، جن کا مخصوص مفہوم و معنی ہو اور

Marfat.com

اگر وہ دوسروں کے لیے استعمال کیے جائیں تو لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ جو لوگ دوسروں کو دھوکا دیتے ہیں، ان کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔ پاکستان ایسی نظریاتی ریاست میں قادیانی جو کہ غیر مسلم ہیں، اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کر کے دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ یہ بات خوش آئند اور لائق تحسین ہے کہ دنیا کے اس خطے میں عقیدہ آج بھی ہر مسلمان کے لیے سب سے قیمتی متاع ہے، وہ ایسی حکومت کو ہرگز برداشت نہیں کرے گا جو اسے ایسی جعل سازیوں اور دسیسہ کاریوں سے تحفظ فراہم کرنے کو تیار نہ ہو۔ قادیانی اصرار کرتے ہیں کہ انہیں نہ صرف اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر پیش کرنے کا لائسنس دیا جائے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ اسلام کی انتہائی محترم و مقدس شخصیات کے ساتھ استعمال ہونے والے القابات اور خطابات وغیرہ کو ان غیر مسلموں (مرزا قادیانی اور اس کے خلیفوں) کے ناموں کے ساتھ چسپاں کیا جائے، جو مسلم شخصیات کی جوتی کے برابر بھی نہیں۔ حقیقتاً مسلمان اس اقدام کو اپنی عظیم ہستیوں کی بے حرمتی اور توہین و تنقیص پر محمول کرتے ہیں۔ پس قادیانیوں کی طرف سے ممنوعہ القابات اور شعائر اسلامی کے استعمال پر اصرار اس بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہنے دیتا کہ وہ قصداً ایسا کرنا چاہتے ہیں جو نہ صرف ان مقدس ہستیوں کی بے حرمتی کرنے بلکہ دوسروں کو دھوکا دینے کے مترادف بھی ہے۔ اگر کوئی مذہبی گروہ (قادیانیت) دھوکا دہی اور فریب کاری کو اپنا بنیادی حق سمجھ کر اس پر اصرار کرے اور اس سلسلے میں عدالتوں سے مدد کا طلبگار ہو تو اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ اگر قادیانی دوسروں کو دھوکا دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تو وہ اپنے مذہب کے لیے نئے القابات وغیرہ کیوں وضع نہیں کر لیتے؟ کیا انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ دوسرے مذاہب کے شعائر، مخصوص نشانات، علامات اور اعمال پر انحصار کر کے وہ خود اپنے مذہب کی ریاکاری کا پردہ چاک کریں گے۔ اس صورت میں اس کے معانی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کا نیا مذہب، اپنی طاقت، میرٹ اور صلاحیت کے بل پر ترقی نہیں کر سکتا یا فروغ نہیں پا سکتا بلکہ اسے جعل سازی و فریب

Marfat.com

پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے؟ آخر کار دنیا میں اور بھی بہت سے مذاہب ہیں، انہوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے القابات وغیرہ پر کبھی غاصبانہ قبضہ نہیں کیا، بلکہ وہ اپنے عقائد کی پیروی اور اس کی تبلیغ بڑے فخر سے کرتے ہیں۔

...... ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو، لازم ہے کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اپنے بچوں، خاندان، والدین اور دنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے۔'' (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان

کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو مورد الزام ٹھہرا سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا دل آزار مواد جیسا کہ مرزا صاحب نے تخلیق کیا ہے سننے، پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟

ہمیں اس پس منظر میں قادیانیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر قادیانیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہیے، جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہوسکتا تھا۔ اس لیے اگر کسی قادیانی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور ''رُشدی'' تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ اگر قادیانیوں کو سرعام جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں، حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا۔ ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی قادیانی سرعام کسی پلے کارڈ، بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرم ﷺ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف

Marfat.com

ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز نقض امن عامہ کا موجب بن سکتی ہے، جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کے جان و مال کا نقصان ہوسکتا ہے۔

......ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ قادیانیوں کو اپنی شخصیات، مقامات اور معمولات کے لیے نئے خطاب، القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دُشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لیے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں اور وہ اپنے تہوار امن و امان کا کوئی مسئلہ یا اُلجھن پیدا کیے بغیر پُرامن طور پر مناتے ہیں۔

......بہرحال قادیانیوں پر لازم ہے کہ وہ آئین و قانون کا احترام کریں اور انہیں اسلام سمیت کسی دوسرے مذہب کی مقدس ہستیوں کی بے حرمتی یا توہین نہیں کرنی چاہیے نہ ہی ان کے مخصوص خطابات، القابات و اصطلاحات استعمال کرنے چاہیے۔"

جناب جسٹس عبدالقدیر چودھری، جناب جسٹس ولی محمد خاں،
جناب جسٹس محمد افضل لون، جناب جسٹس سلیم اختر
(ظہیرالدین بنام سرکار 1993 SCMR 1718ء)

اس آرڈی ننس کے اجراء پر مختلف ملکی اخبارات و رسائل میں اداریے لکھے گئے جن میں صدر ضیاء الحق کے اس اقدام کو سراہا گیا۔ پیش نظر ضمیمہ میں چند اہم اخبارات و رسائل کے اداریوں کو جمع کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

روزنامہ جنگ، کراچی

بروقت اقدام

۲۸ر اپریل ۱۹۸۴ء

صدر پاکستان کی طرف سے جاری کردہ یہ حکم مسلمان عوام اور علماء کے اس مطالبہ کی پذیرائی کا مظہر ہے کہ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیے جانے کے بعد جو منطقی اور لازمی اقدامات کیے جانے چاہیے تھے، ان کا اہتمام کیا جائے۔ سابقہ حکومت نے عوامی دباؤ کے تحت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ تو کرلیا تھا لیکن چوں کہ اس کا اقدام نیم دلانہ تھا اس لیے اس پر کماحقہ عمل درآمد نہ ہوسکا تھا۔ قادیانی نہ صرف اپنے آپ کو غیر مسلم نہیں کہتے تھے بل کہ وہ ساری اصطلاحات بھی استعمال کررہے تھے جو نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ کے ساتھیوں، جانشینوں، اہل خاندان اور آپ کی امت کے لیے خاص ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے ایک طرف ۱۹۷۴ء کی دستوری ترمیم عملاً غیر موثر اور بے نتیجہ ہورہی تھی۔ دوسری طرف مسلمانوں کے جذبات اسی طرح مجروح کیے جارہے تھے جس طرح دستوری فیصلے کے نفاذ سے پہلے ہو رہے تھے اور یہ چیز مسلمانوں میں اشتعال پیدا کرنے کا باعث بن رہی تھی۔

جنرل ضیاء الحق نے بروقت اس صورت حال کا احساس کیا اور پہلے لاہور کے ایک سیمینار میں صدر مملکت نے بعض ابتدائی اقدامات کا اعلان کیا اور اب زیر نظر آرڈی ننس کا اجرا کر کے جمہور مسلمانوں کے مطالبہ کی تکمیل کا سامان کردیا ہے۔ یہ ایک اہم اور تاریخی فیصلہ ہے اور اس کے بعد مسلمان علماء اور عوام کی بے چینی یکسر ختم ہوجاتی ہے جیسا کہ اس آرڈی ننس پر تبصرہ کرنے والے اکابر نے کہا ہے کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اب اس حکم پر لفظاً اور معناً عمل کرایا جائے تا کہ بے چینی اور اضطراب کے اسباب کا موثر خاتمہ ممکن ہو اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ قانون تو نافذ ہوگیا ہے لیکن اس پر عمل درآمد نہیں ہورہا۔ اسی طرح قادیانی اور لاہوری فرقوں

Marfat.com

سے تعلق رکھنے والے مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو بھی چاہیے کہ وہ حقیقت پسندی سے تسلیم کر لیں اور قانون ملکی کی مزاحمت کرنے کی بجائے دل سے اسے تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ جب وہ مسلمانوں سے اپنے اختلافات ختم نہیں کر سکتے اور اپنے عقائد پر مُصر ہیں تو انہیں اس روش کے منطقی نتائج کو قبول کرنا چاہیے اور بلا وجہ جسد قومی میں کشیدگی اور محاذ آرائی کے اسباب باقی رکھنے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے، اس میں ان کا اپنا بھی فائدہ ہے۔

☆

روزنامہ نوائے وقت، لاہور

دیر آید درست آید

مورخہ ۲۸ راپریل ۱۹۸۴ء

قادیانیوں کے بارے میں صدارتی آرڈی ننس اپنی جگہ ایک جامع عملی اقدام کی حیثیت رکھتا ہے کیوں کہ اس کے تحت قادیانیوں کے لیے جو باتیں ممنوع قرار دی گئی ہیں ان پر عمل درآمد کرانا خود حکومت کی انتظامیہ مشینری کے بنیادی فرائض منصبی کا حصہ بن گیا ہے۔ اب عامۃ المسلمین اور ان کے رہنماؤں کے لیے یہی مناسب ہوگا کہ آرڈی ننس کی خلاف ورزی کے معاملات مجاز حکام کے علم میں لائے جائیں لیکن قادیانیوں نے دفاعی سروسز سمیت انتظامیہ میں جو اثر ونفوذ پیدا کر رکھا ہے اس کے مضمرات کا جائزہ لینا اور مملکت کے اسلامی مفادات کے تحفظ کے لیے بعض اقدامات فوری ضرورت کے ضمن میں آتے ہیں۔ ایک اقلیت کے طور پر قادیانیوں کے جو بھی شہری اور قانونی حقوق ہیں ان کا تو پورا کرنا اور فراخ دلانہ احترام واہتمام ہونا چاہیے۔ لیکن دفاعی سروسز کا اس وقت ماٹو (motto) ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے جب کہ قادیانی اسلام کے معروف ومسلمہ تصور جہاد کو تسلیم ہی نہیں کرتے، اس لیے دفاعی سروسز سے قادیانیوں کو فوری طور پر ریٹائر کر دینا چاہیے کہ وہ مسلمانوں کی حیثیت سے نہیں صرف ایک

Marfat.com

اقلیت سے تعلق کی بنیاد پر اپنا حق اور حصہ طلب کریں اور اس پر ہی قناعت کریں۔

☆

قادیانیت-دوسرے ملکوں میں

مورخہ ۲۹ راپریل ۱۹۸۴ء

قادیانیوں کو اپنے ''بناسپتی برانڈ کے اسلام'' کی تبلیغ کرنے اور اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے روکنے کے لیے جو آرڈی ننس نافذ کیا گیا ہے۔ پاکستان کی حد تک اب اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس پر مکمل عمل درآمد کے لیے کیا اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن قادیانیوں کی سرگرمیوں کا سلسلہ چوں کہ کئی دوسرے ملکوں میں بھی جاری ہے، اس لیے یہ بات بھی ضروری ہے کہ حکومت پاکستان اپنی اس کارروائی سے اسلامی کانفرنس اور اس کی وساطت سے تمام اسلامی ملکوں کو بھی رسمی طور پر آگاہ کرے، تاکہ ان میں اسلام کے حوالے سے قادیانیت کی تبلیغ اور برآمد کا سلسلہ بھی بند ہو جائے۔ مغربی ملکوں کو اسلام اور مسلمانوں سے جو روایتی عناد ہے، اس کی وجہ سے یہ بات بعید از امکان نہیں کہ وہ اب قادیانیوں کی نسبتاً زیادہ حوصلہ افزائی کرنے لگیں گے، لیکن اسلامی کانفرنس کی طرف سے ان پر واضح کر دیا جائے کہ ان کی یہ بات تمام اسلامی ملکوں کے نزدیک ایک ناپسندیدہ حرکت ہوگی تو اسلامی دنیا سے ان کے جو بڑے وسیع تجارتی و معاشی مفادات وابستہ ہیں، ان کی خاطر وہ اس معاملے میں احتیاط سے کام لینے کی ضرورت محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی ضروری ہے کہ اسلامی ممالک خاص طور پر بعض افریقی ملکوں میں اسلام کی تبلیغ کے نام پر یہ لوگ قادیانیت پھیلانے کا جو کام کرتے رہے ہیں، اب اس کا بھی انسداد ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں ایک کام حکومت پاکستان کے بھی کرنے کا ہے کہ اب کسی بھی قادیانی کو پاسپورٹ پاکستانی مسلمان کے طور پر جاری نہ کیا جائے، بل کہ اس دستاویز پر اس کے غیر مسلم اقلیت سے تعلق رکھنے کا واضح اور رسمی اظہار بھی ہونا چاہیے۔

☆

Marfat.com

روزنامہ مشرق، لاہور

ایک یادگار کارنامہ

۲۸راپریل۱۹۸۴ء

صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے ایک ترمیمی آرڈی ننس کے ذریعے تعزیرات پاکستان میں دو دفعات (۲۹۸بی اور ۲۹۸سی) کا اضافہ کر دیا ہے۔ ان دفعات کے تحت قادیانی یا لاہوری گروپ امیر المومنین، ام المومنین، خلیفہ، صحابہ، اہل بیت سمیت تمام اسلامی اصطلاحات استعمال نہیں کر سکیں گے۔ وہ اپنی عبادت گاہ کو مسجد بھی نہیں کہہ سکیں گے اور نہ مسلمانوں کی طرح اذان دے سکیں گے۔ حکومت قادیانیوں کا ایسا تمام لٹریچر ضبط کر لینے کی مجاز ہوگی جو متذکرہ قانون کی خلاف ورزی کی ذیل میں آتا ہو۔ یہ تمام جرائم قابل دست اندازی پولیس اور ناقابل ضمانت ہوں گے اور آرڈی ننس کی خلاف ورزی تین سال قید کی سزا کا مستوجب ہوگی۔

ہمارے نزدیک صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے اس اقدام کو ملک کے تمام دینی، سیاسی اور عوامی حلقوں میں بہ نظر امتنان و استحسان ہی دیکھا جائے گا۔ قادیانیوں کی طرف سے اسلامی اصطلاحات کا استعمال ایک عرصہ سے دین و مذہب سے دل چسپی رکھنے والے عوامی حلقوں میں تشویش و اضطراب کا موجب بنا ہوا تھا۔ اس آرڈی ننس سے نہ صرف سواد اعظم میں اطمینان کی لہر دوڑ گئی ہے بل کہ قادیانیوں اور احمدیوں کے سامنے بھی صرف دو راستے رہ گئے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت کو حرزِ جاں بنا کر امت مسلمہ میں شامل ہو جائیں یا پھر اپنے انحرافی نظریات پر قائم رہ کر اقلیتی فرقہ کے پُرامن شہریوں کی طرح ملک میں رہیں، اور اپنے گم راہ کن نظریات کسی دوسرے پر تھوپنے کی کوشش نہ کریں۔ یہ آرڈی ننس بلاشبہ ملک وملت کے استحکام و سالمیت کا موجب بنے گا اور صدر جنرل محمد ضیاء الحق کا یہ کارنامہ ہمیشہ یادرکھا جائے گا۔

☆

Marfat.com

روزنامہ امروز، ملتان

اسلام کی بے بہا خدمت

۲۸/اپریل ۱۹۸۴ء

صدر مملکت نے مرزائیوں کی اسلام کے منافی سرگرمیوں کے مکمل انسداد کے لیے اگلے روز جو آرڈی ننس جاری کیا ہے، سبھی مکاتب فکر کے علمائے کرام اور عامۃ المسلمین نے اس کا پُرجوش خیر مقدم کیا ہے اور اسے اسلام کی بے بہا خدمت اور نفاذ اسلام کی مخلصانہ اور سنجیدہ مساعی کا بیّن اور عملی ثبوت قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا بجا ہے کہ قادیانیوں کو محض غیر مسلم اقلیت قرار دینا کافی نہ تھا، ان کو دائرہ اسلام سے عملاً خارج کیا جانا لازم تھا اور ان کی خلاف اسلام سرگرمیوں پر پابندی لگنی چاہیے تھی، بحمد للہ صدر ضیاء الحق کو اس مقصد کی توفیق عطا ہوئی، انھوں نے مرزائیوں کے قادیانی اور لاہوری دونوں فرقوں کو اسلامی اصطلاحات کے استعمال اور اپنے مذہب (قادیانیت) کی تبلیغ واشاعت کی ممانعت کردی ہے اور اسے قابل تعزیر جرم قرار دے دیا ہے، ہر مسلمان کے لیے من جملہ دوسری شرائط پوری کرنے کے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین وخاتم المرسلین ہونے پر ایمان لانا اور رکھنا لازم ہے، بہ صورت دیگر وہ دائرۂ اسلام میں نہ داخل ہوسکتا ہے اور نہ رہ سکتا ہے، مرزائیوں کے قادیانی اور لاہوری دونوں گروپ۔ ختم نبوت پر ایمان نہ لانے اور نہ رکھنے کی بنا پر ہی دائرہ اسلام سے خارج قرار پائے۔ اس اولیں مرحلے کے طے ہوجانے کے بعد ضروری تھا کہ انھیں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے اور کہلانے، اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے، قادیانیت کا پرچار کرنے، خلاف اسلام لٹریچر شائع کرنے، اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہنے اور ان میں اجتماع کے لیے اپنے ہم مشربوں کو بلانے کے لیے اذان کو وسیلہ بنانے سے روکا جاتا۔ یہ اَمر غایت درجہ اطمینان افروز ہے کہ یہ اہم دینی اقتضا بھی پوری کر دی گئی ہے، اب جو قادیانی یا مرزائی، نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی

Marfat.com

اورخلیفہ کے سوا کسی دوسرے شخص کو امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، صحابی یا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہے گا یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے سوا کسی دوسری خاتون کو ''اُم المومنین'' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے سوا دوسروں کو اہل بیت اور اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کہے گا وہ تین سال تک کی قید اور جرمانے کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ اسی طرح قادیانی اور مرزائیوں کا اذان دینا اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنا، اپنے عقیدے کو اسلامی قرار دینا، اس کی زبانی یا تحریری تبلیغ کرنا، دوسروں کو اس کے ماننے کی زبانی یا تحریری دعوت دینا اور کسی بھی صورت میں مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا۔ قابل دست اندازی پولیس اور ناقابل ضمانت جرم ہوگا جس کی سزا تین برس تک کی قید ہوگی۔ متذکرہ آرڈی ننس کے تحت صوبائی حکومتوں کو بھی ایسے اخبار، کتاب، مطبوعات یا دستاویز کو ضبط کرنے کا اختیار دے دیا گیا ہے جن سے تعزیرات پاکستان میں شامل نئی دفعات کی خلاف ورزی ہوتی ہو، قابل اعتراض اور لائق گرفت مواد کی طباعت اور اشاعت پر متعلقہ پریس کو بند، اخبار کا ڈیکلریشن منسوخ اور کتاب اور دستاویز ضبط کی جاسکے گی۔

اسلام اقلیتوں کے حقوق و مفادات کی محافظت کا داعی ہے لیکن وہ اسلام کی بنیادی تعلیمات اور معتقدات میں تحریف کی ہرگز اجازت نہیں دیتا، بالخصوص جو بنائے اسلام ہیں اور ہر مسلمان کے ایمان کی اَساس ہیں جن فرقوں نے بِنائے اسلام سے انحراف کیا وہ خارج از اسلام قرار پائے، مرزائیوں سے پہلے بہائی فرقہ اس کی مثال ہے، مرزائی پاکستان کے آئین اور قانون کے تقاضوں کو پورا کریں اور اپنی صریحاً الگ حیثیت کے اقرار میں حیص بیص کا شکار نہ ہوں تو انھیں بھی وہی تحفظات حاصل ہوں گے، جو دوسری اقلیتوں کو حاصل ہیں، لیکن شرط یہی ہے کہ وہ قانونی تقاضے پورے کریں اور ان پر جو پابندیاں عاید کی گئی ہیں ان سے انحراف نہ کریں، بہ صورت دیگر وہ گرفت واحتساب کے مستوجب ہوں گے۔ ایک بات واضح ہے کہ اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایک نظریاتی اسلامی مملکت میں، اسلامی عقائد وشعائر اور تعلیمات کی منافی سرگرمیوں کی مرتکب ہوں تو بھی ان سے اغماض برتا جائے اور ان سے بازپُرس نہ کی جائے، اس ضمن میں ماضی میں جو کوتاہی ہوئی، اس کے اِزالے کی تدبیر، اب صدر مملکت نے کر دی ہے، جس پر علمائے عظام اور عامۃ المسلمین نے گہرے

Marfat.com

اطمینان اور مسرت کا اظہار کیا ہے اور صدر کے اقدام کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور سرورِ کائنات خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے والہانہ محبت کا اثر اعجاز تسلیم کیا ہے۔ بحضور رب تعالیٰ دعا ہے کہ ہم اچھے اور سچے مسلمانوں کی حیثیت سے اُجلے اخلاق و کردار کے مظہر بن سکیں اور جو حق سے بھٹک گئے ہیں ان کو صراط مستقیم پر لانے کا وسیلہ ثابت ہو سکیں۔

☆

روزنامہ جسارت، کراچی

اس سرطان کو اُکھاڑ پھینکئے

مورخہ ۲۸/اپریل ۱۹۸۴ء

صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے ایک آرڈی ننس جاری کیا ہے جس کے تحت قادیانیوں کو اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے سے روک دیا گیا ہے، انھیں اس بات سے بھی روک دیا گیا ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کہیں اور ان کا کوئی شخص مسلمانوں کی اذان بلند کرے، اس ضال و مضل فرقے کو اس بات سے بھی روک دیا گیا ہے کہ وہ اپنے عقیدے کو ''اسلام'' کہے یا ایسے عقیدے کی تبلیغ کرے یا دوسروں کو اس کی زبانی یا تحریری دعوت دے یا کسی بھی صورت میں مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائے۔ اس آرڈی ننس کے ذریعہ پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس میں بھی ترمیم کر دی گئی ہے جس کے تحت حکومت ہر ایسے مواد کو ضبط کر سکتی ہے اور پابندی لگا سکتی ہے جو اس قانون کے منافی ہو۔ اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے تین سال قید کی سزا تجویز کی گئی ہے جس کے ساتھ جرمانہ بھی کیا جا سکتا ہے، قانون کا اطلاق ہر اس شخص پر ہو گا جو ''احمدی'' کہلائے خواہ وہ قادیانی ہو یا لاہوری گروپ سے تعلق رکھتا ہو۔ یہ جرائم قابل دست اندازی پولیس ہوں گے اور ناقابل ضمانت ہوں گے۔ صدر نے مولانا محمد اسلم قریشی کی تفتیشی ٹیم کو مستحکم بنانے کی ہدایت بھی جاری کی ہے۔

Marfat.com

صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے یہ آرڈی ننس نافذ کر کے ایک نہایت قابل تحسین قدم اٹھایا ہے۔ امیر تحریک (جماعت) اسلامی میاں طفیل محمد اور دیگر رہنماؤں نے اس اقدام کی تعریف کی ہے لیکن اصل مسئلہ اس قانون کے موثر نفاذ کا ہے۔ قبل ازیں جب قادیانیوں کے خلاف تحریک اُٹھی اور انھیں اقلیت قرار دیا گیا تھا تو مسلمانوں کو یہ توقع تھی کہ حکام قادیانیت کو سر اُٹھانے نہیں دیں گے لیکن یہ توقع پوری نہیں ہوئی، قادیانی پہلے سے زیادہ سرگرم اور طاقت ور ہوتے چلے گئے۔ وہ کلیدی عہدوں پر فائز ہوئے، انھیں ترقیاں ملیں، بعض اپنے عہدوں اور ملازمتوں پر دوبارہ بحال ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ بیوروکریسی کے اندر ان کا جال نہ صرف پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گیا بل کہ اور وسیع ہوتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک ان کی گم راہ کن تبلیغی مہم میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ وہ اپنی کتابوں، جرائد، اجتماعات اور خطبات کے ذریعہ نہایت بے خوفی اور دھڑلے کے ساتھ قادیانیت کی گم راہ کن دعوت کو عام کرتے رہے اور اپنی مطبوعات میں اس بات کا اعلان کرتے رہے کہ وہ پورے پاکستان کو بل کہ عالم اسلام کو قادیانیت کے دائرے میں لے آئیں گے۔ اس کے علاوہ سادہ لوح افراد کو ترغیب وتخویف کے مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعہ قادیانیت اختیار کرنے پر آمادہ کرتے رہے۔ غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے باوجود قادیانیوں کا یہ زور اور ان کی بڑھتی ہوئی یہی سرگرمیاں ہیں جو مسلمانوں اور ان کے علماء میں حالیہ اضطراب کا موجب بنیں جس کا اظہار وہ اپنے بیانات اور مختلف کانفرنسوں کے ذریعہ کرتے رہے ہیں۔ یہ بات بڑی حوصلہ افزا ہے کہ صدر ضیا نے مسلمانوں کے اس اضطراب کا بروقت نوٹس لیا اور ایک نہایت ضروری قانون کو نافذ کر کے مسلمانوں کے ایک پرانے مطالبے کی تکمیل کر دی اب وہ اس کے موثر نفاذ کو بھی یقینی بنائیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ قادیانیوں کی حیثیت مرتدین کی ہے بل کہ وہ مرتدین سے بھی بدتر ہیں۔ ایک مرتد تو اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے پھر جاتا ہے اور مسلمانوں کے دائرہ سے باہر نکل جاتا ہے لیکن یہ قادیانی مسلمانوں کی صفوں میں رہ کر اندر سے ان کے نظام عقائد اور ان کی اجتماعیت کو سبوتاژ کرنے میں مصروف ہیں اور وہ بھی ایک منظم جماعت کی صورت میں۔ اللہ کے آخری رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قصر نبوت کی آخری اینٹ تھے، اس کے بعد رسالت کی یہ عظیم الشان عمارت مکمل ہوگئی لیکن قادیانیت اور قادیانیوں نے صیہونیت اور اسلام دشمن طاقتوں

Marfat.com

کی ایما پر ایک نئی نبوت کا فتنہ کھڑا کر کے قصر نبوت میں رخنے ڈالنے کی انتہائی مکروہ، قابل نفرت کوششوں کا آغاز کیا اور ان کی یہ کوششیں اب بھی جاری ہیں۔ آج ہمارے جسد ملّی میں یہ ایک سرطان کی طرح اپنے رگ وریشے کو پھیلا چکے ہیں۔ جسد ملّی کی صحت وبقا کا انحصار اس بات پر ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے اس سرطان کو نکال پھینکا جائے۔

اس مقصد کے لیے دوسری غیر مسلم اقلیتوں اور قادیانیوں میں فرق کیا جانا ضروری ہے۔ دوسری غیر مسلم اقلیتیں پاکستان کی وفادار ہیں، وہ پاکستان اور نظریۂ پاکستان کے خلاف سازشوں میں مصروف نہیں ہیں لیکن قادیانی جو صیہونیت اور استعماریت کا خود کاشتہ پودا ہیں جن کا اصل ہیڈ کوارٹر اسرائیل میں ہے اور جو اسلام اور پاکستان دشمن طاقتوں کے ایجنٹوں کی حیثیت سے کام کرتے ہیں اور جن کا اصل مشن مسلمانوں کے نظام عقائد ونظام اجتماعی کی بنیادوں میں بارود بچھانا ہے۔ انھیں کس طرح پاکستان کی پُرامن اور وفادار اقلیتوں کی صف میں رکھا جا سکتا ہے اور انھیں ان کی طرح تمام حقوق کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں۔ غدّاروں اور باغیوں کو کس طرح وفادار اور پُرامن عناصر کے برابر کیا جا سکتا ہے؟؟؟

اس لیے قادیانیوں پر سرکاری اور نیم سرکاری ملازمتوں کے دروازے قطعی طور پر بند ہونے چاہئیں اور انھیں فوری طور پر کلیدی مناصب سے ہٹایا جانا چاہیے۔ اس کے ساتھ احمدیوں کے خواہ وہ قادیانی ہوں یا لاہوری گروپ سے تعلق رکھتے ہوں، تمام دارالمطالعے، کتب خانے، اشاعت گھر اور ان کے لٹریچر کے تمام ذخائر ضبط کیے جانے چاہئیں۔ انھیں رسائل وجرائد شائع کرنے کی اجازت نہیں ملنی چاہیے۔ اسی طرح قادیانی ان کے ذریعہ کمائی ہوئی دولت کا بڑا حصہ قادیانیت کی تبلیغ کے لیے صرف کرتے ہیں۔ نیز حکومت قادیانیوں کی خصوصی مردم شماری کا اہتمام کرے اور ان کے اثر ورسوخ کے بارے میں ایک تفصیلی رپورٹ تیار کرے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ قادیانیت کا سرطان کس حد تک پھیل چکا ہے۔

ان اقدامات کے ساتھ حکومت ایک اور آرڈی ننس جاری کرے جس کی رُو سے اس قانون کے نفاذ کے بعد قادیانیت قبول کرنے والے کسی بھی نئے شخص کے لیے عمر قید کی سزا یا ہمیشہ کے لیے جلاوطنی تجویز کی جائے کیوں کہ قادیانی زیادہ تر لالچ، تحریص اور دھمکیوں کے ذریعہ لوگوں کو قادیانیت کے جال میں پھانستے ہیں۔ اس کا راستہ ایک سخت قانون کے ذریعہ ہی

Marfat.com

روکا جا سکتا ہے۔ قادیانیت اور قادیانیوں کے خلاف قانون سازی میں تمام مسلم ممالک میں یکسانیت ہونی چاہیے تاکہ قادیانیوں کے لیے کوئی مسلمان ملک پناہ گاہ نہ بن سکے۔

☆

Marfat.com

The Muslim(Daily)

A Positive Step

April 29, 1984

The promulgation of the Presidential Ordinance placing curbs on the activities of the Qadianis is a timely action which should set at rest the controversy surrounding this issue in recent months. Passions has been excited and public opinion mobilised. That this Ordinance was necessitated a full decade after the 1974 Constitutional Amendment, which declared the Qadianis to be non-Muslim through a vote of the popularly elected National Assembly, clearly underlines the lacuna and the dichotomies on an issue which agitates the peoples' minds. It would have been in the fitness of things if the ambiguities had been cleared once and for all so as not to give an opportunity for a repetition of violence or provide an opportunity to those vested interests who may use this as an excuse for a witch hunt.

In keeping with its own logic and the wishes of its Muslim masses, the government will be well advised to exercise its writ and remove all road-blocks on the path of Islamisation. However, it needs to be understood that Ordinances or regulations cannot be the best manifestation of translating in to practice what happen to be popular sentiments. For this, there has to be a mass-oriented, democratic process, which springs from the grass roots. It must have the consensus of scholars and personages from all schools of Islamic thought. This is the need of the hour, not only in the case of the Qadiani question, but for other issues as well so that whatever is done should be with proper, popular and constitutional sanction within the due process of law.

This step should go a long way to defuse tensions and to remove doubts and ambiguities on this score. At this stage in our

Marfat.com

history, given the difficult situation around the borders, we are confronted with complex political problems and much pressure from various sources. Any other problem which leads to further tension will not be conducive either to the objective of promoting Islamisation of the country or in leading towards the cherished goal of a democratic Pakistan. The important thing to under line in this situation is that steps be undertaken with conviction and not as tactical moves on an ad hoc basis.The primary determinant to sustain and strengthen such steps must be the full force of a national consensus.

ترجمہ: **ایک مثبت قدم**- قادیانیوں کی سرگرمیوں پر پابندی لگانے کے لیے صدارتی آرڈی ننس کا اجراء ایک بروقت قدم ہے جس سے حالیہ مہینوں میں اس بارے پھیلائے گئے تنازعہ کا خاتمہ ہوگا جس کے سبب جذبات پُرجوش اور عوامی رائے میں تحریک پیدا ہو چکی ہے۔ آئینی ترمیم ۱۹۷۴ء -جس کے ذریعے عوام کے ووٹ سے منتخب شدہ قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا- کے بعد ایک عشرہ سے اس آرڈی ننس کی ضرورت تھی (اس آرڈی ننس نے) واضح طور پر اس معاملہ بارے خلا اور لوگوں کے منقسم اَذہان (فکر) کی نشان دہی کی ہے۔ یہ بہت اچھا ہو، اگر ہر طرح کے ابہام ایک ہی بار مکمل طور پر دُور کر دیے جائیں تاکہ تشدد کو دوبارہ در آنے کی راہ نہ ملے یا مفاد پرستوں کو دوبارہ کھل کھیلنے کا موقع مہیا ہو۔

حکومت کی ذاتی منطق اور مسلم طبقات کی خواہشات کا پاس کرتے ہوئے (ہم) حکومت کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ نفاذِ اسلام کی راہ میں حائل ہر رکاوٹ کو دُور کرنے میں اپنی قوت استعمال کرے تاہم یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ عوامی جذبات پر عمل درآمد کے لیے آرڈی ننس اور قواعد کا اجراء بہترین مظاہر قرار نہیں دیے جا سکتے، اس کے لیے بالکل ابتدائی سطح سے بڑے پیمانے پر مبنی جمہوری عمل درکار ہے، اس کے لیے علماء اور تمام اسلامی مکاتب فکر کی (نمائندہ) شخصیات کا اتفاق رائے ضروری ہے، یہ وقت کا تقاضا ہے نہ صرف قادیانی مسئلہ میں بل کہ دیگر معاملات میں

Marfat.com

بھی۔ تاکہ جو کام بھی کیا جائے وہ مناسب و معروف طریق کار اور آئینی و قانونی حدود میں رہ کر کیا جائے۔

یہ قدم (آرڈی ننس کا اجراء) طویل عرصہ تک اس معاملہ میں پریشانیوں، ابہام اور شکوک کے اِزالے کا موجب ہوگا۔ ہم تاریخ کے اس موڑ پر ملکی سرحدوں پر ہر طرف مشکل حالات کے علاوہ پیچیدہ سیاسی مسائل اور مختلف جوانب (ذرائع) سے زبردست دباؤ سے دوچار ہیں، کوئی اور مسئلہ جو مزید پریشانی بڑھائے ملک میں اسلامی نظام کے مقصد کے لیے سازگار ہوگا نہ ہی جمہوری پاکستان (کے حصول) کی دیرینہ منزل کی طرف پیش قدمی کرنے دے گا۔ یہاں ان حالات میں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ہر طرح کا قدم مکمل تدبر کے ساتھ اُٹھایا جائے نہ کہ وقتی حکمت عملی کی بنیاد پر۔ ایسے اُقدام کی مضبوطی اور بقا کے لیے بنیادی عنصر قومی اتفاق رائے کا مکمل قوت کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔

☆

Marfat.com

ضمیمہ (الف)

متفرق اداریے

روزنامہ جسارت، کراچی

یہ معاملہ بھی عدالت میں لے جائیے

۱۳ر ستمبر ۱۹۸۲ء

جنوبی افریقہ کے سپریم کورٹ نے دو روز تک دلائل کی سماعت کے بعد قادیانیوں کا یہ دعویٰ خارج کر دیا کہ وہ غیر مسلم نہیں ہیں۔ قادیانیوں نے اپنی درخواست میں اسی دعوے کی بنا پر یہ بھی لکھا تھا کہ انھیں اپنے مُردوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت دی جائے اور مسلمانوں کی مساجد میں بھی گھسنے دیا جائے۔ عدالت نے پاکستان سے پہنچنے والے علماء اور قانون دانوں کے وفد کے دلائل پوری طرح تفصیل سے سننے کے بعد قادیانیوں کا دعویٰ خارج کر دیا۔

جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ میں قادیانیوں کے اس مقدمے کی سماعت اور اس کے فیصلے سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ قادیانیوں کے فریب اور دجل سے گم راہ ہونے والی عالمی رائے عامہ کو ایک بار پھر اس بین الاقوامی سطح کے مکروفریب کو سمجھنے کا موقع ملا۔ پاکستان میں آئینی اور قانونی سطح پر اس فیصلے کے بعد کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں بل کہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت ہیں۔ قادیانی پاکستان سے باہر یہ پراپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ یہ فیصلہ تنگ نظر قوتوں کے دباؤ کا نتیجہ تھا ورنہ ہم تو واقعی مسلمان ہیں۔ پاکستان کے اندر بھی عدالتی فیصلوں کے باوجود وہ یہ باور کرانے میں لگے رہتے تھے کہ انھیں اسمبلی کے انتظامی اور سیاسی فیصلے کے تحت غیر مسلم قرار دیا گیا

Marfat.com

ہے۔ یہ انصاف نہیں ہے کیوں کہ ان کے عقائد کا کوئی عدالتی یا علمی تجزیہ اور محاکمہ نہیں ہوا۔ جنوبی افریقہ کے سپریم کورٹ کے فیصلے نے قادیانیوں کے اس گم راہ کن پراپیگنڈے کی ہوا نکال دی ہے۔

اسلام میں انیسویں اور بیسویں صدی کے مرحلہ اتصال پر نمودار ہونے والے ایک ''خود ساختہ نبی'' کے تجاوزات کو روکنے کے لیے اگلے قدم کے طور پر یہ ضروری ہے کہ عدالت میں ایسے مقدمات لائے جائیں کہ قادیانی چوں کہ غیر مسلم ہیں اس لیے انھیں اپنے لٹریچر میں اپنے عقائد کو اسلام کے نام سے پیش کرنے سے روکا جائے اور اپنے نبی کاذب کے اختراعی مذہب والے لٹریچر میں لفظ ''اسلام'' استعمال کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور اسلام کے نام سے اور کوئی دوسری اصطلاح اختیار کرنا چاہیں تو ضرور اختیار کریں اور اس دوسرے نام والے مذہب کا جو لٹریچر چاہے۔ تیار کریں مگر اسلام کی اصطلاح کا غاصبانہ استعمال ترک کریں۔ جب تک یہ نہیں ہوگا اسلام کے دھوکے میں قادیانیت کے گم راہ کن عقائد کی توسیع کا سلسلہ جاری رہے گا اور بہت سے سادہ لوح اور کم علم لوگ اسلام کے نام پر قادیانیت کے دام فریب میں پھنستے رہیں گے۔

(قادیانیت ہماری نظر میں، ص ۴۳۱)

☆

Marfat.com

روزنامہ جنگ، کراچی

اس فیصلہ کو منطقی انجام تک پہنچایئے

۱۰ مئی ۱۹۸۴ء

قومی اخبارات میں معتبر ذرائع کے حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ وفاقی حکومت قادیانیوں کا سرکاری ملازمتوں میں کوٹہ مقرر کرنے اور تمام کلیدی آسامیوں سے قادیانی افسروں کو ہٹانے سے متعلق ایک تجویز پر غور کر رہی ہے۔

صدر ضیاء الحق کی حکومت نے قادیانیوں کے متعلق جو حالیہ اقدامات کیے ہیں انھیں ان کے منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ ان لوگوں کو کلیدی آسامیوں اور بالخصوص ایسے عہدے جن کا تعلق قومی سلامتی سے ہے۔ بلاتاخیر الگ کر دیا جائے اور سرکاری اداروں میں انھیں ان کی آبادی کے تناسب سے ملازمتیں دی جائیں۔ ماضی کی حکومتوں کی چشم پوشی بل کہ قادیانیت نوازی کی وجہ سے اور کچھ سازش اور منظم منصوبہ بندی کے سہارے یہ لوگ کلیدی آسامیوں پر فائز ہو گئے اور اپنی آبادی کے تناسب سے کہیں زیادہ تعداد میں عہدے سنبھال لیے۔ ایک اسلامی ریاست میں ایک غیر مسلم کو کس نوعیت کا عہدہ مل سکتا ہے، اس کا اندازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دَور کے اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جب ایک صوبائی عامل نے ایک یہودی کو اس کے خوش خط ہونے کی بنا پر اپنا کاتب مقرر کر لیا تھا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس عامل کو سختی کے ساتھ یہودی کو اس کے عہدے سے ہٹانے کا حکم دیا تھا، یہ بات بھی حکومت کے پیش نظر رہنی چاہیے کہ ان لوگوں نے ناجائز معاشی مفادات اٹھانے میں سب کو مات کر دیا ہے اور معاشی تحریص نے اس گروہ کے دائرۂ اثر کو بڑھانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ حکومت پوری سنجیدگی سے اس بات کا بھی نوٹس لے کہ معاشی اور اقتصادی دائرے میں انھوں نے کون سے ناجائز مفادات حاصل کیے ہیں۔ اگر

Marfat.com

حکومت نے اپنے حالیہ فیصلوں کو ان کے منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے ضروری اقدامات نہ کیے تو یہ فیصلے بھی ماضی کی طرح بے اثر ہو کر رہ جائیں گے۔

(قادیانیت ہماری نظر میں، ص۴۲۴)

☆

روزنامہ جنگ، کراچی

ہائی کورٹ کا تاریخی فیصلہ

۱۹ ستمبر ۱۹۹۱ء

لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس خلیل الرحمان خان نے قادیانیوں کے جشن صد سالہ پر پابندی کے حکم کے خلاف ایک درخواست کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ مفاد عامہ کے تحت قادیانیوں کے سو سالہ جشن پر پابندی عاید کرنا جائز تھا کیوں کہ مسلم امہ اور عوام قادیانیوں کی سرگرمیوں اور ان کے عقیدے کی اشاعت کے خلاف مزاحمت کرتے ہیں تا کہ مسلمانوں کا عقیدہ پاک اور خالص رہے اور مسلم امہ کی ساکھ متاثر نہ ہو۔ عدالت نے اپنے حکم میں یہ بھی کہا ہے کہ مسلمانوں کے ایسا کرنے سے قادیانیوں کے اپنے عقیدے پر عمل کرنے کے حق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ یہ فیصلہ اس اعتبار سے بڑی تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں ایک اسلامی نظریاتی مملکت کے مخصوص تقاضوں کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ ایک سیکولر ملک میں تو مذہب کو خالصتاً ایک نجی معاملہ سمجھا جاتا ہے لیکن ایک نظریاتی مملکت خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو، اس کے تقاضے یقیناً مختلف ہوتے ہیں اور کوئی بھی صاحب علم و دانش اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ قادیانیوں کے جشن صد سالہ پر پابندی کے حق میں عدالت کی یہ دلیل کہ مسلم عوام ان کے عقیدے کی اشاعت کے خلاف مزاحمت کرتے تا کہ مسلمانوں کا عقیدہ پاک اور خالص رہے۔ اپنے اندر بڑی گہرائی اور معانی رکھتی ہے۔ آج کل تو معمولی ٹریڈ مارک کو بھی رجسٹر کرانے کے بعد یہ تحفظ حاصل ہو جاتا ہے کہ کوئی دوسرا ادارہ اسی سائز اور اسی پیکنگ میں وہ مال فروخت نہیں کر سکتا تا کہ اصلی ادارہ کی

Marfat.com

ساکھ متاثر نہ ہو تو کیا امت مسلمہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) کو اتنا بھی حق نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمہ عقائد و نظریات کی حفاظت اور صیانت کے لیے آئینی و قانونی تحفظ حاصل کر سکے۔ یہ امت مسلمہ کا ایک قانونی حق ہے اور اس سے آئین میں پاکستان کے باشندوں کو دی گئی آزادیوں پر کوئی قدغن عاید نہیں ہوتی۔

(قادیانیت ہماری نظر میں، ص ۴۲۳)

☆

Marfat.com

رُوداد

جب قادیانیوں کو قادیانی قرار دیا گیا

از: مختار حق

سات ستمبر کی شام کو پون صدی پر پھیلی ہوئی جدوجہد تاریخ ساز لمحوں میں سمٹ آئی۔ ان یادگار لمحات کا منظر جب وقت تاریخ کے سانچے میں ڈھل رہا تھا، ایسا ناقابل فراموش ہے جسے ان اشخاص میں سے کوئی بھی نہ بُھلا سکے گا جو کسی نہ کسی حیثیت سے قومی اسمبلی اور سینٹ کے ایوان میں موجود تھے۔ ساڑھے چار بجے سے آٹھ بجے کے درمیان اوپر تلے قومی اسمبلی اور سینٹ کے اجلاسوں نے آئین میں دو اہم ترامیم کے ذریعے منکرین ختم نبوت مرزائیوں کے دونوں گروہوں قادیانی اور لاہوری کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر تاریخ کے صفحات پر ایسے نقوش ثبت کر دیے جن پر ہمیشہ فخر واطمینان کا اظہار کیا جائے گا۔

ان تاریخی لمحات کا آغاز قومی اسمبلی کے اجلاس کے انعقاد سے ہوا، جب تلاوتِ کلام پاک کے بعد چار بج کر چالیس منٹ پر مرکزی وزیر قانون جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے آئین میں ترامیم کا بل پیش کیا۔ اس کے فوراً بعد انھوں نے اسمبلی کے بعض قواعد کو معطل کرنے کی دو تحریکیں پیش کیں، تاکہ ان ترامیم کو تیزی کے ساتھ مختلف مرحلوں سے گزارا جا سکے۔ ان دستوری ضروریات کو پورا کرنے، ترمیمی بل کو پڑھنے اور اسے ایوان کے سامنے پیش کرنے میں صرف تیرہ منٹ صَرف ہوئے اور چار بج کر ترپن منٹ پر بل پہلے مرحلے سے گزر چکا تھا۔ ان تیرہ منٹوں میں ان متواتر اور مسلسل تالیوں کا وقت بھی شامل ہے جو بل پیش کرنے کے دوران بار بار بلند ہوتی رہیں۔ قومی اسمبلی کے تمام ارکان پر مشتمل خصوصی کمیٹی نے متفقہ طور پر جو بل پیش کیا تھا، اس کے مطابق دستور کی دفعہ ۱۰۶ میں دی گئی اقلیتوں کی فہرست میں ''قادیانی گروہ اور لاہوری گروہ'' کو شامل کر دیا گیا اور دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق کا اضافہ کر دیا گیا ہے جس کے

Marfat.com

ذریعے ایسے ہر فرد کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مدعی نبوت کو ''پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو، وہ آئین یا قانون کے مقاصد کے ضمن میں مسلمان نہیں ہے۔'' اس بل کو جب وزیر قانون پیش کر رہے تھے تو فقرے فقرے پر اور بعض دفعہ تو لفظ لفظ پر قومی اسمبلی کے اکثر ارکان جذبات سے بے قابو ہو کر ڈیسک اور تالیاں بجا رہے تھے اور جیسا کہ بعد میں جناب وزیر اعظم نے اپنی تقریر میں کہا، درحقیقت ہم سب جذبات کے طوفان سے معرکہ آرا تھے۔

اگلے تین منٹوں میں بل دوسرے مرحلے میں داخل ہو چکا تھا اور جناب پیرزادہ آئین میں ترمیم کے بل کو ''فی الفور زیر غور'' لانے کی تحریک پیش کر چکے تھے۔ گھڑی کی سوئیاں چار بج کر چھپن منٹ پر تھیں جناب پیرزادہ سے سپیکر نے کہا وہ بل پر تقریر کریں۔ جناب پیرزادہ اٹھے اور گویا ہوئے کہ وہ اس پر ایک لفظ کا بھی اضافہ نہیں کریں گے کیوں کہ یہ بل پوری اسمبلی پر مشتمل کمیٹی کا متفق علیہ ہے اور اس ضمن میں انھوں نے چند فقرے کہے۔ جناب پیرزادہ بہ مشکل بیٹھے ہی تھے کہ تحریک استقلال کے صاحب زادہ احمد رضا قصوری اُٹھے اور بل میں ترمیم پیش کرنا چاہی صرف قادیانی اور لاہوری گروہوں کا نام کافی نہیں بل کہ مرزا قادیانی کا نام باقاعدہ طور پر دستور میں درج کر دیا جائے۔ جواب میں وزیر قانون اٹھے لیکن قائد ایوان جناب بھٹو نے احمد رضا قصوری کی بات کا خود جواب دینا مناسب جانا۔ ان کا کہنا تھا، جب پورے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی کا اجلاس ہو رہا تھا، تو اس وقت یہ ترمیم پیش نہ کی گئی، اس وقت یہ فضول ہے اور ترمیمی بل میں بے مصرف اضافہ ہوگا۔ اور اگر وہ ترمیم کے لیے دو تہائی اکثریت لا سکتے ہیں تو لے آئیں۔ اس پر ایوان میں ''نہیں نہیں'' کی آوازیں بلند ہوئیں اور سپیکر صاحب زادہ احمد رضا کو ان کی ترمیم کے خلاف ایوان کی رائے بتا رہے تھے کہ احمد رضا قصوری واک آؤٹ کا اعلان کرتے ہوئے ایوان سے باہر نکل گئے۔ ان سے کچھ دیر بعد ان کے پیچھے پیچھے حیرانی کے عالم میں سینئر قصوری میاں محمود علی قصوری بھی اپنے کاغذات سنبھالتے باہر چلے آئے۔ انھیں جونیئر قصوری کے اس پروگرام کا علم نہ تھا اور وہ لاہور سے سیدھے ایوان میں چلے آئے تھے۔ احمد رضا قصوری کے اس واک آؤٹ سے ان کی ذات اور تحریک استقلال کو کیا فائدہ پہنچا ہے ابھی عرصہ تک موضوع بحث رہے گا اور جیسا کہ ان کے بعض دوستوں کا خیال ہے کہ اگر کچھ اور نہیں، تو موضوع بحث بننے کا فائدہ تو احمد رضا قصوری کو بہر حال حاصل رہے گا۔

Marfat.com

اب مفتی محمود اٹھے اور انھوں نے حزب اختلاف کی طرف سے آئین میں زیر بحث ترمیم کی گئی تائید کا اعلان کیا۔ پورے ایوان پر مشتمل کمیٹی کے اجلاس میں بھی مفتی محمود نے حزب اختلاف کی تمام جماعتوں کی ترجمانی کی تھی لیکن فلک پیر نے یہ منظر بھی دیکھنا تھا کہ انھی کی پارٹی کے جناب غلام غوث ہزاروی نے مفتی محمود کے مقابلے میں اپنا الگ تشخص ظاہر کرنا ضروری جانا۔ جناب ہزاروی نے صاحبانِ اقتدار کو مبارک باد عرض کی۔ اس سے پہلے اجلاس شروع ہونے سے پیشتر جناب ہزاروی صاحبان اقتدار سے یہ شکایت کر چکے تھے کہ مرزائی مسئلہ حل ہو رہا ہے لیکن اس کے حل کرنے میں ان کا کوئی رول نظر نہیں آ رہا ہے کیوں کہ سارا کام تو عوامی سطح پر مجلس عمل اور اسمبلی کے اندر متحدہ جمہوری محاذ اور حزب اقتدار کے جناب پیرزادہ اور چند دوسرے حضرات کا کیا ہوا تھا۔ جناب ہزاروی نظر آنے کے لیے ایک بے ضرر ترمیم پیش کرنا چاہتے تھے لیکن صاحبانِ اقتدار نے انھیں یہ کام کرنے کی اجازت نہ دی اور وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازی کا حج واوقاف کا وزیر ہونا بھی کام آیا۔ ادھر جناب پیرزادہ نے جناب ہزاروی جیسے صاحبانِ اقتدار کے یارِ وفادار کی دل داری کے لیے اسمبلی میں ایک فقرہ یہ بھی کہہ دیا کہ اس سلسلے میں مولوی غلام غوث ہزاروی بھی شریک مشورہ رہے ہیں اور مزید دل رکھنے کے لیے انھیں مفتی محمود کے بعد ایوان کی کارروائی میں رونمائی کا موقع بھی دے دیا۔ بہر حال احمد رضا قصوری کے واک آؤٹ سے جناب مولانا ہزاروی کے ''ودھائیاں'' دینے تک وقت مزید نو منٹ آگے نکل چکا تھا، چناں چہ سپیکر صاحب زادہ فاروق علی نے جب قائد ایوان جناب بھٹو کو اظہارِ خیال کی دعوت دی تو گھڑیاں پانچ بج کر پانچ منٹ کا وقت بتا رہی تھیں۔

جناب بھٹو کی چھبیس منٹ کی تقریر کا مرکزی نقطہ یہ تھا اور جس کا انھوں نے ان چھبیس منٹوں میں بار بار ذکر کیا کہ وہ قادیانی مسئلے کے حل کا سہرا اپنے سر نہیں باندھنا چاہتے کیوں کہ اس کا سہرا درحقیقت پاکستان کے عوام اور پھر ان کے منتخب نمائندوں پر مشتمل اس ایوان کے سر ہے۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ پاکستان ایک مسلمان ریاست ہے جو اس لیے وجود میں آئی کہ برصغیر کے مسلمان علاحدہ وطن چاہتے تھے چناں چہ یہ فیصلہ پاکستان، مسلمانوں اور اس اسلامی مملکت کے تقاضوں کے مطابق کیا گیا ہے۔ تیسری اہم بات یہ تھی کہ جناب وزیر اعظم نے اسمبلی کی خفیہ کارروائی اور حزب اختلاف کے ساتھ مذاکرات اور مفاہمت کے اس تجربے کو آیندہ مسائل حل

Marfat.com

کرنے میں آزمانے کا اشارہ کیا۔ ایک بات جس پر جناب بھٹو نے خاصا وقت لیا، وہ قادیانی مسئلہ بھڑکتے ہی اسے فوراً حل کرنے کے بجائے اسے اسمبلی کے سپرد کرنا تھا جس کے بارے میں ان کا کہنا تھا اگر ایسا نہ کیا جاتا تو بہت سے حقائق معلوم ہونے سے رہ جاتے۔ ایوان کے ارکان بھی کھل کر بات نہ کرتے۔ خفیہ اجلاسوں میں ارکان اسمبلی کو اس بات کا یقین تھا کہ ان کی تقریریں توڑ مروڑ کر سیاسی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کی جائیں گی۔ ان خفیہ اجلاسوں سے ارکان کو اظہارِ رائے کی مکمل آزادی اور پوری استقامت کے ساتھ اپنے خیالات پیش کرنے کا موقع ملا۔ اس ضمن میں ان کا یہ کہنا بھی تھا کہ انھوں نے مسئلے کی نوعیت کے پیش نظر اپنی جماعت کے ارکان اسمبلی پر کسی اثر ورُسوخ کا استعمال نہ کیا۔ گویا زیادہ سے زیادہ غیر جانب دار رہنے کی کوشش کی۔ اسمبلی کے خفیہ اجلاس وغیرہ کے بارے میں یہ بھی کہا کہ ابھی کچھ عرصے کے لیے انھیں خفیہ رکھنے کی ضرورت ہے، لیکن سچائی ضرور سامنے آ کے رہتی ہے، تاریخ کسی چیز کو چھپا رہنے نہیں دیتی۔

مرزائی مسئلے کے بارے میں جناب بھٹو نے برملا اعتراف کیا کہ اس معاملے کی سیاسی پیچیدگیاں اور اقتصادی مضمرات بھی ہیں۔ یہ کوئی آسان مسئلہ نہیں تھا۔ انھوں نے خود بے خواب راتیں گزاری ہیں۔ ہر شخص اس کشیدگی اور خوف و ہراس کا اندازہ کر سکتا ہے جس میں سے یہ قوم گزرتی رہی ہے۔ پھر جناب بھٹو نے یہ اعتراف بھی کیا ''یہ مسئلہ گھر گھر، گلی گلی اور گاؤں گاؤں تک پہنچ چکا تھا، ایک ایک فرد کی زبان پر تھا، لہٰذا اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے ہمیں اس مسئلے کو مستقل طور پر حل کرنا تھا، ملک میں زبردست جوش و خروش اور کشیدگی رہی، سڑکوں اور مسجدوں پر تقریریں ہوتی رہیں اور تشویش کے کئی لمحات آئے'' یہ بھی مانا: ''اس دوران میری حکومت کو مشکل دَور کا سامنا کرنا پڑا۔'' اگرچہ ساتھ ہی کہہ دیا: ''جہاں تک اس دَور کا تعلق ہے یہ پاکستان پر بہت دُشوار رہا ہے۔'' مسئلہ کے حل ہونے کو پاکستان کی تاریخ میں سنگ میل قرار دیتے ہوئے جمعیت العلمائے پاکستان کے مولانا شاہ احمد نورانی کی اوّلین قرارداد کا ذکر کیا جس میں کہا گیا تھا کہ متاثر لوگوں کو بھرپور تحفظ دیا جائے۔ جناب بھٹو کا کہنا تھا انھیں معلوم ہے بعض لوگ اس فیصلے سے خوش نہیں ہوں گے اس کے علاوہ اسی تقریر میں جناب بھٹو یہ بھی کہہ چکے تھے:

''اسلام یہاں کی اکثریت کا دین ہے اور ہم مسلمانوں کی اُمنگوں اور خواہشات سے انحراف نہیں

Marfat.com

کر سکتے۔ کون جانتا ہے مستقبل میں اس سے کہیں زیادہ مشکلات پیش آئیں۔''

جناب بھٹو کی اس تقریر کے بارے میں ایک دل چسپ بات یہ ہے کہ اس میں انھوں نے اسلام، اسلامی مملکت، مسلمان اور پاکستان کی اسلامی نظریاتی اَساس پر ایسی باتیں کیں جن پر ایوان کے دائیں اور بائیں دونوں طرف سے انھیں ڈیسک بجا کر داد دی گئی لیکن اس دوران بے محکمہ وزیر خورشید حسن میر اور شیخ رشید کے ہاتھ ڈیسکوں پر نہ آئے، لیکن جیسے ہی جناب بھٹو نے اپنی پارٹی کے تیسرے نعرے ''سوشل اِزم ہماری معیشت'' کے بارے میں ایک فقرہ کہا جناب میر اور شیخ رشید کے ہاتھ ڈیسکوں پر دھپ دھپ کی آواز پیدا کرنے لگے جس کا ساتھ کوئی دس بارہ ارکان نے دیا لیکن جیسے ہی اس کی تشریح کرتے ہوئے جناب بھٹو نے کہا کہ وہ اسلام کو معاشرتی انصاف کی راہ میں حائل نہیں سمجھتے، تو ان دونوں وزراء اور ان کے آدھی درجن ساتھیوں کے سوا پورا ایوان ڈیسک بجانے سے گونج اٹھا۔ ڈیسک بجانے کے سلسلے میں ایک مزیدار بات یہ بھی ہے کہ قائد حزب اختلاف اور نیپ کے سربراہ خان عبدالولی خان جناب بھٹو کی تقریر کے علاوہ ڈیسک بجاتے رہے، بالخصوص جب رائے شماری کے بعد سپیکر نے آئینی ترمیم منظور ہونے کا اعلان کیا تو ولی خان کا ہاتھ ڈیسک پر کچھ زیادہ ہی متحرک تھا۔

جناب وزیر اعظم کی تقریر کے بعد بل کا تیسرا مرحلہ (خواندگی) شروع ہوا اور وزیر قانون جناب پیرزادہ نے بل منظوری کے لیے ایوان کے سامنے پیش کر دیا۔ اس موقع پر ایک دل چسپ صورتِ حال پیدا ہو گئی جب یہ نکتہ سامنے آیا کہ آئین میں ترمیم کے لیے صرف بآواز بلند ''ہاں'' یا اسمبلی ہال کے اندر ارکان کی گنتی ''نہیں'' بل کہ باقاعدہ ''ڈویژن'' (رائے شماری) کا طریقہ کار اختیار کیا جائے کہ ارکان AYES (ہاں) اور NOES (نہیں) کے مقرر دروازوں سے گزریں۔ حزب اختلاف کے ارکان کے لیے حزب اقتدار کے AYES (ہاں) والے دروازے سے گزرنا ایک عجیب وغریب تجربہ تھا۔ بہر حال حزب اختلاف کے ارکان حزب اقتدار کے دروازے کی طرف بڑھے۔ کچھ ارکان کو وزراء اور حزب اقتدار کے نمایاں ارکان نے اپنے ساتھ لے لیا۔ حزب اختلاف کے ارکان بھی حزب اقتدار کی اس ''دستوری شرارت'' سے بہت محظوظ ہوئے اور ان کے بلند قہقہوں کے درمیان پریس گیلری میں بھی ہلچل ہوئی اور بہت سے اخبار نویس NOES کو AYES کے دروازے سے گزرنے کے لیے گیلری کے اگلے

Marfat.com

حصے میں آ گئے اور نیچے جھانکنے لگے تا کہ اس منظر کو اپنی نگاہوں کے ذریعے حافظوں میں محفوظ کر لیں جب حزب اختلاف اور حزب اقتدار کے ارکان ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے ایک ہی دروازے سے ووٹ دینے کے لیے گزر رہے تھے۔ تحفظ ناموس رسالت کی خاطر۔ اس عظیم شخصیت کا یہ اعجاز اس روز بہت سی آنکھوں نے دیکھا اور دلوں میں محسوس کیا۔

اس دوران کئی لطیفے بھی رونما ہوئے AYES کا دروازہ پریس گیلری کے بالکل نیچے ہے، اخبار نویس چھجے پر جھکے کھڑے تھے۔ چھجے اور ہال کے فرش کا فاصلہ گیارہ بارہ فٹ سے زاید نہ ہو گا۔ ولی خان اور پیرزادہ دروازے کی طرف چھجے تک اکٹھے آئے، پیرزادہ ادھر کسی رکن اسمبلی سے مصروف گفتگو ہوئے تو ولی خان نے اوپر سے نیچے جھانکتے ہوئے اخبار نویسوں سے کہا:

You have come to look down at us.

(آپ ہم پر نیچی نگاہ ڈالنے آئے ہیں)

قہقہوں کی آبشار کے درمیان صحافیوں کی طرف سے جواب آیا:

Just to look down, not to look down upon you, Sir.

(صرف نیچے نگاہ ڈالنے کے لیے، آپ پر نیچی نگاہ ڈالنے کے لیے نہیں جناب!)

پروفیسر غفور، وزیر داخلہ قیوم خان کو گھیرے کھڑے تھے کہ ان طلبہ، شہریوں اور علماء کو فوری طور پر رہا کر دیجیے جن کا مطالبہ آپ مان رہے ہیں اور جن کے بارے میں بھٹو صاحب بھی اپنی تقریر میں کہہ چکے ہیں کہ تحریک کے دوران گرفتار ہونے والوں کے معاملے پر نظر ثانی کی جائے گی اور انھیں رہا بھی کر دیا جائے گا اور قیوم خان دروازے کی طرف اشارہ کرتے بڑھنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ ادھر ذرا فاصلے پر سندھ مسلم لیگ کے رکن اسمبلی اور پیر صاحب پگارا کے معتمد رفیق رئیس عطا محمد مری، وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازی کے ساتھ کھڑے تھے، کون کسے گھیرے کھڑا تھا، اس کا کچھ اندازہ نہ ہوتا تھا کیوں کہ آواز نہیں آ رہی تھی؛ البتہ شرارت پر آمادہ بعض اخبار نویسوں نے "ہونہہ! اچھا یہ بات ہے!!" کے انداز میں گردن ہلائی تو جناب مری نے ایک دو بار آنکھ کے اشارے سے یہ ظاہر کیا کہ وہ مولانا کوثر نیازی کو گھیرے کھڑے ہیں۔ ایسے ماحول میں قہقہوں کا پھوٹنا غیر معمولی بات نہ تھی۔ سپیکر نے ایک بار ارکان کو یاد دلایا کہ ابھی اسمبلی کا

Marfat.com

اجلاس جاری ہے لیکن وہاں یہ سننے کی کسے ہوش تھی!

اس رائے شماری کے بعد ارکان اسمبلی لابی سے پھر اسمبلی ہال میں آئے۔ سپیکر صاحب زادہ فاروق علی نے ڈیسک بجانے کی فلک شگاف گونج میں اعلان کیا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی آئینی ترمیم کے حق میں ایک سو تیس ووٹ آئے ہیں جب کہ مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہیں ڈالا گیا۔ اس وقت پانچ بج کر باون منٹ ہوئے تھے لیکن ابھی آخری دستوری مرحلہ باقی تھا جس کے لیے اسی روز شام ساڑھے سات بجے سینٹ کا اجلاس بلایا گیا تھا جہاں ان آئینی ترامیم کو صوبوں کے ایوان یعنی سینٹ کے سامنے منظوری کے لیے پیش کیا جانا تھا جس کے بعد ان ترامیم نے دستور کا حصہ بن جانا تھا۔

سینٹ کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا اور اس کے لیے موقع کے اعتبار سے انتہائی مناسب آیات کا چناؤ کیا گیا تھا جن کا لب لباب تھا کہ اگر تم درست کام کرتے ہو تو یہ گھمنڈ دل میں نہ لاؤ، بس ہم ہی یہ کرنے والے ہیں۔ اگر تم نافرمانی پر اُتر آؤ گے تو اللہ تمہاری جگہ تم سے بہتر نئی قوم اٹھا سکتا ہے جو اللہ کا حکم ماننے والی ہو۔ تلاوت اور ترجمے کے بعد سات بج کر پینتالیس منٹ پر کارروائی کا آغاز ہوا۔ سرحد سے نیپ کے شہزاد گل پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہوئے کہ سینٹ نے ابھی یہ ترمیمی بل منظور نہیں کیا لیکن ریڈیو پاکستان نے اپنی خبروں میں اسے قومی اسمبلی سے منظوری کے بعد نافذ العمل قرار دے دیا ہے۔ یہ چیز سینٹ کے اختیارات میں مداخلت ہے۔ جناب پیرزادہ نے جو مرکزی وزیر ہونے کے ناطے سے سینٹ میں بیٹھ سکتے ہیں، اس پر فوراً معذرت کا اظہار کرتے ہوئے صورتِ حال کو سنبھال لیا۔ جناب پیرزادہ نے قادیانی مسئلے پر بحران کے دوران رواداری سے معاملات کو درست رکھنے کے جو تجربے کیے، اس کے پیش نظر جناب پیرزادہ کا یہ رویہ اب نیا نہیں رہا۔ سینٹ کے چیئرمین جناب حبیب اللہ خان نے حسب معمول ریمارکس دیے جس کے بعد سات بج کر پچاس منٹ پر جناب پیرزادہ نے قومی اسمبلی کا منظور شدہ بل ملک کے ایوان بالا سینٹ میں پیش کر دیا۔ اس پر نیپ سرحد کے سینیٹر بیرسٹر ظہور الحق نے مکمل تعاون کا یقین دلاتے ہوئے اس بات کی نشان دہی کی کہ ترمیمی بل کی فوری منظوری کی اہمیت کے پیش نظر بعض قواعد کو معطل کرنا پڑے گا۔ اس پر قواعد کی جانچ پڑتال کے بعد جناب پیرزادہ نے کہا کہ چیئرمین سینٹ اپنے اختیارات سے کام

Marfat.com

لے کر ان قواعد کو معطل کر سکتے ہیں۔ ترمیمی بل پر منظوری کے لیے دستوری ضروریات سے گزرتے ہوئے پہلے دو مرحلوں پر دوبار ایوان کے اندر رائے شماری ہوئی اور پھر حزب اختلاف کو قومی اسمبلی میں حزب اقتدار کے ارکان کی طرح AYES کے دروازے سے گزرنا پڑا۔ یہاں بھی گلے میں باہیں ڈالتے ہوئے اکٹھے جانے کے وہی مناظر دیکھنے میں آئے۔ اس سے پیشتر سینٹ میں حزب اختلاف کے قائد جناب ہاشم غلزئی (نیپ بلوچستان) ''دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والی حمایت'' کا اعلان کر چکے تھے، چناں چہ رائے شماری کے اس مرحلے کے بعد سینٹ کے ارکان ایوان میں اپنی نشستوں پر بیٹھے تو سینٹ کے چیئرمین جناب حبیب اللہ خان نے آٹھ بج کر چار منٹ پر آئین میں ترمیم کا اعلان کر کے اکیس ووٹوں سے بہ اتفاق رائے مرزائیوں کے غیر مسلم اقلیت ہونے کا دستوری عمل مکمل کر دیا۔

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا کام آئین کی دو دفعات میں ترمیم کے ذریعے ہوا، جس کے ساتھ اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے تین مزید سفارشات متعلقہ اُمور کے بارے میں کی تھیں اور یہ بل ان پورے اجزاء پر مشتمل تھا۔ آئین کی دفعہ ۱۰۶ شق ۳ میں لفظ ''فرقوں'' کے بعد جو اضافہ کیا گیا ہے اس کے بعد دستور کی اس دفعہ کا معاملہ یوں بن گیا ہے:

> ''بلوچستان، پنجاب، سرحد اور سندھ کے صوبوں کی صوبائی اسمبلیوں میں ان نشستوں کے علاوہ جو شق نمبر ۱ میں مخصوص کر دی گئی ہیں ایسے افراد کے لیے مخصوص کی گئی فاضل نشستیں ہوں گی جو عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ اور پارسی فرقوں اور قادیانی گروہ یا لاہوری افراد (جو اپنے آپ کو ''احمدی'' کہتے ہیں) یا شیڈول کاسٹس سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلوچستان ایک، سرحد ایک، پنجاب تین، سندھ دو۔''

اس شق کے آخر میں صوبائی اسمبلی میں اقلیتوں کی کل نشستوں کی تعداد دی گئی ہے جن میں قادیانی اور لاہوری بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔ شق نمبر ۱ جس کا ذکر اوپر آیا ہے اس میں مختلف صوبوں کی صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کی تعداد دی گئی ہے۔

دستور کی دفعہ نمبر ۲۶۰ کے آخر میں ایک پوری شق کا اضافہ کیا گیا جو اب اس دفعہ کی شق نمبر ۳ کہلائے گی، اس نئی شق کی عبارت حسب ذیل ہے:

> ''جو شخص خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط

Marfat.com

ایمان نہ رکھتا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کسی بھی معنی و مطلب یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعوے دار ہو یا اس قسم کا دعوی کرنے والے کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو، وہ آئین یا قانون کے مقاصد کے ضمن میں مسلمان نہیں ہے۔''

آئین کی یہ دفعہ آئین میں درج مختلف اصطلاحات کی تعریف متعین کرتی ہے اور اس نئی شق کے ذریعے ''مسلمان'' کی واضح تشریح ہوگئی ہے اور مرزائیت کے تمام گروہ صاف صاف دائرۂ اسلام سے خارج قرار پائے ہیں۔ ان دستوری ترمیمات کے علاوہ تین سفارشات بھی تھیں جس میں سے پہلی یہ تھی کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے:

''تشریح: کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ شق نمبر ۳ کی تصریحات کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف اقرار عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔''

تعزیرات پاکستان کی اس دفعہ کے تحت دو سال قید کی سزا موجود ہے۔

دوسری سفارش یہ تھی کہ متعلقہ قوانین مثلاً نیشنل رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں قانون سازی اور ضابطے کے ذریعے ترامیم کی جائیں۔

تیسری سفارش عمومی نوعیت کی تھی جس میں دستور میں پہلے سے دی گئی ضمانت کو دہراتے ہوئے کہا گیا تھا؛

''کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ کے جان، مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔''

ان ترامیم اور سفارشات کی کہانی ان چند گھنٹوں اور منٹوں کی کہانی نہیں بل کہ دنوں اور مہینوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ ۲۹ مئی کو جب ربوہ ریلوے سٹیشن پر مرزائیوں نے اپنے عزائم سے خود پردہ اٹھایا۔ کلیدی عہدوں پر قبضے اور سیاسی رُسوخ کے بل بوتے پر نشتر کالج ملتان کے مسافر طلبہ کو بربریت کا نشانہ بنایا تو پورا ملک چیخ اُٹھا۔ حکومت نے اس واقعہ کی عدالتی تحقیقات کا انتظام کیا تو

Marfat.com

مرزائیوں کے ملک اور ملک سے باہر پھیلے ہوئے سازش کے تانے بانے اور ربوہ کی ریاست در ریاست کا ڈھانچہ عیاں ہونے لگا۔ ادھر جگہ جگہ احتجاج بہ لب مسلمانوں کے جلوسوں پر طاقت کے نشے میں بدمست مرزائیوں نے جس طرح اور جس مقدار میں اسلحہ استعمال کیا وہ عوام اور حزب اختلاف کے ساتھ ساتھ حزب اقتدار کے لیے لمحۂ فکریہ پیدا کر گیا۔

مسلم معاشرے کی مختلف تنظیمیں مرزائی مسئلے کے حل کی خاطر مجلس عمل کے پلیٹ فارم پر آ گئی تھیں، مسلمان آپس کے اختلافات فراموش کر کے ختم نبوت پر نثار ہونے کے لیے ایک جسم بن چکے تھے۔ مجلس عمل نے مسلم عوام کے اس اتحاد کو ایسے تنظیم دی کہ مسلم عوام کو ایک لمبی جدو جہد کی خاطر تیار کر دیا۔ اس طرح ایک طرف عوام اور حکومت کے ٹکراؤ کا مرزائی منصوبہ ناکام ہو گیا۔ یہ وہ صورتِ حال تھی جس میں محسوس ہوا مرزائیوں کے خلاف مسلم عوام کا حالیہ تحرک ماضی کی مانند نہیں چناں چہ تیرہ سے تیس جون تک حکومت کے رویے میں اتنی تبدیلی آ چکی تھی اور اس کی ایک وجہ ۱۴ جون کی عظیم و بے نظیر ہڑتال بھی تھی، بہر حال مسئلے پر غور کے لیے پوری قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی بنانے کا اعلان کیا گیا۔

اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے خفیہ اجلاسوں میں جو کچھ ہوا، ابھی کچھ عرصہ تک عوام سے اوجھل رہے گا لیکن جو کچھ اسمبلی کے باہر ہوتا رہا، وہ سب کے سامنے ہے۔

مولانا یوسف بنوری کے خلاف اخبارات میں بڑے بڑے اشتہارات چھاپے گئے، پوسٹر بازی ہوئی، کالجوں کے طلبہ جو تحریک کا ہراول دستہ بھی تھے اور روح رواں بھی بڑی تعداد میں گرفتار ہوئے۔ علماء، ممتاز شہریوں اور نمایاں کارکنوں کی گرفتاریاں روزمرہ رہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کوئی پُراسرار ہاتھ تحریک کو پُرامن نہیں رہنے دینا چاہتا۔ اس دوران خون بھی ہوا۔ پولیس اور انتظامیہ کے کارندوں نے کئی مقامات پر ایسے متشددانہ اقدامات کیے کہ ہفتوں عشروں کی ہڑتالیں بھی ہوئیں حتی کہ بعض مقامات پر قوم کی آبرو، مسلمان بیٹیاں تک سر بازار احتجاج بننے پر مجبور ہوئیں، ایسے اشتعال انگیز لمحات میں بھی عوام کے اپنے غصے کے سیلاب کو سڑکوں پر نہ بہنے دیا، اسے مسجدوں کے اندر بند رکھا، عوام نے یہ ذہن نشین کر لیا کہ قومی اسمبلی کی جناب بھٹو نے پہلے صوبہ سرحد اور پھر بلوچستان کا تفصیلی دورہ بھی کیا، سندھ بھی گئے، اگرچہ وہاں انھوں نے سرحد اور بلوچستان کی طرح عام جلسوں سے خطاب نہ کیا۔ ان دوروں میں انھوں نے اس مسئلے

Marfat.com

کے بارے میں عوام کے جذبات کی تند لہروں کا بہ ذات خود مشاہدہ کر لیا۔ اسمبلی کے اندر اور باہر اعصاب کی یہ جنگ اگست کے تیسرے ہفتے کے انجام تک جاری رہی، حتیٰ کہ ۲۲ اگست کو حزب اختلاف کے چھ رہنماؤں مفتی محمود، پروفیسر غفور، مولانا نورانی، چوہدری ظہور الٰہی، غلام فاروق اور سردار مولا بخش سومرو اور حزب اقتدار کے جناب پیرزادہ پر مشتمل ''سب کمیٹی'' کی تشکیل ہوئی، یہ اس رہبر کمیٹی کے علاوہ تھی جو پورے ایوان کی خصوصی کمیٹی کے ساتھ قائم کر دی گئی تھی۔

سب کمیٹی کا کام مذاکرات اور افہام و تفہیم کے ذریعے مسئلے کا متفقہ حل تلاش کرنا تھا۔ ۲۲ اگست کے اس بھرپور اجلاس میں دونوں جانب سے نقطۂ نظر سامنے آئے۔ اس اجلاس میں سیکرٹری جناب چیمہ نے شرکت کی۔ حزب اقتدار نے ''بنگلہ دیش'' کی منظوری اور بعض دوسرے معاملات میں جس تیز روی اور خود ہی فیصلے کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا مرزائی مسئلہ میں اسے نہ اپنایا، اسی لیے خصوصی کمیٹی کے خفیہ اجلاسوں اور مرزائیوں کے دونوں گروہوں کی اسمبلی میں طلبی اور طویل بحث کا راستہ اختیار کیا، لیکن یہی چیز مختلف نتائج سامنے لے آئی کہ عوام نے مشتعل ہو کر اپنا جوش و خروش اور ولولہ ضائع نہ کیا اور حزب اقتدار کو خصوصی کمیٹی کے دوران مرزائی مسئلے کی ماہیت اور عوام کے نزدیک اس کی سنگین نوعیت سمجھ میں آئی۔ ایک موقع پر جناب پیرزادہ نے مولانا ظفر احمد انصاری سے کہا کہ اس سے پیشتر وہ مرزائیت کے بھیانک پن سے آگاہ نہ تھے، ان کی باتیں سن اور پڑھ کر تو ان جیسے وسیع المشرب آدمی کا بھی خون کھول اٹھتا ہے تو عوام کا کیا حال نہ ہوتا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب پیرزادہ کو مرزائی مسئلے کا جس طرح اِدراک ہو گیا تھا اس نے مذاکرات کو معنی خیز بنانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔

مذاکرات کا یہ سلسلہ متواتر چلتا رہتا لیکن جناب حفیظ پیرزادہ کے والد کی وفات نے اس میں ایک لمبا وقفہ ڈال دیا۔ ۴ ستمبر کی صبح اسمبلی بلڈنگ کے ایک خفیہ رکھے گئے کمرے میں مذاکرات کا دوبارہ آغاز ہوا تو سات ستمبر کی تاریخ سر پر آ چکی تھی اور اب وقت بہت تھوڑا رہ گیا تھا۔ اصل کام یعنی مسئلے کے حل کے بارے میں متفقہ قرارداد کی طرف پیش قدمی لازمی تھی لیکن اس سے پیشتر ایک دوسرے کے موقف کی تفہیم باقی تھی۔ حزب اقتدار نے وہ تمام مشکلات، اندیشے اور وسوسے حزب اختلاف کے سامنے میز پر اُنڈیل دیے جن کا اُسے سامنا تھا۔ اندرونی خطرات، بیرونی رویّوں کے امکانات ایک ایک اندیشے کا تجزیہ کیا گیا۔ حزب اختلاف نے قومی

Marfat.com

سلامتی اور تحفظ کے معاملات پر مشورے اور تجاویز رکھیں۔ بات بنتی ہی گئی، چلتی ہی گئی۔ اسی چار ستمبر کی شام جناب حفیظ پیرزادہ کے گھر پر پھر ایک طویل نشست ہوئی۔ پانچ ستمبر کے سورج نے اسمبلی بلڈنگ کے خفیہ رکھے گئے کمرے میں دیکھا۔ ان نشستوں میں ایسے مواقع بھی آئے جب لاء سیکرٹری تک کو شریک نہ کیا گیا۔ ۵ ستمبر کی شام تک اس کام کا بیشتر حصہ نپٹ چکا تھا لیکن ابھی مسئلے کے حل کی خاطر متفقہ صورت طے نہ ہوسکی تھی۔

چھ ستمبر یوم دفاع پاکستان تھا، اس صبح پرائم منسٹر ہاؤس میں حزب اختلاف کے وہ چھ رہنما جناب پیرزادہ اور وزیر اعظم بھٹو ملک کی نظریاتی بنیادوں کے دفاع بل کہ حقیقی دفاع سے متعلق اس مسئلے کے حل کی خاطر سر جوڑے بیٹھے رہے۔ دو گھنٹے کی مسلسل گفتگو اور بنیادی نقطۂ نظر پر اتفاق رائے کی صورت گری ممکن نہ ہوسکی اور دوپہر سر پر آ گئی---رات کے کھانے پر دوبارہ ملاقات کا وقت طے ہوا اور کھانے کے بعد نو بجے سے رات ساڑھے گیارہ بجے وہ فیصلہ کن گفتگو ہوئی جس نے ان ترامیم کو وہ روپ دیا جو اگلے روز قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے خفیہ اجلاس اور پھر قومی اسمبلی کے کھلے اجلاس میں پیش ہوا، لیکن یہ اڑھائی گھنٹے قیامت کے گھنٹے تھے، کئی بار مذاکرات کا تار ٹوٹتے ٹوٹتے رہ گیا۔ پیش نظر بہت سے اندیشے بھی تھے جب کہ حزب اختلاف کو کسی ابہام میں مرزائیوں کے لیے چور دروازوں کے رہ جانے کا خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ بالآخر کھلی کھلی قرارداد لانے پر اتفاق ہوگیا۔ ماحول خوش گوار ہوا تو قہقہوں کے فوارے اور ہلکی ہلکی چوٹوں کی پھلجڑیاں پھوٹ پڑیں.........نصف رات کے لگ بھگ اس ملاقات کا اختتام ہوا۔

سات ستمبر کی صبح سورج کی کرنوں نے اسلام آباد اور راولپنڈی میں پولیس، فیڈرل سکیورٹی فورس، ڈیرہ غازی خان کی پہاڑی پولیس، بلوچ لیویز اور فوج کے دستوں کا گشت اور پہرہ دیکھا۔ ملک کے دوسرے شہروں سے بھی فون پر ایسی اطلاعات آ رہی تھیں۔ فضا میں خوف و ہراس ہر طرف ٹپکتا نظر آتا تھا۔ ان آٹھ افراد وزیر اعظم بھٹو، جناب پیرزادہ، مفتی محمود، پروفیسر غفور، چودھری ظہور الٰہی، مولانا شاہ احمد نورانی، جناب غلام فاروق اور سردار مولا بخش سومرو کے سوا شاید ہی کوئی جانتا ہو کہ کیا ہونے والا ہے---قومی اسمبلی کے ارکان کی رہائش گاہ گورنمنٹ ہاسٹل اور قومی اسمبلی کی طرف جانے والی سڑکوں کی مکمل ناکہ بندی ہو چکی تھی۔ شناخت کے ثبوت

Marfat.com

کے باوجود اس طرف جانے والی سڑکوں پر پیدل یا سواری پر آمدورفت کی اجازت نہ تھی۔ پوری فضا سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ارکان اسمبلی عملاً گرفتار ہیں۔ یہ صورت حال پانچ ستمبر کی صبح سے جاری تھی لیکن سات ستمبر کو تو اس کی انتہا رہی۔ ان رہنماؤں میں سے جو ہاسٹل میں مقیم تھے ان تک پہنچنے کے بعد بار بار کی چیکنگ سے جھنجھلایا ہوا خوف زدہ ملاقاتی جب ان کے پُراطمینان چہرے دیکھتا تو سمجھ نہیں آتا تھا کہ یہ اطمینان کامیابی کی علامت ہے یا ہرچہ باداباد کے مصداق میدان میں اُترنے کی نشانی---اڑھائی بجے پورے ایوان پر مشتمل قومی اسمبلی کی کمیٹی کا خفیہ اجلاس ہوا جس میں گزشتہ شب کی متفقہ کاوش اتفاق رائے سے منظور ہوئی، ارکان وہیں اسمبلی کی عمارت میں رہے حتیٰ کہ ساڑھے چار بجے قومی اسمبلی کا کھلا اجلاس شروع ہوا۔

عجیب اتفاق ہے چھ اور سات ستمبر کی انھی تاریخوں بل کہ اوقات کو پاکستان کی تاریخی میں بڑی اہمیت حاصل ہے، نو برس پیشتر اسی چھ ستمبر کی رات ٹھیک گیارہ بجے ہی بھارتی حملے کو پسپا کرنے کے بعد لاہور سیکٹر میں پاکستان نے کامیاب جوابی حملہ کیا تھا اور سات ستمبر کی شام انھی اوقات میں پاکستان نے بھارتی پنجاب اور گجرات کاٹھیاوار میں واقع دشمن کے ہوائی اڈے تباہ کر کے بھارت پر فضائی برتری حاصل کر لی تھی۔ اسی لیے اس وقت سے چھ ستمبر کو ''یوم دفاع پاکستان'' اور سات ستمبر کو ''یوم فضائیہ'' منایا جاتا ہے۔

مرزائی مسئلے کے اس متفقہ حل نے سات ستمبر کی اس شام عید کا سماں پیدا کر دیا تھا۔ اس احساس کا اظہار بہت سے لوگوں کو ہوا۔ اس سرشاری میں وہ کئی باتیں پُھوٹ کر بہہ نکلیں جن کا علم بہت کم لوگوں کو تھا۔ جذبات کی فراوانی میں مردسخی دل سا ہو جاتا ہے، سپیکر صاحب زادہ فاروق علی اخبارنویسوں کے گھیرے میں آئے تو ان سے اسمبلی کے اس تاریخی کمرے کا اتہ پتہ پوچھا گیا جہاں سب کمیٹی نے خفیہ مذاکرات کیے۔ انھوں نے آسانی سے بتا دیا کہ وہ نہ ان کا چیمبر ہے نہ جناب پیرزادہ کا دفتر ہے نہ کوئی کمیٹی روم ہے بل کہ لاء سیکرٹری کا دفتر ہے جس کی طرف کسی کا ذہن ہی نہیں جاتا۔ یہ وہی کمرہ ہے جس میں متحدہ پاکستان کے نائب صدر جناب نورالامین کا دفتر ہوا کرتا تھا۔

Marfat.com

آیئے اب اس تاریخی فیصلے پر قوم کے رہنماؤں کا تبصرہ ملاحظہ کیجیے اور سب سے پہلے ان صاحب کا جو اس مسئلے میں اسمبلی کو Steer کرتے رہے یعنی قومی اسمبلی کے سپیکر۔

صاحب زادہ فاروق علی (سپیکر قومی اسمبلی)

''یہ جمہوریت اور جمہوری تجربے کی فتح ہے جس سے جمہوری اداروں اور جمہوری طریقوں میں لوگوں کا ایمان پختہ سے پختہ تر ہوگا اور عوام کو جمہوریت ان کے مسئلے حل کرتی نظر آئے گی۔''

مولانا ظفر احمد انصاری:

''مرزائیوں نے اٹھائیس برس پیشتر ۱۹۴۶ء میں بدھوؤں، پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح حقوق دیے جانے کا مطالبہ انگریزوں سے کیا تھا اسے آج ہم نے منظور کرلیا ہے جس پر یقیناً انھیں ہمارا شکر گزار ہونا چاہیے۔''

صاحب زادہ صفی اللہ خان (جماعت اسلامی)

یہ ایک عظیم کامیابی ہے جس کا کریڈٹ صرف عوام کو جاتا ہے۔

مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک:

''ہمیں اس پر مطمئن ہو کر نہیں بیٹھنا چاہیے بل کہ مرزائیت کے سدّ باب کے لیے پورے عالم اسلام میں سرگرم عمل ہو جانا چاہیے۔''

مفتی محمود:

''اس فیصلے پر پوری قوم مبارک باد کی مستحق ہے اس پر نہ صرف پاکستان بل کہ عالم اسلام میں اطمینان کا اظہار کیا جائے گا۔ میرا خیال ہے مرزائیوں کو بھی اس فیصلے کو خوش دلی سے قبول کر لینا چاہیے کیوں کہ اب انھیں غیر مسلم اقلیت کے جائز حقوق ملیں گے جہاں تک کریڈٹ کا سوال ہے یہ مسئلہ قومی بنیادوں پر تمام تر سیاسی اختلافات سے بالاتر ہو کر کیا گیا ہے۔ اس مسئلے کے حل میں ارکان قومی اسمبلی اور سینٹ کے اتفاق رائے سے فیصلہ کیا۔ اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ مجلس عمل نے پُر وقار

Marfat.com

جدوجہد جاری رکھی حالاں کہ فائرنگ ہوئی، لوگ شہید ہوئے، لاٹھی چارج، گرفتاریوں اور تشدد کے تمام واقعات کے باوجود خود رعمل کا شکار ہو کر تشدد کا راستہ اختیار نہ کیا۔ سیاسی طور پر تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ اُلجھے ہوئے مسائل کا حل بندوق کی گولی میں نہیں مذاکرات کی میز پر ہے۔"

پروفیسر غفور احمد:

"مسلم عوام کی بے پایاں قوت ایمانی ہی نے یہ قدم اور سنگین مسئلہ جو ملکی سلامتی اور معاشرے کے لیے خطرہ بن چکا تھا-حل کیا ہے۔ میری رائے میں یہ دستور کے بالاتفاق منظور کرنے سے کہیں بڑی فتح ہے اور ایک حقیقی کامیابی، مجھے یقین ہے کہ حکمران جماعت نے محسوس کر لیا ہوگا کہ کارڈیل رویہ معاملات کو کتنا آسان بنا دیتا ہے کیوں کہ افہام وتفہیم اور مسائل کی سمجھ بُوجھ کے لیے ایسے ہی رویے کی ضرورت ہوتی ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی:

"میرا خیال ہے ماحول ہی ایسا بن گیا تھا کسی کو مرزائیوں کی حمایت کی جرات نہیں ہو سکتی تھی۔ باہر کے جلسے، جلوسوں اور منظّم جدوجہد نے اندر فضا کو ٹھیک اور معاملات کو درست رُخ پر رکھا۔ پھر اندر مرزا ناصر نے اپنے کیس کو جو پہلے ہی بہت خراب تھا مزید خراب کیا۔ میں اس امکان کو بھی بالکل رد نہیں کرتا کہ مرزائیوں کی بڑھتی قوت سے خود پیپلز پارٹی کی قیادت خائف ہو چکی تھی۔"

سردار مولا بخش سومرو:

"یہ عوام کی جیت ہے اس کا کریڈٹ عوام کو جاتا ہے جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خاطر حمیت کا ثبوت دیا۔ پورے ملک کی بات تو آپ کے سامنے ہے۔ میں آپ کو سندھ کے متعلق بتاتا ہوں کہ وہاں یہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی کہ بچہ بچہ ختم نبوت پر اپنا سر قربان کرنے کے لیے تیار تھا۔ میں سمجھتا ہوں یہ صورتِ حال دیکھ

Marfat.com

کر مخالف خود ہی راہ سے ہٹ گئے اور اگر فیصلہ نہ ہوتا تو میں آپ کو یقین سے بتا سکتا ہوں کہ ایسی شورش اُٹھتی کہ اس کے سامنے تاریخ میں عوام کی بڑی بڑی بغاوتیں اور انقلاب گرد رہ جاتے۔''

(ہفت روزہ لیل ونہار مورخہ ۱۳/۱۹ ستمبر ۱۹۷۴ء)

☆

Marfat.com

انٹرویو

سپیکر قومی اسمبلی صاحب زادہ فاروق علی

اختر کاشمیری

سوال: مسئلہ ختم نبوت جو ایک ولولہ انگیز تحریک کے بعد حل ہوا، کیا اسمبلی کے ارکان کو حکومت نے اپنے ساتھ ملانے یا ان پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی تھی، آپ اس وقت قومی اسمبلی کے اسپیکر تھے کیا آپ اس کی وضاحت فرمائیں گے؟

صاحب زادہ فاروق علی: کسی اپوزیشن رہنما کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی بل کہ خود اپنی پارٹی کے ارکان اسمبلی پر بھی کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا۔ پیپلز پارٹی کے دَور کا شاید یہ واحد کیس ہے جس کے بارے میں پورے دعوے اور وثوق سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ حکومت نے ممبران اسمبلی پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا۔ وہ اپنی سوچ اور رائے کے بارے میں بالکل آزاد تھے۔ مسائل کو سامنے رکھ کر اپنے ایمان، ضمیر اور دماغ کے حوالے سے جس نتیجہ پر پہنچیں اس کے مطابق رائے دیں۔

سوال: جب مسئلہ قومی اسمبلی میں گیا تو اس بحث کی کارروائی خفیہ کیوں رکھی گئی، اجلاس خفیہ کیوں ہوتے رہے؟ کیا حکومت کسی فریق سے سودے بازی تو نہیں کرنا چاہتی تھی؟

صاحب زادہ فاروق علی: بحث اور کارروائی کے دوران ایسی باتوں کے پیش آنے کا بھی امکان تھا کہ اگر منظر عام پر آتیں تو مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچ سکتی تھی۔ قادیانی فرقوں کے رہنماؤں کو بھی بلانا تھا ان کا نقطۂ نظر بھی سننا تھا، ظاہر ہے وہ جو کچھ کہتے مسلمانوں کو ہرگز اتفاق نہ ہوتا، لہٰذا کارروائی خفیہ ہی رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس اخفاء سے حکومت کوئی مفاد حاصل نہیں کرنا چاہتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ناموس رسالت کا مسئلہ نازک اور حساس ہے۔ مسلمان جان بھی قربان کر دینا ایک انتہائی معمولی بات سمجھتا ہے۔ لہٰذا کسی بھی خطرناک جذباتی صورتِ

Marfat.com

حال سے بچنے کے لیے اس کارروائی کا خفیہ رکھنا ہی مناسب تھا۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ امت کو جو والہانہ عشق ہے اس کو زبان وقلم سے بیان کرنا ناممکن ہے لہذا اس مسئلے پر حکومت سودے بازی کی بات سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ حکومت نے طے کرلیا تھا کہ وہ اس مسئلے سے لاتعلق رہے گی نہ وہ حمایت کرے گی اور نہ تحریک سے متاثر ہو کر دوسرے فرقے کو کچلنے کی اجازت دے گی۔ حکومت نے اس فیصلہ کی پابندی کی، جہاں جہاں تحریک کے دوران اشتعال کی فضا پیدا ہوئی وہاں وہاں اقلیتی فرقے کی جان و مال کے تحفظ کا بندوبست کیا گیا۔ بعض مقامات پر حکومتی ذمہ داریاں ادا کرنے کے سلسلے میں تحریک سے متعلق مسلمانوں پر بھی تشدد ہوا لیکن دیدہ دانستہ طور پر کسی ایسی کارروائی کا ارتکاب کم سے کم میرے علم میں نہیں ہے۔ اس خفیہ بحث کا فیصلہ کھلا تھا اور اس فیصلے سے ملت اسلامیہ آج تک مطمئن ہے۔

سوال: بحث کے دوران اقلیتی فرقوں کے رہنماؤں کے دلائل کیا تھے؟

صاحب زادہ فاروق علی: بھٹو اور ہمارے ممبران اسمبلی کا تاثر یہ تھا کہ اس جماعت کے اکثر لوگ پڑھے لکھے ہوتے ہیں۔ ان کے مذہبی پیشوا اپنے موقف کے حق میں وزنی اور حیران کن دلائل دیں گے لیکن جب انھیں بلایا گیا تو یہ تاثر ختم ہو گیا۔ ان کے دلائل بہت ہی مضحکہ خیز اور مایوس کن تھے۔ مرزا ناصر پر دو ماہ تک جرح ہوتی رہی، وہ جرح کا سامنا تو کر گئے لیکن اپنا موقف پیش کرنے میں بُری طرح ناکام رہے۔ اس بحث کی روشنی میں حکومت اس نتیجہ پر پہنچی کہ ربوہ کی قادیانی جماعت کے عقائد فی الواقع خطرناک ہیں لیکن قادیانیوں کی لاہوری جماعت ان عقائد کی حامل نہیں اور لاہوری جماعت کا غیر مسلم قرار دینا درست نہ ہوگا۔ ہمارا یہ تاثر مرزا ناصر احمد کا بیان سننے کے بعد قائم ہوا تھا۔ حکومت اپنے طور پر طے کر چکی تھی کہ لاہوری جماعت مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتی بل کہ صرف ایک مجدد کا درجہ دیتی ہے اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کی بنا پر اسے غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے لیکن جب لاہوری جماعت کے معمر رہنما مولوی صدرالدین کو بلایا گیا تو معلوم ہوا

ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔

اس فرقے کا ہر گروہ عقائد کا خطرناک گورکھ دھندا لیے پھرتا ہے۔ اگر مرزا ناصر کی جماعت مذہبی طور پر خطرناک ہے تو مولوی صدرالدین کی جماعت اس سے کہیں زیادہ خطرناک

Marfat.com

ہے۔ مولوی صدرالدین نے وہ تاثر ختم کر دیا جو ان کی جماعت کے بارے میں ہمارے دل میں پیدا ہو چکا تھا۔ وہ صرف دو روز جرح کا سامنا کر سکے۔ ان کی گفتگو کی روشنی میں جب ہم نے اپنے ممبران اسمبلی کی رائے معلوم کی تو اکثر ممبران نے کہا کہ اگر غیر مسلم اقلیت قرار دینا ہے تو لاہوری جماعت پر بھی اس کا سب سے پہلے اطلاق ہونا چاہیے۔ اس جماعت کو بچانا خطرناک ہوگا کیوں کہ ان کے کتابی عقائد ربوہ کے قادیانیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ دونوں فرقوں میں عقائد کا فرق مذہبی کے بجائے سیاسی ہے۔ مذہبی طور پر دونوں ایک ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولوی صدرالدین کی ذاتی خواہش ہے کہ ان کی جماعت کو بھی غیر مسلم قرار دیا جائے کیوں کہ ان کے دلائل ان کے خلاف تھے۔

سوال: کیا آپ اسمبلی کے اندر ہونے والی کارروائی کے متعلق کچھ بتانا پسند کریں گے؟

صاحب زادہ فاروق علی: میں بتانا پسند کرتا لیکن جب کارروائی ہوئی تھی اس وقت سب ممبران سے حلف لیا تھا کہ کوئی شخص اس کارروائی کو منظر عام پر نہیں لائے گا۔ اس لیے کارروائی سے متعلق کوئی بات بتانا اس حلف کی خلاف ورزی ہوگی جو ہم نے اٹھایا تھا۔

سوال: کیا یہ کارروائی حمودالرحمٰن رپورٹ کی طرح ہمیشہ خفیہ رہے گی؟

صاحب زادہ فاروق علی: اگر کوئی منتخب حکومت چاہے تو اس کارروائی کو یا اس کے کسی حصے کو شائع کر سکتی ہے۔

سوال: اس فیصلے یا کارروائی کے سلسلے میں اقلیتی فرقے نے اپنے بیرونی ہمدردوں اور بہی خواہوں کے ذریعے حکومت پر دباؤ ڈالنے کی کوشش تو کی ہوگی؟

صاحب زادہ فاروق علی: جماعت کے بڑے لیڈر مسٹر ظفر اللہ خان ذاتی طور پر یو این او کے سیکرٹری جنرل کے پاس پہنچے اور انھوں نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اس بارے میں اپنا اثر دُرسوخ استعمال کریں کیوں کہ پاکستان میں ان کے فرقے کے ساتھ بڑا ظلم ہو رہا ہے چوں کہ حالات و واقعات ان کے اس بیان کے خلاف تھے اور پاکستان میں ان کے فرقے کی مبیّنہ کہانی ان کی من گھڑت تھی اس لیے یو این او کے سیکرٹری جنرل یا کسی بیرونی طاقت نے حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالنے کی جرات نہیں کی۔ کیوں کہ حالات کی ظاہری تصویر نہ صرف ان کی بیان کی تردید کرتی تھی بل کہ اس نقشے پر مسلمان مظلوم نظر آتے تھے۔ ان کی تحریک کو بزور دبانے کی

Marfat.com

کوششیں جاری تھیں، لیڈروں کو گرفتار کیا جا رہا تھا، ہزاروں کارکن جیلوں میں تھے اور قادیانیوں کے جان و مال کے تحفظ کے لیے ہر طرح سے انتظام کیا گیا تھا۔ یہ تمام صورتِ حال دنیا کے سامنے تھی اور دوسری طرف پورے عالم اسلام کی خواہش تھی کہ اس فرقے کا اصل مقام متعین کر کے مسلمانوں کے مشتعل جذبات کو ٹھنڈا کیا جائے اور تحریک کے نتیجے میں پاکستان کو کسی طرح نقصان نہ پہنچے۔ یہ تمام باتیں مسٹر ظفر اللہ خاں کے خلاف تھیں، آخر دنیا اندھی تو نہیں کہ وہ جھوٹ اور سچ کے درمیان فرق نہ کرے۔

سوال: شنید ہے کہ مفتی محمود مرحوم نے مرزا پر جرح کی تو آپ نے انھیں جرح کرنے سے روک دیا، اگر یہ درست ہے تو آپ کے دعوی غیر جانب داری کی کیا حیثیت ہے؟

صاحب زادہ فاروق علی: مفتی محمود واحد ایسے ممبر تھے جنھوں نے مرزا ناصر احمد سے ذاتی حیثیت سے چند سوالات کیے جو ضمنی قسم کے تھے ان کو روکا نہیں گیا البتہ مرزا ناصر احمد نے مفتی محمود کے سوالات کا جواب دینے سے انکار کیا لیکن میں نے سپیکر کی حیثیت سے ان پر واضح کیا کہ انھیں نہ صرف مفتی محمود کے سوالات کا جواب دینا ہوگا بل کہ اگر کسی اور ممبر نے سوال کیا تو اس کا جواب دینے کے بھی وہ پابند ہیں حتی کہ وہ چاہیں تو خود بھی کسی ممبر پر سوال کر سکتے ہیں، وہ ممبر بھی ان کے سوال کا جواب دے گا۔ ہمیں افہام و تفہیم کی غرض سے ایک اچھے خوش گوار ماحول میں بات کرنی چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو مفتی صاحب مرحوم کو سوال کرنے سے روکا گیا اور نہ انھوں نے خود زیادہ سوالات کیے۔ اسمبلی کی جملہ کارروائی ٹیپ ہوتی ہے، یہ کارروائی بھی ٹیپ ہوئی تھی، اس کا ریکارڈ آج بھی موجود ہے جس سے میرے بیان کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

براہِ راست سوال و جواب کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ سوالات کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس کے چیئرمین اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار تھے۔ سوالات خود یحییٰ بختیار کرتے تھے، یہ بات پہلے ہی طے کر لی گئی تھی کہ کوئی ممبر اگر سوال کرنا چاہے تو وہ اپنا سوال اس کمیٹی کے سامنے پیش کرے۔ کمیٹی کی طرف سے یحییٰ بختیار خود ہی سوال کریں گے اس ضابطے کے مفتی صاحب بھی پابند تھے لہذا میری طرف سے مفتی صاحب کو روکنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

سوال: اس مسئلے پر بحث کے دوران سیکولر نظریات کی حامل جماعتوں کے ممبران کا کیا رویہ تھا؟ مسٹر ولی خان اور ان کی جماعت نے کیا رول ادا کیا؟

Marfat.com

صاحب زادہ فاروق علی: سیکولر اور غیر سیکولر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ پاکستان کی تاریخ میں ۱۹۷۳ء کا آئین متفقہ طور پر بنایا گیا پھر قادیانیوں کے بارے میں یہ فیصلہ بالاتفاق ہوا۔ اس کے سوا متفقہ فیصلے کی کوئی مثال میرے علم میں نہیں۔ ولی خان کی نیپ نے اس بارے میں مفتی محمود کو اپنا قائد تسلیم کیا تھا کہ ان کی رائے ہمارے رائے ہے۔ جس روز فیصلہ ہوا، ولی خان سوات میں تھے۔ میں نے ان کو سوات سے بلایا وہ آئے اور انھوں نے بھی فیصلے پر دستخط کر دیے۔

(قادیانی مسئلہ اور بھٹو، ص ۱۲۲-۱۲۶)

☆

Marfat.com

عکسیات

الف: قرارداد ختم نبوت کشمیر اسمبلی ۱۹۷۳ء
پیش کردہ میجر محمد ایوب

ب: قرارداد ختم نبوت قومی اسمبلی ۳۰ جون ۱۹۷۴ء
پیش کردہ مولانا شاہ احمد نورانی (صفحہ

ج: دستوری ترمیم ثانی ایکٹ سات ستمبر ۱۹۷۴ء

د: ہفت روزہ لیل ونہار (منتخب سرورق)

Marfat.com

نمبر 1091/ل/ا/اسمبلی/73ء

قانون ساز اسمبلی آزاد جموں و کشمیر

سیکرٹریٹ

بخدمت: سیکرٹری [illegible] قانون و پارلیمانی امور

آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر، مظفرآباد۔

مظفرآباد: 10 مئی 1973ء

عنوان: [illegible] قرارداد۔

جناب من،

قانون ساز اسمبلی آزاد جموں و کشمیر کے حالیہ اجلاس میں بتاریخ 28-4-73ء [illegible] قانون ساز اسمبلی آزاد جموں و کشمیر کی [illegible] شدہ [illegible] قرارداد [illegible] کارروائی ارسال [illegible] اس کی وصولی [illegible] فرمائیں۔

آپکا خادم

[signature]

سیکرٹری

قانون ساز اسمبلی آزاد جموں و کشمیر۔

نمبر [illegible] مورخہ 10 مئی 1973ء

[illegible] قرارداد [illegible] میجر محمد ایوب خان [illegible]

قانون ساز اسمبلی آزاد جموں و کشمیر ارسال ہے۔

[signature]

سیکرٹری

قانون ساز اسمبلی آزاد جموں و کشمیر۔

Scanned by CamScanner

Marfat.com

قرارداد

میجر محمد ایوب خان

آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر اسلامی حکومت میں
کے علاوہ ایکٹ ۱۹۷۰ء کی رو سے قرآن و سنت کی روشنی میں
اسلامی قوانین وضع کرنے کی پابند ہے۔ ۱۹۷۲ء کے سرمائی اجلاس
میں ایک قرارداد کے ذریعے یہ ایوان حکومت کو اسلامی قوانین فی الفور
نافذ کرنے کا مطالبہ بھی کر چکا ہے۔ تمام اسلامی ممالک کے فیصلے
کی روشنی میں یہ ایوان حکومت کو ان اقدامات کو بروئے کار لانے کی
سفارش کرتا ہے کہ:۔

(الف) مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

(ب) آزاد کشمیر میں مقیم مرزائیوں کو رجسٹر کیا جائے اور اقلیت کی بنیاد پر ہر سطح پر نمائندگی دی جائے۔

(ج) آزاد کشمیر میں مرزائیت کی تبلیغ کو قانوناً جرم قرار دیا جائے۔

A73

Scanned by CamScanner

Marfat.com

Volume : IV
No 26

NAP. IV-26-75 (E)
350

THE
NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

(Third Session of 1974)

(Vol. IV contains Nos. 14 to 26)

Sunday, the 30th June, 1974

CONTENTS

	Pages
Papers laid before the National Assembly	1297
Privilege Motion *re*: Speech made by an MPA in Pakistan National Centre Lahore—*Referred to the Privileges Committee*	1299
Motion *re*: Appointment of special Committee of the whole House to determine the status in Islam of persons who do not believe in the Finality of Prophethood of Muhammad (Peace be upon him)—*Adopted*	1302
Resolution *re*: The status of *Qadianis*—*Referred to the Special Committee of the whole House*	1306

PRINTED AT THE MACLAGAN PRESS, CHURCH ROAD, LAHORE
PUBLISHED BY THE MANAGER OF PUBLICATIONS, KARACHI

Price : Paisa 50

Scanned by CamScanner

Marfat.com

And there is one other aspect. There has been any amount of speculation in the Press. It has been said that the issue is going to be put in the cold storage. The issue is not going to be put into the cold storage. We have not wasted a single day, a single hour. Sir, you finished with the passing of the Budget only about two hours ago and the issue has come before the Parliament of Pakistan. Therefore, there is no question of this matter going into the cold storage. Another speculation was that we would probably adjourn and not deliberate on the matter for a long time, but as has been discussed with you, Sir, the Leader of the House has already communicated to you and this is also communicated to the Members of the Opposition sitting in this House that this House would be sitting from tomorrow evening and the Committee has to formulate its own procedure and programme as to how it will go on. So, all these speculations, etc., that the Government Party has taken one decision and one view, is all baseless, absolutely baseless. There was no truth in that at all and you would see from the motion that we have brought that from tomorrow this Committee shall be sitting. Technically, there may be some difference, but we have got no objection as I explained to you, that upto tomorrow evening we need time so as to be able to draft the rules that are to be followed and we cannot give you rules by this evening. It will take time, at least 24 hours, to give draft of the rules which have to be approved by the Committee of the House. This is what I have to say. Thank you.

Maulana Shah Ahmad Noorani Siddiqui : Mr. Speaker, Sir............

جناب اسپیکر : آپ اس موشن کے بعد بول لیں ۔

You put the resolution and I will repeat it. The question before the House is:

"that the motion moved under rule 205 be adopted".

The motion was adopted.

Mr. Speaker : Now, I call upon Maulana............

Malik Mohammad Jafar : In a situation like this you should not say 'Ayes' or 'Noes' because there is no 'No'. It means unanimous.

Mr. Speaker : Thank you very much. It is unanimously adopted by the House. It will go on record. Now, I would like to know as to who will move.

Maulana Shah Ahmad Noorani Siddiqui : I am going to move, with your permission. May I move, Sir?

Mr. Speaker : Yes.

Scanned by CamScanner

Marfat.com

RESOLUTION RE: THE STATUS OF QADIANIS

Maulana Shah Ahmad Noorani Siddiqi: Sir, we beg to move the following :—

"Whereas it is a fully established fact that Mirza Ghulam Ahmad of Qadian claimed to be a prophet after the last prophet Muhammad (peace be upon him);

And whereas his false declaration to be a prophet, his attempts to falsify numerous Quranic texts and to abolish Jihad were treacherous to the main issues of Islam;

And whereas he was a creation of imperialism for the sole purpose of destroying Muslim solidarity and falsifying Islam;

And whereas there is a consensus of the entire Muslim Ummah that Mirza Ghulam Ahmad's follower, whether they believe in the prophethood of the said Mirza Ghulam Ahmad or consider him as their reformer or religious leader in any form whatever, are outside the pale of Islam;

And whereas his followers, by whatever name they are called, are indulging in subversive activities internally and externally by mixing with Muslims and pretending to be a sect of Islam;

And whereas in a Conference of the World Muslim Organisation held in the holy city of Mecca-Al-Mukurram between the 6th and 10th April, 1974, under the auspices of Al-Rabita Al-Alam-e-Al-Islami, wherein delegations from one hundred and forty Muslim organisations and institutions from all parts of the world participated, it has been unanimously held that Qadianism is a subversive movement against Islam and Muslim World, which falsely and deceitfully claims to be an Islamic sect;

Now this Assembly do proceed to declare that the followers of Mirza Ghulam Ahmad, by whatever name they are called, are not Muslims and that an official Bill be moved in the National Assembly to make adequate and necessary amendments in the Constitution to give effect to such declaration and to provide for the safeguard of their legitimate rights and interests as a non-Muslim minority of the Islamic Republic of Pakistan."

The motion may be referred to the Committee.

Movers:

1. Maulana Shah Ahmad Noorani Siddiqi.
2. Maulvi Mufti Mahmood.
3. Maulana Abdul Mustafa Al-Azhari.
4. Prof. Ghafoor Ahmad.
5. Maulana Syed Muhammad Ali Rizvi.

Scanned by CamScanner

Marfat.com

6. Maulana Abdul Haq (Akora Khattak).
7. Ch. Zahur Ilahi.
8. Sardar Sher Baz Khan Mazari.
9. Maulana Zafar Ahmad Ansari.
10. Maulana Sadaru-us-Shaheed.
11. Sahibzada Ahmad Raza Khan Qasuri.
12. Mr. Mahmood Azam Farooqi.
13. Maulana Naimatullah Sahib.
14. Mr. Umra Khan.
15. Mr. Ghulam Faruqe.
16. Sardar Maula Bux Soomro.
17. Mr. Rais Atta Muhammad.
18. Makhdoom Noor Muhammad Hashmi.
19. Sirdar Shaukat Hyat Khan.
20. Mir Ali Ahmad Talpur.
21. Mr. A. Hamid Jatoi, and
22. Rao Khurshid Ali Khan.

یہ ریزولوشن پیش کیا گیا ہے اور آپ کی خدمت میں میں یہ عرض کروں گا کہ ۔ ۔

Mr. Abdul Hafiz Pirzada : It should be put straightaway. I think, we are referring it to the Committee.

Maulana Shah Ahmad Noorani Siddiqi : Alright.

اس کے ساتھ ساتھ مجھے یہ بھی وضاحت کرنا ہے کہ اس کو move کیا گیا ہے ۔

Mr. Speaker : The motion moved is :

"that the following resolution be referred to the Committee :

"Whereas it is a fully established fact that Mirza Ghulam Ahmad of Qadian claimed to be a prophet after the last prophet Muhammad (peace be upon him) ;

And whereas his false declaration to be a prophet, his attempts to falsify numerous Quranic texts and to abolish Jihad were treacherous to the main issues of Islam ;

And whereas he was a creation of imperialism for the sole purpose of destroying Muslim solidarity and falsifying Islam ;

And whereas there is a consensus of the entire Muslim Ummah that ...... Ghulam Ahmed's followers, whether they believe in the

Scanned by CamScanner

Marfat.com

[Mr. Speaker]

prophethood of the said Mirza Ghulam Ahmad or consider him as their reformer or religious leader in any form whatever, are outside the pale of Islam;

And whereas his followers, by whatever name they are called, are indulging in subversive activities internally and externally by mixing with Muslims and pretending to be a sect of Islam;

And whereas in a Conference of the World Muslim Organisation held in the holy city of Mecca-Al-Mukurram between the 6th and 10th April, 1974, under the auspices of Al-Rabita Al-Alam-e-Al-Islami, wherein delegations from one hundred and forty Muslim organisations and institutions from all parts of the world participated, it has been unanimously held that Qadianism is a subversive movement against Islam and Muslim World, which falsely and deceitfully claims to be an Islamic sect;

Now this Assembly do proceed to declare that the followers of Mirza Ghulam Ahmad, by whatever name they are called, are not Muslims and that an official Bill be moved in the National Assembly to make adequate and necessary amendments in the Constitutions to give effect to such declaration and to provide for the safeguard of their legitimate rights and interests as a non-Muslim minority of the Islamic Republic of Pakistan."

The Motion may be referred to the Committee.

Movers:

1. Maulana Shah Ahmad Noorani Siddiqui.
2. Maulvi Mufti Mahmood.
3. Maulana Abdul Mustafa Al-Azhari.
4. Prof. Ghafoor Ahmad.
5. Maulana Syed Muhammad Ali Rizvi.
6. Maulana Abdul Haq (Akora Khattak).
7. Ch. Zahur Ilahi.
8. Sardar Sher Baz Khan Mazari.
9. Maulana Zafar Ahmad Ansari.
10. Maulana Sadaru-us-Shaheed.
11. Sahibzada Ahmad Raza Khan Qasuri.
12. Mr. Mahmood Azam Farooqi.
13. Maulana Naimatullah Sahib.
14. Mr. Umra Khan.
15. Mr. Ghulam Faruqe.
16. Sardar Maula Bux Soomro.
17. Mr. Rais Atta Muhammad.

Scanned by CamScanner

Marfat.com

18. Makhdoom Noor Muhammad Hashmi,
19. Sirdar Shaukat Hyat Khan.
20. Mir Ali Ahmad Talpur.
21. Mr. A. Hamid Jatoi, and
22. Rao Khurshid Ali Khan.

Now, the question is :

"that the motion be adopted."

The Motion was passed unanimously.

Mr. Speaker : The motion is passed unanimously and is referred to the Committee.

Now, we have no other business and tell me when we are meeting, this evening or tomorrow evening ?

Prof. Ghafoor Ahmad : We sit to-day, it will be better.

Mr. Abdul Hafeez Pirzada : It is not possible.

Mr. Speaker : It will take time.

Mr. Abdul Hafeez Pirzada : It will take time because what we will do ? Somebody has to prepare the draft rules and give to you.

Mr. Speaker : Some of the honourable Members can meet. It will take time.

Mr. Abdul Hafeez Pirzada : Tomorrow evening.

Mr. Speaker : So, the Committee's proceedings are adjourned till tomorrow evening at 5-30 p. m., while the National Assembly will meet on the 15th July, 1974. Thank you very much.

The Assembly adjourned to meet on Monday, the 15th July, 1974.

Scanned by CamScanner

Marfat.com

Volume V
No. 39

N.A.P-V-39 (E)
350

THE NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN

DEBATES

OFFICIAL REPORT

Saturday, 7th September, 1974

(Third Session of 1974)
[Volume V Contains Nos. 27 to 39]

CONTENTS

PAGES

Report of the Special Committee of the Whole House on the Question of Status in Islam of Persons who do not believe in the finality of Prophethood of the holy Prophet Mohammad (Peace be upon him)—*Adopted* 59

The Constitution (Second Amendment) Bill. 1974—*Passed* .. 62

PRINTED AT THE CARAVAN PRESS, DARBAR MARKET, LAHORE
PUBLISHED BY THE MANAGER OF PUBLICATIONS, KARACHI
Price : *Paisa* 50

Marfat.com

570 [Mr. Zulfikar Ali Bhutto]

As the whole House and as the whole nation agrees, it is the duty of every Party, it is the duty of the Government and of the Opposition and it is the duty of every citizen to give full protection to all citizens of Pakistan. Indeed, this is the essence of Islam, its preaching of tolerance. Muslims have practised tolerance. Islam has not only preached tolerance, but Islam and Muslim society throughout history has practised tolerance. If Muslim societies were tolerant to the Jews in its dark days when Christiandom was persecuting Jews in Europe—the Jews found shelter in the Ottoman Empire, and Jews who were persecuted by the other societies found shelter among Arabs, among Turks, among the Muslim society everywhere—this is an Islamic State, we are Musalmans, we are Pakistanis and it is our sacred duty to give full protection to all communities and to all people and to all citizens of Pakistan. Mr. Speaker, Sir, with these words I conclude. Thank you.

Mr. Speaker : The question is.

"That the motion be adopted."

Those who are in favour may...

Mr. Abdul Hafeez Pirzada : It is the final reading of the Bill. The motion has already been made that the Bill be passed, and it has to be passed by the two-third majority. So, it is not by vote, it is by rising in seats.

Mr. Speaker : Yes. The question is :

"That the Bill further to amend the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan [The Constitution (Second Amendment) Bill, 1974], be passed."

Those who are in favour may please rise in their seats.

(Members rose in their seats)

Mr. Speaker : May be counted again because time has elapsed. The honourable members may please remain in their seats because we have to go in for Division. Under sub-rule (4), the motion has to be carried by a vote of two-third majority of the total membership of the Assembly. We have to go by this. This is a Constitutional amendment.

Malik Mohammad Akhtar : Which rule is that ?

A Member : Rule 123 (4).

Mr. Speaker : The honourable members who are in favour of passing of the Bill may please go to the "Ayes" Gallery and get their votes recorded.

(Division took place)

Marfat.com

AYES

1. Maulvi Abdul Haq
2. Mrs. Jennifer Jehanzeba Qazi Musa
3. Mir. Taj Muhammad Khan Jamali
4. Maulana Abdul Hakim
5. Maulana Abdul Haq
6. Mr. Abdul Khaliq Khan
7. Mr. Abdul Qaiyum Khan
8. Mr. Abdul Wali Khan
9. Mr. Ghulm Faruque
10. Maulana Ghulam Ghaus Hazarvi
11. Sardar Inayatur Rahman Khan Abbasi
12. Ataliq Jafar Ali Shah
13. Mr. Miangul Aurangzeb
14. Mr. Mohammad Haneef Khan
15. Mr. Mohammad Yusuf Khattak
16. Maulvi Mufti Mahmood
17. Maulvi Niamatullah
18. Mr. Rahim Shah
19. Maulana Sadrushahid
20. Sahibzada Safiullah
21. Begum Shireen Wahab
22. Mr. Umra Khan
23. Saiyid Abbas Husain Gardezi
24. Sardar Abdul Aleem
25. Mr. Abdul Aziz Bhatti
26. Major Abdul Nabi Khan Kanjoo
27. Ch. Abdul Wahid
28. Mr. Ahsan-ul-Haq
29. Malik Anwar Ali Noon
30. Ch. Barkatullah
31. Mehr Ghulam Haider Bharwana
32. Major Ghulam Haider Cheema
33. Mr. Ghulam Hassan Khan Dhandla

Dr. Ghulam Hussain

Mr. Ghulam Abbas Mian

Marfat.com

572 [Mr. Speaker]

36. Mr. Ghulam Nabi Chaudhry
37. Ch. Ghulam Rasul Tarar
38. Khawaja Ghulam Suleman
39. Col. Habib Ahmad
40. Mr. Habibur-Rahman
41. Mr. Hafeezullah Cheema
42. Rai Hafiz-Ullah Khan
43. Mian Hamid Yasin
44. Mr. M. Hashim Khan
45. Khan Irshad Ahmad Khan
46. Ch. Jahangir Ali
47. Khawaja Jamal Mohammad Koreja
48. Mr. Karam Bakhsh Awan
49. Maulana Kausar Niazi
50. Rao Khurshid Ali Khan
51. Mr. Khurshid Hassan Meer
52. Dr. S. Mahmood Abbas Bokhari
53. Ch. Manzoor Hussain Dudhra
54. Maher Manzoor Hussain Sumra
55. Mian Masud Ahmad
56. Mr. Mohammad Afzal Randhawa
57. Malik Mohammad Akhtar
58. Chaudhury Mohammad Anwar Ali Khan
59. Mian Mohammad Ataullah
60. Mr. Mohammad Bashir Ahmad
61. Ch. Mohammad Hanif Khan
62. Malik Mohammad Jafar
63. Mr. Mohammad Khan Chaudhary
64. Sahibzada Mohammad Nazeer Sultan
65. Haji Mohammad Sadiq
66. Malik Mohammad Sadiq
67. Dr. Mohammad Shafi
68. Malik Mohammad Suleman
69. Maulana Mohammad Zakir
70. Dr. Mubashair Hassan

Marfat.com

71. Ch. Muhammad Aslam
72. Mian Muhammad Hassan Khan
73. Main Muhammad Ibrahim Barq
74. Mr. M. Muhammad Rafiq
75. Sheikh Muhammad Rashid
76. Ch. Mumtaz Ahmad
77. Mr. Muhammad Sardar Khan
78. Mrs. Nargis Naim Sandhu
79. Begum Nasim Jahan
80. Syed Nasir Ali Shah Rizvi
81. Mr. Nisar Ahmad
82. Mr. Nizamuddin Haider
83. Makhdum Noor Mohammad
84. Mr. Nur Mohammad
85. Sayed Rafiq Mohammad Shah
86. Mian Riaz Ahmad Khan
87. Mian Sajid Pervez
88. Shahzada Saeed-ur-Rashid Abbasi
89. Pir Syed Safi-ud-Din
90. Chaudhry Shafaat Khan Chohan
91. Rai Shahadat Ali Khan
92. Mian Shahadat Khan
93. Sirdar Sher Baz Khan Mazari
94. Ch. Sultan Ahmad Cheema
95. Rana Taj Ahmad Noon
96. Mr. Zafarullah Khan Chowdhury
97. Begum Zahida Sultana
98. Choudhery Zahur Illahi
99. Mr. Zulfiqar Ali Bajwa
100. Mr. Abdul Hafeez Pirzada
101. Mr. Abdul Hamid Jatoi
102. Pir Syed Abdul Kadir Shah Jeelani
103. Maulana Abdul Mustafa-al-Azhari
104. Mir Aijaz Ali Talpur
105. Haji Ali Ahmed Khan Talpur
106. Mr. Ali Hassan Mangi

Marfat.com

[Mr. Speaker]

107. Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi
108. Rais Atta Mohammad Khan Marri
109. Mir. Darya Khan Khoso
110. Prof. Ghafoor Ahmad
111. Rais Haji Ghulam Mujtaba Jatoi
112. Pir Ghulam Rasool Shah Jilani
113. Mr. Hakim Ali Zardari
114. Mr. Mahmood Azam Farooqui
115. Maulana Syed Mohammad Ali Rizvi
116. Makhdoom Mohammad Zaman Talibulmoula
117. Sardar Moula Bakhsh Soomro
118. Makhdoom Muhammad Amin
119. Maulana Muhammad Zafar Ahmad Ansari
120. Syed Qaim Ali Shah Jillani
121. Maulana Shah Ahmad Noorani Siddiqi
122. Malik Sikander Khan
123. Mr. Zulfikar Ali Bhutto
124. Mr. Abdul Malik Khan
125. Mr. Abdul Subhan Khan
126. Mr. Akbar Khan Mohmand
127. Malik Jahangir Khan
128. Major-General Jamal Dar
129. Mr. Niamatullah Khan Shinwari
130. Haji Saleh Khan

Nos—NIL

Mr. Speaker : The gates may be opened. The Division is closed. According to the result of the Division, the votes in favour are 130. The Bill is passed. The Constitution (Second Amendment) Bill is passed.

Before I adjourn the National Assembly *sine die*, I want to say one thing. Yes, Mr. Pirzada, you want to say something ?

Mr. Abdul Hafeez Pirzada : I want to say that there was no vote against the Bill.

Mr. Speaker : Yes, no votes against, it is unanimous. Now before I ajourn the National Assembly *sine die*, I just want to say that I have reminded the honourable Members in the House Committee and again I want to remind them about the secrecy that all the documents and all the record which is in possession of the honourable Members is confi-

Marfat.com

dential and secret ; and also for the members of the Press that nothing can be published, out of any of the record, which we held in the secret meetings unless it is officially released by the National Assembly Secretariat.

And with these words, I would also like to add my thanks to all the honourable Members who have set in this House, first in the Budget Session and then in the secret session, for almost four months. The secret session was a rare experiment in a democratic process for which I am grateful to the Prime Minister, the Law Minister, to all the honourable leaders of the Parties and to all the honourable members of the House, and specially who were rarely to be seen, and my special thanks to those who have been regular. And really it was a battle against patience because we sat for ten to fifteen hours, and in one day we sat for sixteen hours, continuous cross-examination and speech going on ; and I am again thankful and grateful to all the honourable Members. Thank you very much.

The Assembly is adjourned *sine die.*

The National Assembly adjourned sine die.

Marfat.com

لیل و نہار

ماخذ ومراجع

اخبارات:

۱۔روز نامہ جنگ،کراچی
۲۔روز نامہ مشرق،کراچی
۳۔روز نامہ نوائے وقت،لاہور
۴۔روز نامہ مساوات،لاہور
۵۔روز نامہ اِمروز،ملتان
۶۔روز نامہ جسارت،کراچی
۷۔روز نامہ حریت،کراچی
۸۔ہفت روزہ لیل ونہار،لاہور
۹۔ہفت روزہ الفتح،کراچی
۱۰۔ہفت روزہ اخبار جہاں،کراچی
۱۱۔ہفت روزہ نصرت،کراچی
۱۲۔دی پاکستان ٹائمز(ڈیلی انگلش نیوز پیپر)
۱۳۔ڈان(ڈیلی انگلش نیوز پیپر)
۱۴۔دی مسلم(ڈیلی انگلش نیوز پیپر)

کتب ورسائل:

۱۔قادیانی مسئلہ اور بھٹو،ڈاکٹر سید سلطان شاہ،جنگ پبلشرز،لاہور-اگست۱۹۹۳ء
۲۔جمعیت علماء پاکستان (انگلش)،ڈاکٹر مجیب احمد،نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹوریکل اینڈ کلچرل،اسلام آباد-۱۹۹۳ء
۳۔تحریک ختم نبوت میں جے یو پی کا پارلیمانی کردار،خالد محمود قادری،جمعیت علماء پاکستان-الجمعیۃ اکادمی،لاہور-ستمبر۱۹۹۸ء
۴۔تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت،محمد ثاقب رضا قادری،دارالنعمان-لاہور،۲۰۱۷ء
۵۔تحریک ختم نبوت-سیدنا صدیق اکبر تا شاہ احمد نورانی،احمد ترازی،افق پبلی کیشنز،کراچی،۲۰۰۹ء
۶۔قادیانیت ہماری نظر میں،متین خالد،عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت،ملتان
۷۔ریکارڈ آزاد کشمیر اسمبلی۱۹۷۳ء
۸۔ریکارڈ خصوصی کمیٹی قومی اسمبلی پاکستان ۳۰ جون۱۹۷۴ء
۹۔ریکارڈ قومی اسمبلی پاکستان،سات ستمبر۱۹۷۴ء

☆

Marfat.com

مولف کی دیگر کتب

مطبوعات:

۱۔**رسائل حسن** (برادر اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی کے نثری رسائل کا مجموعہ:
دین حسن، نگارستان لطافت، آئینۂ قیامت، تزکِ مرتضوی، بے موقع فریاد کے مہذب جواب، سوالات حقائق نما برروس ندوۃ العلماء، فتاوی القدوۃ لکشف دفین الندوۃ، ندوہ کا تیجہ، رُوداد سوم کا نتیجہ، اظہار رُوداد، کوائف اخراجات، باقیاتِ حسن)
(اکبر بک سیلرز، لاہور-پاکستان/ رضا اکیڈمی، ممبئی-انڈیا، سال اشاعت: 2012ء)

۲۔**کلیات حسن** (استاذ زمن مولانا حسن رضا کے تمام کلام کا مجموعہ: ذوق نعت، وسائل بخشش، صمصام حسن بر دابر فتن، قند پارسی، ثمر فصاحت، قطعات واشعار حسن)
(اکبر بک سیلرز، لاہور-پاکستان/ رضا اکیڈمی، ممبئی-انڈیا، سال اشاعت: 2012ء)

۳۔**سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)**
(مولانا رحمٰن علی مولف ''تذکرہ علمائے ہند'' کے رسالہ 'تحفۂ مقبول در فضائل رسول' کی ترتیب جدید-مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور، سال اشاعت: 2012ء)

۴۔**محفل میلاد کیا اور کیوں؟**
(مولانا عبدالسمیع رام پوری کے رسالہ ''دافع الاوھام فی محفل خیر الانام'' کی ترتیب واشاعت جدید مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور، سال اشاعت: 2012ء)

۶،۵۔**رسائل محدث قصوری**، مفتی غلام دستگیر قصوری ہاشمی کے پندرہ رسائل کا مجموعہ:

جلد اول: تحقیق تقدیس الوکیل، مخرج عقائد نوری، تحریف قرآن کا جواب، جواب اشتہار کفریت درود، عروۃ المقلدین، کشف الستور عن طواف القبور، نصرۃ الابرار فی جواب الاشتھار، تحقیق صلوٰۃ الجمعہ، جواھر مضیہ رد نیچریہ، عمدۃ البیان فی مناقب النعمان، (مطبوعہ اکبر بک سیلرز، لاہور، سال اشاعت: 2014ء)

جلد دوم: خلاصہ تحقیقات دستگیر یہ ردّ ہفوات براہینیہ، فتح رحمانی بدفع کید کادیانی، ھدیۃ الشیعتین معروف بہ مناقب چار یار مع حسنین رضی اللہ عنہم، ظھور اللمعۃ فی ظھر الجمعۃ، توضیح دلائل و تصریح ابحاث فرید کوٹ۔ (مطبوعہ اکبر بک سیلرز، لاہور، سال اشاعت: 2016ء)

Marfat.com

۷۔ **ردقادیانیت اورسُنّی صحافت (جلداول)** (ہفت روزہ سراج الاخبار، جہلم ۱۸۸۵-۱۹۱۷ء کی متفرق فائلوں سے ماخوذ) مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور- سال اشاعت: 2014ء

۸۔ **ردقادیانیت اورسُنّی صحافت (جلددوم:** ہفت روزہ اخبار اہل فقہ، امرتسر ۱۹۰۶-۱۹۱۳ء کی فائلوں سے ماخوذ، مطبوعہ اکبر بک سیلرز، لاہور- پاکستان، سال اشاعت: 2015ء

۹۔ **ردقادیانیت اورسُنّی صحافت (جلدسوم:** معروف صحافی مرتضیٰ احمد میکش کی علمی وفکری تحریروں کا مجموعہ، مطبوعہ اکبر بک سیلرز، لاہور- پاکستان، سال اشاعت: 2017ء

۱۰-**تحریک ختم نبوت اورنوائے وقت-** (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء/۱۹۷۴ء کی مکمل تاریخ، پاکستان میں تحفظ ختم نبوت کے لیے کی گئی قانون سازی اوراس ضمن میں نوائے وقت کے کردار کا تحقیقی جائزہ، ناشر: دارالنعمان پبلشرز، لاہور- سال اشاعت: 2017ء

۱۱-**تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء** (قومی اخبارات ورسائل کے اداریوں کی رُو سے)

ناشر: دارالنعمان پبلشرز، لاہور- سال اشاعت: 2017ء

زیرترتیب:

۱۔ ردقادیانیت اورسُنّی صحافت (جلد چہارم)

۲- ردقادیانیت میں صحافت کا حصہ

۳۔ اشاریہ اخبارالفقیہ، امرت سر

۴۔ تذکرہ مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ تذکرہ مفتی غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

۶- وفیات علماء ومشائخ

☆

Marfat.com

فہرست مطبوعات

دار النعمان، لاہور

۱۔نزھۃ المقال فی لحیۃ الرجال (داڑھی کی شرعی حیثیت) مصنف رئیس المحققین علامہ سید سلیمان اشرف بہاری، قیمت: ۱۰۰ روپے

۲۔چلتی ٹرین میں نماز کا حکم، تالیف: مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی، قیمت ۱۳۰ روپے

۳۔حاشیہ تقریب و تھذیب از امام احمد رضا خان قادری، قیمت: ۸۰۰

۴۔مجلس شرعی کے فیصلے، ترتیب: مفتی نظام الدین رضوی برکاتی، قیمت ۷۰۰ روپے

۵۔حسن المقاضی فی سیرۃ امام ابی یوسف القاضی (حیات امام ابو یوسف)، تالیف شیخ زاہد کوثری، ترجمہ: منظر الاسلام الازہری، قیمت: ۲۵۰

۶۔فقہ اسلامی کے سات بنیادی اُصول، از مفتی محمد نظام الدین رضوی، قیمت: ۴۰۰

۷۔اختر و اقبال، از سیدہ اختر حیدرآبادی، تقدیم: ڈاکٹر معین الدین عقیل، قیمت: ۴۰۰

۸۔ سچے مرید کے اوصاف، تصنیف: امام عبدالوھاب شعرانی، مترجم: پروفیسر اعجاز جنجوعہ، قیمت: ۲۵۰

۹۔ الزلال الانقی از اعلیٰ حضرت، تحقیق وترتیب: ڈاکٹر محمد اشفاق جلالی، قیمت: ۴۰۰ روپے

۱۰۔تحریک جہاد اور برٹش گورنمنٹ، تحقیق: خوشتر نورانی، قیمت ۳۰۰ روپے

۱۱۔فقہ اسلامی میں عرف کی اہمیت، از مفتی محمد وسیم اختر المدنی، قیمت ۱۴۰ روپے

۱۲۔لسان الفردوس (دو حصے)، علامہ ارشد القادری/ڈاکٹر غلام زرقانی، قیمت: ۲۶۰

۱۳۔اردو صحافت آزادی کے بعد، تحقیق: ڈاکٹر محمد افضل مصباحی، قیمت ۶۰۰ روپے

۱۴۔تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت، تحقیق: محمد ثاقب رضا قادری، قیمت: ۱۰۰۰ روپے

۱۵۔مقاصد احادیث، تالیف: مولانا منظر الاسلام الازہری، قیمت: ۲۵۰

۱۶۔انوار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (سندھی)، مصنف: سید زین العابدین راشدی،

۱۷۔تحریک ختم نبوت 1974ء، تحقیق: محمد ثاقب رضا قادری

Marfat.com

تحریکِ ختمِ نبوّت 1974

(قومی اخبارات و رسائل کے اداریے/شذرات)

تحقیق وتالیف

محمد ثاقب رضا قادری

دارالنعمان پبلشرز
DARUN NOMAN PUBLISHERS

Marfat.com